جلد ٦

فقیہُ العصر مفتی اعظم حضرتِ اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

کتاب گھر ناظم آباد ۲ کراچی ۷۵۶۰۰

خطبات الرشید

جلد ششم

— مواعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ : فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام : خطباتُ الرشید جلد ۶

بمقام : جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت : بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد : شعبان ۱۴۲۵ھ

مطبع : حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۳۱۰۱۹

ناشر : کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۳۸۱۳

ملنے کے پتے

1. پورے پاکستان میں "ضرب مؤمن" کے تمام دفاتر میں دستیاب۔
2. دارالاشاعت اُردو بازار کراچی۔
3. ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور۔
4. ادارۃ المعارف "دارالعلوم" کراچی۔
5. مظہری کتب خانہ، گلشن اقبال، کراچی۔
6. میمن اسلامک پبلشرز، لیاقت آباد ۱/۱۸۸، کراچی۔
7. اقبال بک ڈپو، صدر، کراچی۔

اجمالی فہرست

جلدِ ششم

عرض ناشر

فقیہ العصر مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ نے ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا جس شخص نے حضرت والا کے مواعظ پڑھے، وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ لوگ جو اب تک نافرمانی اور گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، حضرت والا کے مواعظ پڑھ کر اپنے گناہوں سے تائب ہوگئے اور ان کی زندگیاں پرسکون ہوگئیں۔ ان کے گھروں سے گناہوں کے آلات نکل گئے اور وہ گھر چین وسکون کا گہوارہ بن گئے۔

اب تک حضرت والا کے یہ مواعظ علیحدہ علیحدہ کتابچوں کی شکل میں شائع ہو رہے تھے۔ ضرورت اس کی تھی کہ ان مواعظ کو یکجا کتابی شکل میں منظم کر دیا جائے تاکہ ان سے فائدہ اُٹھانا آسان ہو جائے۔ چنانچہ ''خطبات الرشید'' کے نام سے یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ اس کی چھٹی جلد ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بقیہ جلدیں بھی رفتہ رفتہ جلد وجود میں آجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیض کو قیامت تک جاری رکھے اور ہم سب کو اس سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

خادم کتاب گھر ناظم آباد کراچی

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ
❃ قرآن کے ساتھ آج کے مسلمان کا برتاؤ	۱۰۳
❃ قرآن میں پردہ کے احکام	۱۰۶
❃ قرآنی احکام سے کیسی غفلت	۱۰۹
❃ تمام پریشانیوں کا علاج	۱۱۳
❃ درسِ عبرت	۱۱۴
❃ کن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے	۱۱۵
❃ ایک جہالت کی اصلاح	۱۱۷
❃ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں پردہ کی پابندی؟	۱۱۷
❃ قرآن کے باغیوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدمہ	۱۱۹
❃ بے پردہ عورتوں کے ہزاروں اللہ	۱۲۰
❃ آج کے مسلمان میں ایمان کتنا ہے؟	۱۲۱
❃ مسلمان کو قرآن سے نصیحت کیوں نہیں ہوتی؟	۱۲۱
❃ دغا باز مسلمان	۱۲۲
❃ مخلوق کی رضامندی جہنم سے نہیں بچاسکتی	۱۲۴
❃ دنیا میں جنت کے مزے کیسے حاصل ہوتے ہیں؟	۱۲۶
❃ آج کے مسلمان کا دل ڈاکو سے بھی سخت ہے	۱۲۶
❃ بے پردگی دین کی کھلی بغاوت ہے	۱۲۷
❃ بے دین معاشرہ کا مقابلہ کرنے والے	۱۲۸
❃ دینی مسائل سے لوگوں کی غفلت	۱۳۲
❃ بدنظری کی حرمت پر اشکال کا جواب	۱۳۳
❃ حرمت نظر کی پانچ وجوہ	۱۳۴
❃ پہلی وجہ	۱۳۴

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

صفات القرآن ۱۸۳

صفحہ	عنوان

صحبت کا اثر ۲۰۹

صفحہ	عنوان
۲۲۵	**شامتِ اعمال**

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ
❁ سن بلوغ	۲۸۰
❁ حیض، نفاس اور استحاضہ	۲۸۰
❁ نکاح	۲۸۰
❁ طلاق	۲۸۱
❁ عدت	۲۸۱
❁ مفقود	۲۸۱
❁ چوتھی حکمت	۲۸۱
❁ انگریز کا پٹھا	۲۸۲
❁ انگریزی بولنے کی حیثیت	۲۸۳
❁ انگریزی سے نفرت کا سبب	۲۸۳
❁ ضرورت کے تحت انگریزی لکھنا	۲۸۶
❁ شمسی تقویم کا بے ڈھنگا پن	۲۸۶
❁ مسلمان کے قلب پر انگریز کا رعب	۲۸۸
❁ عیسوی تقویم کی ابتداء	۲۹۱
❁ دارالعلوم دیوبند کا مقصد تاسیس	۲۹۳
❁ مہینوں کی تفصیل	۲۹۵
❁ دنوں کی تفصیل	۲۹۶
❁ ہفتہ کی ابتداء وانتہاء	۲۹۷
❁ قمری نظام	۲۹۸
❁ انگریزی سال شروع ہونے پر خوشی منانا	۳۰۲
❁ آج کے مسلمان کا ذوق	۳۰۴
❁ امریکا کی حالت زار	۳۰۶

صفحہ	عنوان
۳۰۷	❊ نماز کھانے کا نقصان
۳۰۸	❊ گھر کی شہادت
۳۱۰	❊ قرآن سے بے رخی
۳۱۰	❊ ہر پریشانی کا علاج
۳۱۳	❊ درد دل
۳۱۵	❊ دوستی کا معیار
۳۱۶	❊ آخری بات
۳۱۹	**عید کی سچی خوشی**
۳۲۲	❊ عید کی سچی خوشی
۳۲۳	❊ شعر کا مطلب
۳۲۴	❊ دنیا کی دوستی کی حقیقت
۳۲۹	❊ دعائے لقائے محبوب
۳۲۹	❊ دعاء کا پہلا جملہ
۳۳۰	❊ ہندو بچے کا بادشاہ پر اعتماد
۳۳۲	❊ سود کی لعنت
۳۳۲	❊ دل بن جانے کی ایک علامت
۳۳۳	❊ پرلطف زندگی کی دعاء
۳۳۴	❊ موت محبوب چیز ہے
۳۳۵	❊ جاں کنی کے وقت
۳۳۷	❊ دعائے دیدار محبوب
۳۴۰	❊ تحمل فراق کے نسخے

عنوان	صفحہ
پہلا نسخہ	۳۴۰
”خدانخواستہ مرنہ جائے“	۳۴۰
دوستوں کے مختلف جوڑے	۳۴۰
حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۳۴۲
دوسرا نسخہ	۳۴۳
تیسرا نسخہ	۳۴۴
عید کی خوشی کس چیز کی ہے؟	۳۴۵
عارف کا مطلب	۳۴۵
ہمیشہ مالک کی رضا پیش نظر رہے	۳۴۶
دنیا کی ہر چیز ختم ہو جانے والی ہے	۳۴۶
مقام صبر	۳۴۸
صابر نام رکھنا	۳۴۸
سچی خوشی کی علامت	۳۵۰
بیرونی اقوام کی بکثرت ہنسی کا راز	۳۵۱
کراچی کے پرآشوب حالات میں سویوں کی تقسیم	۳۵۴
شوق وطن	۳۵۵
معیار ولایت	۳۵۶
اولیاء اللہ کی خوشیاں	۳۵۷
سوچنے کی عادت پیدا کرنے کا نسخہ	۳۵۸
قوانین سیکھنے کی اہمیت	۳۵۸
دیور سے پردہ فرض ہے	۳۵۸
علم سے عمل کی توفیق مل سکتی ہے	۳۵۹

سیاسی فتنے

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: سیاسی فتنے

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ:

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیاسی اختلافات کا یقینی حل

وطن عزیز پاکستان اس وقت موت وزیست کی جس کیفیت سے دوچار ہے اس کو سوچنے سے کلیجا منہ کو آتا ہے، ہر ذی شعور انسان اس بارے میں فکر مند ہے اور ہونا چاہئے، مگر اہل دل علماء کے قلوب جس قدر دردمند اور بے چین ہیں وہ انہی کا حصہ ہے، دوسروں کے لئے ان کے جذبۂ دروں کا اندازہ لگانا بھی دشوار ہے، ظاہر ہے قلب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جتنی زیادہ ہوگی امت کا درد اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ انہی نابغۂ روزگار اور اہل دل شخصیات میں فقیہ العصر، مفتی اعظم حضرت اقدس دامت برکاتہم کی شخصیت بھی ہے، جن کا دل امت کے حالات پر ہر وقت رنجیدہ رہتا ہے اور امت کی اصلاح اور آپس میں اتفاق واتحاد کی اہمیت اور ترغیب پر انتہائی درد سے بیان فرماتے رہتے ہیں، خصوصاً گذشتہ تقریباً دو ماہ سے جمعہ کے دن کا ہفتہ وار بیان ''موجودہ سیاسی اختلافات اور ان کا حل'' کے موضوع پر ہی چل رہا ہے ذیل میں ان بیانات کا خلاصہ درج کیا جا رہا ہے۔

ع شاید کہ اتر جائے کسی دل میں مری بات

محمد

استاذ دار الافتاء والارشاد

ناظم آباد کراچی

۲۸/صفر ۱۴۱۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

سیاسی فتنے

(ارمحرم ۱۴۱۶ھ)

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك لہ ونشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین.

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰٓ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾﴾ (پ ۷ - ۶۵)

تَرجَمہ: ”آپ کہیے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے۔ (جیسے پتھر یا ہوا یا طوفانی بارش) یا تمہارے

پاؤں تلے سے (جیسے زلزلہ یا غرق ہو جانا) یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے آپس میں بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزا چکھا دے، آپ دیکھئے تو سہی ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں، شاید وہ سمجھ جائیں۔"

﴿ظَهَرَ ٱلۡفَسَادُ فِي ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِ بِمَا كَسَبَتۡ أَيۡدِي ٱلنَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعۡضَ ٱلَّذِي عَمِلُواْ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُونَ ۝٤١﴾ (پ ۲۱ - ۴۱)

تَرجَمہ: "خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا مزا انہیں چکھائیں تاکہ وہ باز آجائیں۔"

سیاسی بحران کے اسباب:

اس وقت جو سیاسی کشمکش جاری ہے جس کے نتیجے میں ہزاروں جانیں ضائع ہو چکی ہیں اور پورا ملک اور قوم خطرے میں گھرے ہوئے ہیں، اس کا ایک سبب ظاہری ہے اور دوسرا باطنی۔

ظاہری سبب:

تمام سیاسی جماعتیں خواہ ان کا تعلق اقتدار سے ہو یا نہ ہو بلکہ ہر جماعت کا ہر ہر فرد اپنے اپنے مطالبات تسلیم کروانا اور اپنے اپنے حقوق حاصل کرنا چاہتا ہے، اور وہ حاصل نہیں ہو رہے، نتیجۃً قتل و غارت تک نوبت پہنچ جانا لازمی ہے۔

باطنی سبب:

مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام پورے نہیں کر رہے اور نافرمانیاں نہیں چھوڑ رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ظَهَرَ ٱلْفَسَادُ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِى ٱلنَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ ٱلَّذِى عَمِلُوا۟ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝٤١ ﴾(پ ۲۱ - ۴۱)

ترجمہ: ''خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا مزا انہیں چکھائیں تا کہ وہ باز آ جائیں۔''

بعض اس لئے فرمایا کہ اگر سب بداعمالیوں پر عقوبتیں مرتب ہوں تو سب ایک دم ہلاک ہو جائیں۔

اور فرمایا:

﴿ وَمَآ أَصَٰبَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا۟ عَن كَثِيرٍ ۝٣٠ ﴾(پ ۲۵ - ۳۰)

ترجمہ: ''اور تمہیں جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے پہنچتی ہے اور بہت سی نافرمانیوں کو تو درگزر ہی کر دیتا ہے۔''

نافرمانیاں نہ چھوڑنے پر اللہ تعالیٰ نے نقد عذاب کی دھمکی بھی دی ہے جس کی ایک صورت آپس کا لڑائی جھگڑا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ قُلْ هُوَ ٱلْقَادِرُ عَلَىٰٓ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ ۗ ٱنظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ ٱلْءَايَٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ۝٦٥ ﴾(پ ۷ - ۶۵)

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے کہ اس پر بھی وہ قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے (جیسے پتھر یا ہوا یا طوفانی بارش) یا تمہارے پاؤں تلے سے (جیسے زلزلہ یا غرق ہو جانا) یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے

آپس میں بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزا چکھادے،
آپ دیکھئے تو سہی ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے
ہیں شاید وہ سمجھ جائیں۔"

سبب باطنی کا علاج:

اس سبب باطنی سے پیدا ہونے والے مرض اختلاف اور قتل و غارت کا حل تو یہ ہے کہ تمام مسلمان بلا تاخیر اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نافرمانیوں سے توبہ کریں گذشتہ پر رو رو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور آئندہ کے لئے ترک منکرات کا عزم مصمم کریں۔ اور اس عزم پر استقامت اور اس کے مطابق عمل کرنے کی صلاحیت حاصل کرنے کے لئے اہل علم اہل اللہ سے تعلق رکھیں۔ نتیجۃً دنیا و آخرت میں چین و سکون کی لازوال دولت سے مالا مال ہوں۔

سبب ظاہری کا علاج:

سبب ظاہری یعنی اپنے اپنے مطالبات منوانے کی وجہ سے جو اختلاف پیدا ہوتا ہے اس کا حل یہ ہے:

یہ دنیا کا ایک مسلّمہ قاعدہ ہے کہ جب دو افراد یا دو جماعتوں کا اختلاف آپس کی گفت و شنید اور مذاکرات سے حل ہوتا نظر نہ آئے تو تیسرے کو "حکم" بناتے ہیں، جسے "فیصل" اور "ثالث" بھی کہتے ہیں۔ پھر وہ سمجھدار اور غیر جانبدار شخص جو فیصلہ کرتا ہے جانبین اسے قبول کرتے ہیں، مثلاً سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ کا ادارہ اسی مقصد کے لئے قائم کیا گیا ہے کہ وہ مختلف ممالک کے درمیان ہونے والے اختلافات کو طے کروائے۔

اگرچہ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ سلامتی کونسل اور اقوام متحدہ اسلام اور

مسلمانوں کے دشمن ہیں، یہاں ان کا ذکر اس مقصد سے کیا گیا ہے کہ عالمگیر سطح پر ثالث بنانے کا طریق کار رائج ہے اور اسے عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں حکم بنانے کی تاکید:

اللہ تعالیٰ نے بھی آپس کے اختلافات ختم کرنے کے لئے حَکَم بنانے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ میاں بیوی کے اختلافات کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَٱبْعَثُوا۟ حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِۦ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَآ إِن يُرِيدَآ إِصْلَٰحًا يُوَفِّقِ ٱللَّهُ بَيْنَهُمَآ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ﴿٣٥﴾ ﴾ (پ ۵ - ۳۵)

ترجمہ: ”اور اگر تمہیں ان میاں بیوی میں کشاکشی کا اندیشہ ہو تو تم ایک شخص جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک شخص جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو، اگر دونوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں اتفاق فرما دیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑے خبر والے ہیں۔“

میاں بیوی کے اختلافات کی وجہ سے خاندانوں کے خاندان تباہ ہو جاتے ہیں، اسی لئے شیطان اپنے جن چیلوں کو دنیا میں فساد برپا کرنے اور لوگوں کو گناہوں میں مبتلا کرنے کے لئے بھیجتا ہے شام کو تخت پر بیٹھ کر ان سے پورے دن کی کارگزاری سنتا ہے کوئی کہتا ہے میں نے فلاں سے قتل کروا دیا، کوئی کہتا ہے میں نے فلاں فلاں کے درمیان لڑائی کروادی، کوئی کہتا ہے میں نے فلاں کو فلاں گناہ میں مبتلا کیا، شیطان کسی سے بھی اتنا خوش نہیں ہوتا۔ ایک چیلا کہتا ہے کہ میں نے میاں بیوی کے درمیان اختلاف پیدا کر کے طلاق دلوادی، اس پر شیطان بہت خوش ہوتا ہے اور اسے اپنی بغل میں تخت پر بٹھا لیتا ہے کہ تو ہے میرا بیٹا شاباش بیٹے شاباش! تو نے کام کیا۔ میاں بیوی میں اختلاف اس قدر بری چیز ہے اور شیطان اس پر اس قدر خوش ہوتا ہے، ظاہر ہے

وہ ہر فریق کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے میں کس قدر کوشش کرتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''حکم'' بناؤ، اگر ان میں اخلاص ہوگا اور وہ صدق دل سے صلح کروانا چاہیں گے، تو شیطان کے علی الرغم اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے درمیان اتفاق پیدا فرما دیں گے اور شیطان کی ایک نہیں چلے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ جو احکم الحاکمین ہیں ان کا وعدہ ہے۔

حکم کسے بنایا جائے؟

رہا یہ سوال کہ حکم کسے بنایا جائے تو اس بارے میں بھی اس علیم وخبیر ذات نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ ﴾ (پ۵ - ۵۹)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو اہل علم ہیں ان کا بھی، پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور اس کے رسول کے حوالے کر دیا کرو۔ اگر تم اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو، یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے۔''

اس آیت میں اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ ساتھ علماء کی اطاعت کا ذکر خصوصاً اس لئے فرمایا کہ براہ راست اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ ہر ایک کو حکم نہیں دیتے، وحی رسولوں پر نازل ہوتی تھی جو سلسلہ ختم ہوگیا۔ اس لئے علماء کا ذکر فرمایا کہ اگر ایسا موقع آجائے کہ براہ راست اللہ و رسول سے قوانین کی آگاہی کی خاطر رجوع نہ کیا جا سکے تو علماء سے فیصلہ کرواؤ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ قوانین کو سمجھنے والے علماء کرام ہی ہیں اور یہ دنیا کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ

ہر فن کی بات اس فن کے ماہرین ہی سے پوچھی جاتی ہے۔

علماء ہی پر اعتراض کیوں؟

یہ عذر قابل قبول نہیں کہ آج کل کے علماء تو ایسے ہیں ویسے ہیں؟ اس لئے کہ سب تو ایسے ویسے نہیں ہیں، کچھ تو ضرور صحیح ہوں گے۔ دوسرا عذر لنگ علماء کے باہمی اختلاف کا بتایا جا سکتا ہے، یہ اس لئے صحیح نہیں کہ مختلف مکاتب فکر کے علماء کے درمیان کچھ فروعی اختلافات تو ہیں مگر اسلامی طرز حکومت کے اصول میں کوئی اختلاف نہیں۔

دنیا کے دوسرے فنون اور شعبوں میں بھی بہت سے لوگ بے کار اور دھوکا دینے والے موجود ہیں مثلاً ڈاکٹری ہی کا فن لے لیجئے کتنے ڈاکٹر ہیں جو بہت مشہور ہیں اور بہت اونچے ڈاکٹر شمار ہوتے ہیں مگر ان کی ڈگریاں جعلی ہیں، چنانچہ ایک ہی انجکشن سے کام تمام کر دیتے ہیں، کتنے حکیم ایسے ہیں جو فن حکمت کے الف باء سے بھی واقف نہیں اور لوگوں کو تباہ کر رہے ہیں، چنانچہ ایک حکیم صاحب قبرستان کے پاس سے گزرتے تھے تو چہرہ رومال سے چھپا لیتے تھے، کسی نے پوچھا تو جواب دیا کہ یہ سارے میرے ہی مارے ہوئے ہیں اس لئے شرم آتی ہے۔

ہر شعبے اور ہر فن میں اس کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں۔ اس کے باوجود کوئی جسمانی مرض پیش آئے گا تو ڈاکٹر یا طبیب ہی سے پوچھیں گے۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ آج کل ڈاکٹر اور حکیم دھوکا دیتے ہیں، بے کار ہیں اس لئے علاج کروانے کے لئے کسی موچی یا بھنگی کے پاس جائیں۔ اس لئے علماء کیسے ہی کیوں نہ ہوں، دین کا مسئلہ پیش آئے گا تو علماء ہی بتا سکتے ہیں۔ علماء نہیں بتائیں گے تو بتایئے! اور کون بتائے گا؟

اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپس میں اختلاف ہو جائے تو اپنا معاملہ اللہ اور رسول کے سپرد کر دو۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ علماء کو فیصل بناؤ تا کہ وہ قرآن و

حدیث کی روشنی میں فیصلہ کریں۔ پھر اسے صدقِ دل سے قبول کرو۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرو، ورنہ ایمان کے دعوے چھوڑ دو۔

حکم شریعت ہی میں بہتری ہے:

آخر میں فرمایا کہ آپس کے نزاع کو دور کرنے کا جو طریقہ ہم نے بتایا اس میں بظاہر اگر تمہیں اپنا نقصان ہی نظر آئے تو بھی اسے قبول کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کی برکت سے وہ اس میں بہتری پیدا فرمادیں گے اور اس کا انجام اچھا ہوگا۔

﴿وَعَسَىٰٓ أَن تَكْرَهُوا۟ شَيْـًٔا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰٓ أَن تُحِبُّوا۟ شَيْـًٔا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَٱللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾﴾

(پ۲ ـ ۲۱۶)

ترجمہ: ”ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اس میں تمہارے لئے بہتری ہو یا اس کے برعکس تم کسی چیز کو پسند کرو اور اس میں تمہارے لئے شر اور نقصان ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری بھلائی برائی کو تم سے بہتر جانتے ہیں۔“

بہترین نمونہ:

صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں میں مشرکین مکہ کے خلاف ایسا جوش پایا جاتا تھا کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلح کرنے کا حکم آگیا اور صلح میں جو شرائط طے پائیں وہ سراسر مسلمانوں کے خلاف تھیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا حکم قبول کیا اور بظاہر ہر ذلت قبول کرکے صلح کی تو اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اسلام کو غلبہ عطاء فرمایا۔

حکم کے فیصلے کی خلاف ورزی پر شدید وعید:

ثالث بنانے اور آپس میں اختلافات کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ختم کروانے اور مسائل حل کروانے کا یہ حکم اس قدر مؤکد ہے کہ اس کی خلاف ورزی پر قرآن مجید میں شدید وعیدیں وارد ہیں۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ ﴾ (پ ۵ - ٦٥)

ترجمہ: ''پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے درمیان جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کروائیں (اور آپ نہ ہوں تو آپ کی شریعت سے) پھر آپ کے اس تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور پورے طور پر تسلیم کر لیں۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾ ﴾ (پ ۲۳ - ٣٦)

ترجمہ: ''اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں تو ان مومنین کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔''

خلاصۂ کلام:

تمام سیاسی جماعتیں اپنے اختلافات کو ختم کرنے کے لئے ملک کے مقتدر علماء کرام اور معتبر مفتیان عظام کا اجتماع بلائیں اور اپنا اپنا مدعا ان کے سامنے رکھیں یقیناً اس کا حل نکل آئے گا، ساری دنیا جھوٹی ہوسکتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہرگز جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میرے اس حکم پر عمل کرو، میں تمہارے اندر اتفاق اور محبت پیدا کردوں گا۔

پھر ساری سیاسی جماعتیں مل کر اللہ کی زمین پر اللہ کے بندوں پر حکومت الٰہیہ قائم کرنے کے سلسلے میں علماء کرام سے تعاون کریں۔

بعض اوقات پریشانی تو ہوتی ہے مگر اس کا سبب اور اس کا حل معلوم نہیں ہوتا، پریشانی بڑھتی رہتی ہے۔ تمام سیاسی جماعتوں کو جو مسائل اور پریشانیاں درپیش ہیں ان کا سبب یہ ہے کہ ملک میں اسلامی حکومت نہیں۔ اسلامی حکومت ہوگی تو ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کا یہ یقین ہے کہ جماعتوں بلکہ ہر جماعت کے ہر فرد کو اس کے جائز حقوق ملیں گے۔ اگر کسی کو اس میں ذرہ برابر بھی شبہہ ہے تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔

مسلمان اور کافر کی ترقی کے طریقے مختلف ہیں:

ایک شخص درخت پر چڑھ گیا۔ اترنا جانتا نہیں تھا۔ شور مچا رہا ہے، لوگ پریشانی کے عالم میں اپنے گاؤں کے چوہدری "بوجھ بجھکڑ" کے پاس گئے۔ اس نے آکر پہلے تو سب کو ڈانٹ پلائی:

"یہ کیا مشکل کام ہے جس کے لئے مجھے بلایا۔ تم بڑے بے وقوف ہو اتنا سا کام بھی نہیں کرسکتے۔"

پھر کہا کہ ایک رسا لاؤ، رسا منگوا کر اس شخص کی طرف پھینکا اور کہا اسے اپنی کمر سے مضبوط باندھ لو۔ اس نے باندھ لیا، پھر لوگوں سے کہا کہ سب مل کر زور سے جھٹکا

لگاؤ، انہوں نے جھٹکا لگایا تو اس شخص کی ہڈی پسلی ایک ہوگئی اور مر گیا۔ لوگوں نے پوچھا تو بوجھ بجھکڑ صاحب فرمانے لگے کہ اس کی موت آئی ہوئی تھی مر گیا ورنہ میں نے تو ہزاروں لوگوں کو اسی طریقے سے کنویں سے نکالتے ہوئے دیکھا ہے۔

اب سنئے! مسلمان بلندی پر ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں معزز بنایا ہے اور کافر پستی میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل بنایا ہے، ذلیل لوگوں کی ترقی اور مسائل کے حل کے لئے کچھ اور تدابیر ہوتی ہیں اور عزت والوں کی ترقی اور مسائل کے حل کی تدابیر کچھ اور۔ اگر معزز لوگ ذلیل لوگوں والی تدابیر اختیار کریں گے۔ اہل مغرب اور کفار کی تدابیر اختیار کریں گے تو وہی بوجھ بجھکڑ والا قصہ ہوگا، تباہ ہوں گے۔ عزت والوں کے مسائل اس طریقہ سے حل ہوں گے جو اوپر تفصیل سے بیان ہو چکا ورنہ ذلت اور تباہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

گناہ چھوڑے بغیر نجات کا گمان نفس و شیطان کا دھوکا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”کل امتی معافی الا المجاھرین“ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ”میری پوری امت لائق عفو ہے مگر اللہ تعالیٰ کی علانیہ بغاوت کرنے والوں کو ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔“

اکثر عوام کو ان کھلی بغاوتوں کا علم نہیں، اس لئے کچھ بغاوتیں بیان کی جاتی ہیں:

❶ ڈاڑھی مونڈنا یا ایک مشت سے کم کرنا۔ دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت تو ایمان کہاں؟

❷ عورتوں کا شرعی پردہ نہ کرنا۔

وہ قریبی رشتہ دار جن سے پردہ فرض ہے:

① چچا زاد ② پھوپھی زاد ③ ماموں زاد ④ خالہ زاد ⑤ دیور ⑥ جیٹھ ⑦

نندوئی (۸) بہنوئی (۹) پھوپھا (۱۰) خالو (۱۱) شوہر کا بھتیجا (۱۲) شوہر کا بھانجا (۱۳) شوہر کا چچا (۱۴) شوہر کا ماموں (۱۵) شوہر کا پھوپھا (۱۶) شوہر کا خالو۔

۳ مردوں کا ٹخنے ڈھانکنا۔

۴ بلاضرورت کسی جاندار کی تصویر بنانا، بنوانا، دیکھنا، رکھنا اور تصویر والی جگہ جانا۔

۵ ٹی وی دیکھنا۔

۶ گانا باجا سننا۔

۷ حرام کھانا جیسے بینک اور انشورنس کی کمائی۔

۸ غیبت کرنا۔

ان بغاوتوں کی تفصیل اور ان پر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وعیدوں کا بیان وعظ "اللہ کے باغی مسلمان" میں ہے۔

بغاوتوں سے بچنے کا نسخۂ اکسیر:

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بغاوتیں اور نافرمانیاں چھوڑنے کی ہمت نہیں پاتے وہ ان ہدایات پر عمل کریں:

۱ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے مجرم ہونے کا اقرار کریں۔

۲ استغفار کریں، صرف زبانی استغفار کافی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دل کی ندامت کے ساتھ گناہوں سے توبہ کریں۔

۳ دعاء میں گناہوں سے بچنے کی توفیق اللہ تعالیٰ سے مانگا کریں۔

۴ اہل دل علماء سے گناہ چھوڑنے کی تدبیریں معلوم کیا کریں۔

یہ نسخہ بہت مختصر بھی ہے، بہت آسان بھی، بہت مؤثر بھی، ان شاء اللہ تعالیٰ اس نسخۂ اکسیر کیمیا تاثیر کے صرف چند روز استعمال سے ہی گناہ چھوٹنے لگیں گے اور پرسکون زندگی حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ:

﴿وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّهُۥ مَخۡرَجٗا ۝٢ وَيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُۚ وَمَن يَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسۡبُهُۥٓۚ إِنَّ ٱللَّهَ بَٰلِغُ أَمۡرِهِۦۚ قَدۡ جَعَلَ ٱللَّهُ لِكُلِّ شَيۡءٖ قَدۡرٗا ۝٣﴾ (پ۲۸-۲، ۳)

ترجمہ: ''اور جو شخص اللہ سے ڈر کر نافرمانیاں چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے مضرتوں سے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح مہمات کے لئے کافی ہے، اللہ تعالیٰ اپنا کام جس طرح چاہے پورا کر کے رہتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا اندازہ اپنے علم میں مقرر کر رکھا ہے۔''

آیئے! آج ہی اور ابھی ایک لمحہ کی تاخیر کئے بغیر اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نافرمانیوں سے توبہ کر کے دلوں کی نفرتوں کو محبتوں سے بدلنے کے لئے مل بیٹھ کر علماء کرام کی نگرانی میں اپنے معاملات طے کیجئے اور آج ہی سے اپنے پیارے وطن میں اپنے خالق و مالک اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ قوانین کے نفاذ کے لئے علماء کرام کے ساتھ تعاون کر کے دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابیوں اور خوشیوں کا مشاہدہ کیجئے۔

اس وقت میں نے مثال کے طور صرف چند آیات پڑھی ہیں، ورنہ اس مضمون کی آیات، احادیث اور ان کے مطابق عبرت کے قصے بے شمار ہیں، جن کی کچھ تفصیل وعظ ''ہر پریشانی کا علاج'' میں ہے۔

عذاب الٰہی سے بچنے کی غلط تدابیر:

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ مسلمانوں کی دنیوی ترقی کی تدابیر کچھ اور ہیں اور کافروں

کی دنیوی ترقی کی تدابیر کچھ اور اہل مغرب کی تقلید کر کے مسلمان کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ اب کفار کی تقلید کے علاوہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے اور چین و سکون حاصل کرنے کے لئے جو دوسری غلط تدابیر اختیار کرتے ہیں ان میں سے مختلف قسم کے ختم کرنے کروانے کا بیان مقصود ہے۔

مختلف قسم کے ختم:

اجتماعی قرآن خوانی، یٰسین کا ختم، ختم خواجگان، آیت کریمہ کا ختم، استغفار کا ختم وغیرہ کروا کر آج کل کے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں گے۔ اس لئے جو مصیبت بھی آتی ہے اس قسم کے ختم اور خوانیاں شروع کر دیتے ہیں، یہ نظریہ کئی وجہ سے غلط اور قابل اصلاح ہے:

① اللہ تعالیٰ بار بار اعلانوں پر اعلان فرما رہے ہیں کہ جب تک میری نافرمانی نہیں چھوڑو گے دنیا و آخرت میں میرے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ اور آج کل کے مسلمان نے طے کر رکھا ہے کہ نافرمانی بلکہ کھلی بغاوت ہرگز نہیں چھوڑیں گے، انہوں نے یٰسین کا ختم کر لیا ہے، ختم خواجگان کر لیا ہے، اب اللہ تعالیٰ کی کیا مجال کہ وہ انہیں عذاب دے۔ گویا کہ معاذ اللہ! انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مجبور کر دیا ہے، اس کے گھٹنے ٹکا دیئے ہیں، اب وہ انہیں عذاب نہیں دے سکتا، اللہ تعالیٰ کے فیصلوں اور بار بار کے اعلانات کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

② استغفار کی حقیقت یہ ہے کہ دل میں ندامت ہو اور آئندہ کے لئے گناہ سے بچنے کا عزم ہو، اصلاح کی فکر اور کوشش ہو۔ قرآن مجید میں جا بجا فرمایا گیا ہے:

﴿ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ وَأَصْلَحُوا۟ ﴾ (پ ۲ - ۱٦۰)

تَرجَمَہ: ”عذاب سے صرف وہ بچ سکتے ہیں جو توبہ کریں اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کر لیں۔“

توبہ ہے ہی وہی جس کے بعد اصلاح بھی ہو، ورنہ وہ توبہ قبول نہیں۔ آج کل کے مسلمان جو گھروں میں سوا سوا لاکھ بار استغفار کا ختم کر رہے ہیں، انہوں نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ نافرمانیاں تو ہرگز نہیں چھوڑیں گے، گویا کہہ رہے ہیں کہ یا اللہ! تو معاف فرمادے ہم اور گناہ کریں گے۔

بتائیے! کیا یہ استغفار ہے؟ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دے رہے ہیں۔

ایک نافرمان کی وجہ سے نبی کی دعاء بھی قبول نہ ہوئی:

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں قحط پڑا بارش رک گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استسقاء کی نماز پڑھائی مگر بارش نہ ہوئی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ اس جماعت میں ایک شخص ایسا گنہگار ہے کہ جب تک وہ باہر نہ نکل جائے بارش نہیں ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ جو گنہگار ہے وہ نکل جائے اس کی وجہ سے سب لوگ عذاب میں مبتلا ہیں۔

دیکھیے! ایک کی نافرمانی کی وجہ سے سب لوگ عذاب میں مبتلا ہیں اور اللہ کے نبی کی دعائیں قبول نہیں ہو رہی ہیں اور وہ بھی کسی ظاہری گناہ میں مبتلا نہیں تھا ورنہ ویسے ہی پکڑ کر نکال دیتے، شکل وصورت مسلمان جیسی تھی کوئی پوشیدہ گناہ ہوگا۔

لوگ دیکھنے لگے کہ کون اٹھا ہے، کوئی بھی نہیں اٹھا اور بارش ہوگئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ''یا اللہ! اٹھا تو کوئی بھی نہیں بارش کیسے شروع ہوگئی؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اس نے توبہ کر لی ہے۔''

نہ اس نے توبہ کی نماز پڑھی نہ گڑگڑایا ورنہ لوگوں کو پتا چل جاتا، صرف دل میں ندامت پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا اور سب مصیبت سے بچ گئے۔

یہ ہے استغفار کی حقیقت، اگر دل میں ندامت نہ ہو، آئندہ گناہوں سے بچنے کا عزم نہ ہو، اپنی اصلاح کی فکر اور کوشش نہ ہو اور زبان سے استغفر اللہ! استغفر اللہ! کی

رٹ لگائے رکھیں اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

❸ ان تدابیر کو لوگ شریعت سے ثابت سمجھتے ہیں حالانکہ اجتماعی خوانی وغیرہ کا شریعت میں قطعاً کوئی ثبوت نہیں، شریعت میں تو وہی نسخہ بتایا گیا ہے کہ نافرمانیوں سے توبہ کریں اور اللہ کی زمین پر اللہ کے بندوں پر اللہ کی حکومت قائم کریں۔

بدعت کو ثابت کرنے کی غلط تأویلیں:

بعض لوگ اس بدعت کو جائز ثابت کرنے کے لئے مختلف قسم کی تأویلات کرتے ہیں مثلاً:

پہلی تأویل:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم ان طریقوں کو ثابت نہیں سمجھتے، ویسے ہی کرتے ہیں۔

جواب:

❶ شریعت سے ثابت طریقہ چھوڑ کر غیر ثابت طریقے کیوں اختیار کرتے ہیں؟

❷ اگر کچھ لوگوں کے عقائد صحیح بھی ہوں تو بھی دوسرے دیکھنے سننے والوں کو دو دھوکے ہوں گے۔

(۱) وہ انہیں شریعت سے ثابت سمجھیں گے۔

(۲) وہ عذاب سے بچنے کے لئے ان تدابیر کو کافی سمجھیں گے، گناہ نہیں چھوڑیں گے۔

❸ ان تدابیر کو اختیار کرنے سے نتیجہ دو صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں ظاہر ہوگا تیسری کوئی صورت نہیں، یا تو مقصود حاصل ہو جائے گا یا نہیں ہوگا، دونوں صورتوں میں کفر تک نوبت پہنچنے کا خطرہ ہے۔

اگر کسی کا کام بن گیا، مقصود حاصل ہو گیا تو وہ سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ! جھوٹ بولتے ہیں کہ نافرمانی چھوڑے بغیر مصیبت سے نہیں بچ سکتے۔ دیکھئے انہوں نے خوانی کی اور مصیبت ٹل گئی۔ اس کفر کے علاوہ مزید یہ فساد کہ آئندہ اور بھی زیادہ بغاوتیں کرے گے۔

اور اگر کام نہیں ہوا تو یہ چونکہ ان طریقوں کو شریعت سے ثابت سمجھتا ہے اس لئے کہے گا کہ دیکھئے اللہ بڑا ظالم ہے، کہا کہ یٰسین کا ختم کر لو یا ختم خواجگان کر لو، میں مصیبت دور کر دوں گا، انہوں نے اتنے ختم کر لئے پھر بھی مصیبت دور کرتا ہی نہیں، مارتا ہی چلا جا رہا ہے۔ دونوں صورتوں میں کفر ہوا یا نہیں؟

پریشانیوں سے نجات کے لئے بعض ادعیہ و اذکار اپنے طور پر انفراداً پڑھنا بلاشبہہ ثابت ہے مگر ان میں بھی اجتماعی ختم ثابت نہیں اور یہ شرط بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نافرمانیوں سے بچیں، نافرمانی چھوڑے بغیر کچھ فائدہ ہوا بھی تو بالآخر وہ بھی عذاب ہی ثابت ہوگا۔

دوسری تأویل:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگرچہ مسلمان گنہگار ہیں اور گناہ نہیں چھوڑ رہے ہیں، مگر اللہ کا نام لینے سے قلب پر ضرور اثر پڑتا ہے اس کی برکت سے گناہ چھوٹنے لگیں گے۔

جواب:

اولاً یہ تو بدعت ہے، بدعت سے اللہ کا غضب اور زیادہ جوش میں آئے گا یا اللہ کا قرب حاصل ہوگا؟

ثانیاً اگر کوئی ان کو شریعت سے ثابت نہ بھی سمجھے تو بھی آج کل کے مسلمان کے قلب پر اثر نہیں ہوتا، اس لئے کہ اللہ کا نام لینے یا خوانی کرنے کی تین صورتیں ہیں:

❶ یہ نیت ہو کہ اس کا قلب پر اثر ہو اور اصلاح ہو جائے۔ اس صورت میں اثر ہوتا

ہے اور بہت جلد ہوتا ہے۔

❷ خالی الذہن ہو کر اللہ کا نام لے۔ اس صورت میں بھی اثر ہوتا ہے مگر دیر سے۔

❸ گناہوں کو نہ چھوڑنے کا فیصلہ کر رکھا ہو اور اس کا اہتمام کرتا ہو خدانخواستہ ذکر اللہ کا دل پر اثر نہ ہو جائے گناہوں کی لذت چھوٹ نہ جائے۔ ظاہر ہے اس صورت میں کیا اثر ہوگا؟

؎ سبحہ در کف توبہ بر لب دل پر از ذوق گناہ
معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

ترجمہ: ''ہاتھ میں تسبیح زبان پر استغفار اور دل گناہوں کے نشے میں مست ایسی توبہ پر گناہوں کو ہنسی آتی ہے۔''

دل میں ذوق گناہ کے ساتھ صرف زبانی استغفار بھی کچھ نہ کچھ اثر کرتی ہے جیسا کہ نمبر۲ میں بتا چکا ہوں، مگر جب گناہ چھوڑنے کا ارادہ ہی نہ ہو اور فیصلہ کر رکھا ہو کہ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر قائم رہیں گے تو استغفار اور وظائف کا کچھ بھی اثر نہ ہوگا اس لئے کہ طلب ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ زبردستی کسی کو ہدایت نہیں دیتے ارشاد ہے:

﴿أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كَارِهُونَ ﴿٢٨﴾﴾ (پ۱۲ - ۲۸)

ترجمہ: ''تو کیا ہم اسے تمہارے گلے مڑھ دیں اور تم اس سے نفرت کئے چلے جاؤ۔''

بعض مدارس دینیہ میں بھی اسی قسم کے ختم کروائے جاتے ہیں، اس میں بدعت کے علاوہ مزید فساد یہ بھی ہے کہ تعلیم دین تو فرض ہے اور ادعیہ واذکار نفل، فرض کا ثواب نفل سے زیادہ ہے، زیادہ ثواب کا کام چھوڑ کر کم ثواب کا کام کرنا اور اس کی وجہ سے زیادہ ثواب والے کام اور بہت اہم فرض میں حرج واقع کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ یہ تو ثواب کی بجائے الٹا عذاب ہوگا اور پریشانیوں سے نجات کی بجائے مزید

پریشانیوں کا سبب۔ پھر وہ بھی اس صورت میں کہ ادعیہ واذکار سنت کے مطابق انفراداً پڑھے جائیں، اجتماعی ختم میں بدعت کا گناہ مزید، فرض کام چھوڑ کر بدعت کا ارتکاب کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ سب کو فہم دین عطا فرمائیں۔

وصلى اللهم وبارك وسلم على عبدك ورسولك محمد وعلى اٰله وصحبه اجمعين.

والحمد لله رب العٰلمين.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شادی مبارک

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: شادی مبارک

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ:

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ربیع الاول ۱۴۱۹ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۳۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

شادی مبارک

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٢﴾﴾ (پ۴۔۱۰۲)

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴿١﴾﴾

(پ۴۔۱)

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَقُولُوا۟ قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَـٰلَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾﴾ (پ۲۲۔۷۰،۷۱)

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ وعنھم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنکح المرأۃ لاربع لمالھا ولحسبھا ولجمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداك. (متفق علیہ)

وعن عبداللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه تعالٰی عنهما وعنهم ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال الدنیا متاع وخیر متاع الدنیا المرأة الصالحة. (رواه مسلم)

وعن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها وعنهم قالت قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ان اعظم النکاح برکة ایسره مؤنة رواه البیهقی فی شعب الایمان.

وعنها رضی اللّٰه تعالٰی عنها وعنهم قالت قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ان من اعظم النساء برکة ایسرهن صداقا. (رواہ البیهقی فی السنن الکبری)

شکر نعمت:

نکاح پڑھانے کے بعد ارشاد فرمایا:

دنیا میں ایک غلط دستور چل پڑا ہے کہ لوگ عام مواقع کی بنسبت تین مواقع پر زیادہ غلطیاں کرتے ہیں۔ ایک شادی کے موقع پر، دوسرے ولادت کے موقع پر اور تیسرے کسی کے مرنے پر، حالانکہ یہ تین مواقع ایسے ہیں کہ ان میں انسان کو زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا چاہئے اس لئے کہ پہلی دو چیزیں یعنی شادی اور ولادت تو بہت بڑی نعمتیں ہیں اور یہ ایک فطری اصول ہے کہ نعمت ملنے پر انسان کا دل اپنے منعم اور محسن کی طرف خود بخود کھنچتا ہے۔ دنیا میں ہر جگہ اس کا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ کوئی کسی پر احسان کرے تو محسن کی محبت اور اس کی اطاعت پیدا کرنے کے لئے انسان کو کچھ توجہ نہیں کرنا پڑتی اور دل کو کھینچ کر اس طرف نہیں لانا پڑتا بلکہ محسن کی طرف دل خود بخود کھنچتا ہے، بے اختیار کشش ہوتی ہے اور زبان پر شکر کے الفاظ آجاتے ہیں کہ

شکریہ جناب بہت بہت شکریہ۔ انگریزی والے کہتے ہیں ''تھینک یو تھینک یو'' اور اللہ کے بندے کہتے ہیں ''جزاک اللہ جزاک اللہ'' حالانکہ دنیا میں کسی نے احسان کیا تو اس کا کوئی اتنا بڑا کمال نہیں ہے۔ جس پر احسان کر رہا ہے وہ خود مخلوق ہے۔ اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور جس نے احسان کیا اس کا اپنا کچھ نہیں اس کو ساری دولت اور یہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ہی دیں پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کسی پر احسان کرنے کے لئے جو دل میں داعیہ پیدا ہوا، اور جذبہ ابھرا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، غرض سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے یہ احسان کرنے والا تو محض پیالہ ہے ''خالی پیالہ'' اس کو بھرنے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔ حقیقت میں دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں یہ محسن دینے کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے۔

محسن کی غرض:

دنیا میں کوئی کسی پر احسان کرتا ہے تو اس میں محسن کا اپنا فائدہ ضرور ہوتا ہے۔

❶ آپ غور کریں گے تو یہ احسان فائدہ سے خالی نظر نہیں آئے گا محسن کا کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور اس میں پوشیدہ ہوگا، رحمٰن تو محض اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اللہ تعالیٰ ہی ہیں جو بہت رحم کرنے والے ہیں اور رحم کرتے ہیں بدلہ بھی نہیں چاہتے، اس لئے یہ نام بھی اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے، مخلوق میں کسی کو رحمٰن نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ مخلوق جب بھی کسی پر احسان کرے گی تو اپنا فائدہ ضرور مدنظر رکھے گی۔

مثال: کوئی شخص دوسرے پر اس لئے احسان کرتا ہے کہ جس پر احسان کیا ہے وہ کبھی نہ کبھی اس کے کام آجائے گا۔ احسان کرتے وقت یہ بات عموماً لوگوں کے ذہن میں ہوتی ہے کہ لوگ احسان کے بدلے احسان کریں گے اسے رہن سہن اور گذر اوقات میں آسانی ہوگی، زندگی آرام سے گزرے گی۔

❷ اور کوئی اس لئے احسان کرتا ہے کہ لوگ اسے دیکھیں اور کہیں کہ یہ تو بڑا سخی ہے،

بڑے بڑے لوگوں پر اس کے احسانات ہیں، اس سے عزت میں اضافہ ہوگا، ہر طرف واہ واہ شاباش کی صدائیں بلند ہوں گی، دنیا میں نام ہوگا۔

۳ جو شخص طمع سے پاک اور بالکل مخلص ہوگا وہ اس نیت سے احسان کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائیں اللہ کے بندے جس شخص پر احسان کرتے ہیں اس سے کسی قسم کا بدلہ نہیں چاہتے بلکہ اس سے کہتے ہیں:

﴿لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝۹﴾ (پ ۲۹ - ۹)

تَرجَمَہ: ''نہ ہم تم سے بدلہ چاہیں اور نہ شکریہ۔''

جن پر احسان کرتے ہیں ان سے کوئی طمع نہیں رکھتے کسی قسم کا بدلہ نہیں چاہتے کہ وہ آکر ہمارا شکریہ ادا کریں، مال و متاع، اطاعت و خدمت کی صورت میں ہمارا احسان اتاریں کچھ نہیں چاہتے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں۔ جو شخص اتنے اخلاص سے احسان کر رہا ہے وہ بھی درحقیقت یہ کام اپنے فائدہ کے لئے کر رہا ہے اس لئے کہ مسلمان کا سب سے بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں اس سے بڑا فائدہ کیا ہو سکتا ہے؟ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ شخص بے غرض ہے بغیر کسی طمع اور فائدہ کے احسان کر رہا ہے یہ تو سب سے زیادہ ہوشیار ہے اتنا ہوشیار کہ اس سے بڑھ کر کوئی ہوشیار اور عقل مند ہو ہی نہیں سکتا۔ لوگ دنیا میں مختلف چیزوں کے طالب ہوتے ہیں، کوئی اقتدار کا، کوئی مال کا، کوئی بیوی کا، کوئی اولاد کا مگر یہ مالک کا طالب ہے۔ پوری کائنات جس کی ملک ہے وہ اس کا ہوگیا تو اور کیا چاہئے؟ معلوم ہوا کہ یہ جو بغیر کسی دنیوی طمع کے احسان کر رہا ہے یہ سب سے بڑھ کر دانا ہے۔

۴ اگر بالفرض کسی کے دل میں احسان کرنے سے نہ کوئی دنیوی غرض ہے نہ آخرت کی طلب، کسی قسم کا کوئی بدلہ نہیں چاہتا تو کم سے کم، کم سے کم اتنا فائدہ تو وہ اپنا ضرور چاہے گا کہ اس کے دل میں جو جذبہ پیدا ہوا اسے تسکین مل جائے۔ کسی سے متعلق اسے خیال آیا اور دل میں ایک حرکت پیدا ہوئی کہ اس پر احسان کرنا چاہئے اس پر

احسان کر دیا تو دل کو تسکین حاصل ہوگی دل میں سرور و اطمینان کی ایک کیفیت محسوس ہوئی۔ یہ بھی تو ایک فائدہ ہے۔ سو اس کا احسان بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ ایسا احسان جو کسی قسم کی طمع و غرض سے پاک اور ہر قسم کے فائدہ سے خالی ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ وہی ایک ذات رحمٰن ہے پھر اس کی اطاعت کیوں نہ کی جائے؟

احسان کا تقاضا:

بات یہ چل رہی تھی کہ جب کوئی نئی نعمت آئے تو منعم کی طرف دل کو کھینچ کر نہیں لانا پڑتا بلکہ اس کی طرف از خود دل کھنچا چلا جاتا ہے، شادی یا بچے کی ولادت بڑی نعمتیں ہیں، ان مواقع پر انسان کو چاہئے کہ اپنے منعم اپنے محسن اور اپنے محبوب حقیقی اللہ تعالیٰ کے احکام پر قربان ہو جائے ایسے مواقع پر تو چاہئے کہ مسلمان کی محبت کو جوش آنے لگے اور اس میں مالک کے احکام پر مر مٹنے کا جذبہ پیدا ہو۔

تیسرا موقع موت کا ہے اس میں انسان غور کرے تو بڑی عبرت کا سامان ہے کہ ہماری جان کس کے قبضے میں ہے اور دنیا سے رخصت ہو کر یہ سب لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ اور ان مرنے والوں کی جان کیسے نکل رہی ہے؟ اور یہ کہ ہماری باری بھی آنے والی ہے ہماری جان کیسے نکلے گی؟ ان باتوں پر غور کریں تو یہی صدا آئے گی کہ سنبھل سنبھل جاؤ! سدھر جاؤ! اللہ تعالیٰ کے بندے بن جاؤ ان کی نافرمانی سے باز آ جاؤ! مراقبہ موت کے ساتھ اس بات کو خاص طور سے سوچا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کی جان بہت سختی سے نکالی جاتی ہے اور فرماں برداروں کی جان بہت نرمی سے، محبت سے نکالی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں سورۂ نازعات کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ سنا دیا ہے کہ فرشتے نافرمان لوگوں کی جان بہت سختی سے نکالتے ہیں اور اللہ کے فرمانبردار بندوں کی جان بہت نرمی سے نکالتے ہیں۔ پھر آگے کے مراحل قبر، حشر اور حساب و کتاب سے متعلق سوچیں کہ ان میں کیا حالات ہوں گے۔ کسی کی موت دیکھ

کر انسان کو اپنی موت یاد آنا چاہئے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ دینی چاہئیں دنیا میں جتنی موتیں ہو رہی ہیں، جتنی موتوں کی خبر سن رہے ہیں یا آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جتنے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں جتنے لوگوں کو قبروں میں خود اپنے ہاتھوں اتار رہے ہیں ایک ایک موقع پر اگر انسان ایک ایک گناہ بھی چھوڑتا جائے تو مکمل ولی اللہ بن جائے۔ چند دنوں کے اندر اندر سارے گناہ چھوٹ جائیں۔ سوچیں جہاں ہمیں جانا ہے اور جہاں جانے کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا فرمایا ہے اس میں تاخیر کیا ہے؟ وہ گھڑی تو سر پر آئی کھڑی ہے ابھی گئے اور ابھی گئے۔ جیسے شادی کے موقع پر منعم کی طرف دل خود بخود کھنچتا ہے ایسے ہی موت کے موقع پر انسان کو اپنی موت خود بخود یاد آنا چاہئے۔

ان تین مواقع پر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ سے زیادہ متوجہ ہونا چاہئے اسے یہ فکر ہونی چاہئے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ایک ایک حکم کی اطاعت کروں مجھ سے ان کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ ہو مگر حالت یہ ہے کہ انسان کہلاتا تو ہے اللہ کا بندہ لیکن یہ اللہ کا بندہ بنتا نہیں ہے۔ یہ تین مواقع ایسے تھے جن میں شرع کے علاوہ عقل کی رو سے بھی مسلمان کو مجسمہ اطاعت بننا ضروری تھا مگر مسلمان کا حال دیکھ لیجئے کہ انہی تین مواقع پر وہ گناہ زیادہ سے زیادہ کرتا ہے۔ پہلے کی بنسبت خوب دل کھول کر گناہ کرتا ہے۔ جیسے یہ اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑاتا ہے ویسے ہی اللہ تعالیٰ بھی اس کا مذاق اڑاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا معاملہ کیا ہے؟ یہ سوچتا ہے کہ میں رحمٰن کی نعمتیں استعمال کر کرکے رحمٰن ہی کی نافرمانی کرتا رہتا ہوں دیکھئے رحمٰن تو میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ رہا۔ نہ میری ٹانگ توڑی نہ میری آنکھ پھوڑی کچھ بھی نہیں کیا۔ جیسے یہ اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑاتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ہیں یہی ظاہر کرتے ہیں کہ ہم تمہارا کچھ نہیں بگاڑ رہے تو ہی غالب ہے تیرا شیطان بھی غالب ہے جو مرضی میں آئے کرتا رہ۔

نافرمانی کا انجام:

﴿ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ ﴾(پ۳ - ۵٤)

یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کا مذاق اڑاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کچھ ڈھیل دے دیتے ہیں اور ڈھیل دیے رکھتے ہیں مگر جونہی اس کی پکڑ ہوتی ہے ساری کسر نکل جاتی ہے۔ نعمت عذاب کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ دیکھئے شادی کے موقع پر جو خرافات ہوتی ہیں، طرح طرح کی نافرمانیاں کی جاتی ہیں اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ ڈھیل دے دیتے ہیں کہ ٹھیک ہے کر لو گناہ اس کا انجام بھی عنقریب دیکھ لو گے۔ دیکھئے اسی طرح ولادت جس پر خوشی کے شادیانے بجائے گئے تھے جی بھر کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کی گئی تھیں مگر یہ اولاد بڑی ہو کر نافرمان ہوتی ہے خوشی کی بجائے پریشانیوں کا سبب بنتی ہے اور والدین کے سر پر جوتے برساتی ہے کھٹ کھٹ جوتے پر جوتا برستا ہے تو آنکھیں کھلتی ہیں اب کہتے ہیں کہ ایسی نالائق اولاد کی ولادت پر ہم نے بے جا خوشیاں منائیں ہمیں یہ انجام معلوم ہوتا تو اس کی آمد پر خوشی کی بجائے ماتم کرتے۔ میرے پاس ٹیلیفون پر ٹیلیفون آتے ہیں کہ اولاد بہت بگڑ چکی ہے برا حال ہے دعاء کر دیجئے کوئی تعویذ دے دیجئے یہ ہوا ولادت کی خوشیوں کا انجام، مچھلی کی مثال تو دیا ہی کرتا ہوں کہ شکاری نے کانٹے میں بوٹی اٹکا کر مچھلی کو ڈال دی وہ بہت خوش ہوئی کہ آگیا رزق، غیب سے مدد آگئی، فلاں وظیفہ پڑھا تھا اور فلاں بابا سے وسعت رزق کا تعویذ لائے تھے تعویذ بڑا موثر ثابت ہوا آخر رزق آ ہی گیا یہ سوچ سوچ کر خوش ہو رہی ہے۔ ادھر شکاری بھی خوش ہے مچھلی کے کانٹا نگلتے ہی وہ بھی خوش ہو جاتا ہے میرا رزق آگیا۔ دونوں اپنی جگہ خوش ہیں، لیکن مچھلی کو اس وقت پتا چلتا ہے جب کانٹا حلق میں اٹکتا ہے اور شکاری اسے ایک دم سے کھینچ کے باہر کنارے پر لاتا ہے پھر گھر لے کر جا تلتا ہے تو مچھلی کو پتا چلتا ہے ارے میں کیا سمجھی

تھی اور یہ کیا ہوگیا، سن لیجئے شادی اور ولادت کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنے والے لوگ بھی نادان مچھلیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس وقت ڈھیل دے دیتے ہیں کہ ہاں ابھی مزے لوٹ لو، مستیاں کرلو مگر عنقریب ہی اس کا انجام بھی دیکھ لو گے۔ پھر چند دنوں بعد ہی جب بیوی چلاتی ہے کرچھلی اور دونوں آپس میں ہوتے ہیں دست وگریبان تو اب پچھتاتے ہیں کہ کاش نہ یہ شادی ہوتی نہ اس پر خوشیاں مناتے۔ پھر ان دونوں کی یہ آپس کی لڑائی اور مار کٹائی صرف میاں بیوی تک محدود نہیں رہتی بلکہ آگے خاندان اور برادریوں تک تجاوز کر جاتی ہے اور دونوں جانب سے اعتراضات اور الزامات کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے۔ لڑائی جھگڑوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ لڑائی شروع تو ہوئی تھی میاں بیوی سے مگر بڑھتے بڑھتے خاندانوں کے خاندان اس کی لپیٹ میں آگئے سب اپنی جگہ پریشان اور سرگرداں ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا کریں۔ ذرا سوچئے! یہ ساری مصیبت اس لئے آئی کہ اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت کی ناقدری کی، نعمت ملنے پر شکر کی بجائے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شروع کردی۔ شادی تو اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے بلکہ دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ یہاں نکاح کے خطبے میں ہمیشہ ایک حدیث پڑھتا ہوں اور آپ لوگ سنتے رہتے ہیں:

”خير متاع الدنيا المرأة الصالحة“ (مسلم)

کہ دنیا میں سب سے بڑی نعمت نیک بیوی ہے، یہ تو شوہر کے حق میں ہے اور بیوی کے حق میں سب سے بڑی نعمت نیک شوہر ہے۔

ولادت بھی بہت بڑی نعمت ہے اس کے ذریعے انسان عدم سے وجود میں آتا ہے اور یہ وجود کی ایک نعمت مدار ہے تمام نعمتوں کے لئے وجود نہ ہوتا تو کوئی نعمت ظاہر نہ ہوتی، باقی سب نعمتیں وجود کے بعد ظاہر ہوتی ہیں، پھر نیک اولاد والدین کے لئے دنیا وآخرت دونوں میں ترقی، راحت وسکون کا ذریعہ اور صدقہ جاریہ بنتی ہے اتنی بڑی

نعمت اور اتنی بڑی خوشی ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کرنا چاہئے اور اس کی نافرمانیوں سے باز آ جانا چاہئے، مگر آج کا مسلمان کہتا ہے نہیں ولادت کے موقع پر اطاعت کی بجائے نافرمانی کرو اور خوب کرو۔ جو گناہ عام دنوں میں نہیں کرتے وہ بھی اس موقع پر کر دو۔ یاد رکھئے! یہ تین مواقع ایسے ہیں کہ انہیں دیکھ کر، سن کر یا سوچ کر انسان ہر قسم کے گناہ چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا ہے لیکن جو ایسا ڈھیٹ ہو کہ مجبور ہونے پر بھی گناہ نہ چھوڑے تو اس کی کیا سزا ہونی چاہئے؟ اس کا دین اس کی عقل اور اس کی غیرت اسے مجبور کر رہی ہے کہ ان مواقع پر ہر قسم کی نافرمانی سے باز آ جاؤ یہ ایسے مواقع ہیں کہ ان میں گناہ کا نام بھی مت لو، گناہ کے قریب بھی نہ بھٹکو، اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھئے کہ وہ اس قسم کے مواقع پیدا کر کے انسان کو نافرمانی چھوڑنے پر مجبور کر رہے ہیں کان سے پکڑ کر جھنجھوڑ رہے ہیں، جھنجھوڑ رہے ہیں کہ بندے! سدھر جا، نافرمانی چھوڑ دے، بغاوت سے باز آ جا۔

﴿ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَٰهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُۥٓ أَخْلَدَ إِلَى ٱلْأَرْضِ وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ ﴾(پ۹ - ۱۷۶)

تَرجَمہ: ”اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا۔“

مجبور کرنے کے معنی:

یہ جو کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ گناہ چھوڑنے پر مجبور کر رہے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ مجبور کرنے کی دو قسمیں ہیں۔

❶ ایک تو یہ کہ کسی کو کان سے پکڑ کر زبردستی اس سے کوئی کام کروایا جائے لیکن اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتے، یہ آیت جو میں نے ابھی پڑھی ہے اس میں یہی مضمون ہے کہ

ایسے ہم کسی کو مجبور نہیں کریں گے۔ اگر ایسے کرنے لگیں تو بندوں کا امتحان کیا ہوگا؟ سب کو پکڑ پکڑ کر ولی اللہ بنادیں تو بندوں کا امتحان کیسے ہوگا اور یہ امتیاز کیسے ہوگا کہ ان میں اللہ تعالیٰ کے بندے کون ہیں اور شیطان کے بندے کون؟ یہ تو معلوم ہی نہ ہوسکے گا۔

❷ مجبور کرنے کی دوسری قسم یہ ہے کہ دلائل کے ذریعے کسی کو مجبور کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے انعامات اور احسانات جتا جتا کر، اپنی قدرت کے نمونے پیش کرکر کے، جنت اور جہنم کا بار بار تذکرہ فرما کر، فرماں بردار اور نافرمان لوگوں کا انجام ذکر فرما کر، بالخصوص انبیاء سابقین کی سرکش امتوں کا تذکرہ اور ان کا عبرت ناک انجام بیان فرما کر جھنجوڑ رہے ہیں اور ماننے پر مجبور کررہے ہیں۔ مجبور کرنے سے مراد وہ نہیں جو عوام سمجھتے ہیں یعنی زبردستی کسی سے کوئی کام لینا بلکہ یہ معنی ہیں کہ کسی کے سامنے ایسے دلائل اور واقعات پیش کرنا کہ مخاطب میں ذرہ برابر بھی صلاحیت ہو تو اسے مانے بغیر چارہ نہ رہے کسی منکر کو دلائل کے زور سے قائل ہونے پر مجبور کردینا مطلب یہ ہے کہ بندوں کے سامنے اللہ تعالیٰ نے جو دلائل پیش کئے ہیں کسی ہٹ دھرم منکر کے سوا کوئی ان کا انکار نہیں کرسکتا۔ بالخصوص اللہ تعالیٰ کے جو احسانات ہیں ان کا انکار تو ممکن ہی نہیں اور یہ اصول ہے کہ ''الانسان عبدالاحسان'' یعنی انسان احسان کا بندہ ہے۔ انسان کیا یہ چیز تو جانوروں کی فطرت میں بھی ہے۔ کوئی کتے کو روٹی کا ٹکڑا ڈال دے تو اس کے سامنے کتا دم ہلانے لگتا ہے۔ دم ہلائے نہ ہلائے لیکن اب اسے کاٹے گا نہیں بلکہ اس سے محبت کرے گا۔ ایک بار کتے کے سامنے ٹکڑا ڈال دیں بس ہمیشہ کے لئے دوست بن جائے گا۔ جونہی دور سے آپ پر نظر پڑے گی دم ہلاتا خوش آمدید کہتا ہوا آئے گا اور آکر آپ کے سامنے جھک جائے گا۔ یہ روٹی کا ٹکڑا ہے جو کتے کو جھکنے پر مجبور کررہا ہے۔ کتا تو احسان مان کر جھک جاتا ہے لیکن آج کا مسلمان اپنے محسن کے سامنے نہیں جھکتا۔

ان تین مواقع میں مسلمان کو گناہ چھوڑ دینے چاہئیں مگر ان تینوں مواقع میں کھل کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ شادی اور ولادت کے مواقع پر اس کی کوشش ہوتی ہے کہ سب کو خوش کر دے کسی سے کوئی گلہ شکوی نہ رہے چنانچہ رشتہ داروں میں، دوستوں میں کسی کو اس سے کچھ شکایت ہو رنجیدگی ہو تو اس کے پاس خود چل کر جاتا ہے اور خوشامد کر کے ان کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے اگر اس کے کہنے سے وہ نہیں مانتے تو انہیں منوانے کے لئے دوسروں کو ساتھ لے جاتا ہے کہ آپ انہیں سمجھائیں اور آمادہ کریں کہ مہربانی کر کے ہماری شادی پر آ جائیں اور جو کچھ آپس میں کہا سنا ہے سب معاف کر دیں۔ شادی میں خوشامد کر کے سب کو جمع کر لیتے ہیں اور ہر قیمت پر انہیں خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ظلم دیکھئے کہ سب لوگوں کو جمع کرتے ہیں لیکن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں سے نکال دیتے ہیں کہ آپ تھوڑی دیر کے لئے ذرا ایک طرف ہو جائیں۔ اس وقت آپ کی بجائے ہم نے شیطان کو بلا لیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کے دل میں شیطان کا خوف اللہ تعالیٰ کے خوف سے بڑھ کر ہے۔ اسی لئے شادی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی مول لے کر شیطان کو راضی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہی کہتا ہے کہ اس وقت تو اپنی تقریب میں ہم نے شیطان کو بلا لیا ہے اس لئے آپ ذرا تھوڑی دیر کے لئے ایک طرف کو ہو جائیں تاکہ ہم شیطان کو کھل کر راضی کر سکیں۔ اس کے بعد پھر مسجد میں جا کر نماز پڑھیں گے اور آپ کے سامنے جھک کر آپ کو راضی کر لیں گے لیکن ابھی تھوڑی دیر کے لئے ذرا آپ ایک طرف ہو جائیں۔ شیطان کو خوش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک طرف کر دیا۔

خطبہ کی آیات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کے خطبہ میں یہ تین آیتیں پڑھا کرتے تھے جو

میں نے پڑھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ نکاح کے لئے ان آیات کا انتخاب فرما کر امت کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت سے بچنے کی ہدایات دی ہیں اور یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ اس موقع پر لوگ اللہ تعالیٰ کی بغاوتیں اور نافرمانیاں بہت کرتے ہیں۔ پہلے سے بڑھ کر نافرمانیاں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں دھمکی دی ہے کہ خبردار یہ نعمت میں نے دی ہے خوشی میں آکر اتراؤ مت۔ میں چاہوں تو اپنی نعمت چھین بھی سکتا ہوں۔ شادی تو تم نے کر دی آگے میاں بیوی میں توافق پیدا کرنا میرا کام ہے میری قدرت میں ہے کہ اس کو نعمت بناؤں یا عذاب۔

میری قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں، جس نعمت پر تم اترا رہے ہو اتنی خوشیاں منا رہے ہو میں چاہوں تو اس نعمت کو عذاب میں بدل ڈالوں۔ میاں بیوی ایک دوسرے کے حق میں عذاب اور مصیبت بن جائیں۔ یہ سب میری قدرت میں ہے۔ ان آیات کے ذریعے اللہ تعالیٰ شادی کرنے والوں کو تنبیہ فرما رہے ہیں کہ ہوش میں آجاؤ ایسا نہ ہو کہ شامت اعمال سے یہ خوشیاں تمہارے لئے وبال بن جائیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ جہاں جہاں انسان کے بھٹکنے کا احتمال ہوتا ہے، اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں غلط راستے پر نہ پڑ جائے اللہ تعالیٰ پہلے ہی سے اسے بیدار کر دیتے ہیں بلکہ جھنجوڑتے ہیں کہ میرے بندے بھٹک نہ جانا۔ یہ امتحان کا موقع ہے ہوشیار رہنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے ورنہ اگر وہ خبردار نہ کریں اور انسان بھٹک جائے تو اس میں اللہ تعالیٰ کا کیا بگڑے گا؟ یہ بندوں پر ان کی رحمت اور شفقت ہے۔ یوں تو انسان کو قائل کرنے اور اسے مجبور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے احسان بھی کافی ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے عقل بھی دی ہے۔ عقل کے علاوہ شریعت بھی دی ہے۔ ڈرانے والے تو اللہ تعالیٰ نے بہت دیئے ہیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ موقع بموقع بار بار متوجہ فرماتے رہتے ہیں کہ متوجہ ہو جاؤ غفلت سے باز آجاؤ۔ کتنی بڑی شقاوت قلب ہے کہ ان سب چیزوں کے باوجود یہ مسلمان پھر بھی بغاوت سے باز نہیں آتا پھر وہی ٹیڑھی چال گویا کہ اسے مرنا

ہی نہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے کبھی جانا ہی نہیں۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ آج کل شادیوں میں خرافات اور غلط کام بہت ہوتے ہیں۔

ایک سنگین غلطی:

ان میں سے ایک غلط کام یہ بھی ہے کہ شریعت کا حکم ہے کہ لڑکی سے اجازت لینے کے لئے ولی اقرب جائے یعنی لڑکی کے رشتے داروں میں جو قریب سے قریب تر رشتے دار ہے وہی لڑکی سے جا کر پوچھے کہ اس لڑکے سے تیرا نکاح کر رہے ہیں تجھے قبول ہے؟ اگر لڑکی کنواری ہو اور پوچھنے والا قریب تر رشتہ دار ہو تو پوچھنے پر لڑکی کے خاموش رہنے سے نکاح ہو جاتا ہے صراحۃً اجازت دینا ضروری نہیں، اگر لڑکی کنواری نہ ہو، پوچھنے والا قریب تر رشتہ دار نہ ہو تو لڑکی کا صراحۃً اجازت دینا ضروری ہے خاموش رہنے سے نکاح نہ ہوگا، لڑکی کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار کون ہے؟ والد۔ والد جا کر پوچھے۔ کسی کا والد نہیں ہے تو والد کے بعد دادا کا نمبر ہے دادا جا کر پوچھے۔ والد بھی نہ ہو دادا بھی نہ ہو تو بھائی پوچھے۔ پھر بھائی کے بعد بھتیجے کا نمبر ہے۔ مسئلہ سن لیجئے کہ بھتیجے کا درجہ چچا سے بھی پہلے ہے بھائی بھتیجے اور بھتیجوں کی اولاد میں سے کوئی بھی نہ ہو تو پھر چچا، ولی ہے۔ لڑکی کے اولیاء کی یہ ترتیب ہے اس کی رعایت ضروری ہے اگر والد کے ہوتے ہوئے بھائی نے پوچھ لیا یا چچا نے پوچھ لیا اور لڑکی خاموش رہی تو اس کا پوچھنا نہ پوچھنا برابر ہے ذرہ برابر بھی اس کا فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ تو ایسے ہی ہوگا کہ گویا لڑکی سے پوچھا ہی نہیں بغیر پوچھے نکاح کر رہے ہیں البتہ نکاح ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ سن کر کہیں اس شبہہ میں نہ پڑ جائیں کہ سرے سے نکاح ہی نہیں ہوگا۔ نکاح ہو جائے گا دو وجہوں سے: ایک یہ کہ جیسے دستور ہو گیا ہے لڑکی کو پہلے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوچھنے جو بھی آئے اور جو کچھ بھی پوچھے بہرحال اسے ابا ہی نے بھیجا ہوگا۔ جب اسے معلوم ہے کہ جو میرا اصل ولی ہے یہ اسی کا بھیجا ہوا ہے اس نے پوچھا ہے تو نکاح

ہو جائے گا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اس کو اتنا علم بھی نہ ہو کہ والد نے بھیجا ہے یا خود آیا ہے۔ تو یہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف رہے گا بعد میں جب لڑکی رخصتی کے لئے تیار ہوگئی اور خوشی سے شوہر کے گھر رخصت ہوگئی تو گویا اس نے قبول کرلیا۔ اب نکاح نافذ ہو جائے گا۔ مسنون طریقہ تو یہ ہے کہ پوچھنے کے لئے ولی اقرب جائے لیکن لوگوں میں دستور یہ ہے کہ باپ دادا یا بھائی کی بجائے ماموں کو بھیج دیتے ہیں۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ کسی غیر محرم کی بجائے ماموں کا ہی انتخاب کیا۔ اتنی سی عقل تو آگئی کہ لڑکی کے پاس اس کے ماموں کو بھیج دیتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ماموں کسی درجے میں بھی لڑکی کا ولی نہیں اس کی بجائے چچا کو بھیجتے تو بھی ٹھیک تھا کہ وہ کسی نہ کسی درجے میں تو ولی ہے کہ والد، دادا اور بھائی بھتیجے نہ ہوں ان سب کے بعد آخر میں چچا ولی ہے اور وہ پوچھ سکتا ہے ماموں کا تو کوئی حق ہے ہی نہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر اور زیادہ جہالت، بے دینی اور پرلے درجہ کی بے حیائی کی بات یہ کہ بعض لوگ لڑکی کے بہنوئی کو پوچھنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ یہ شریعت کے خلاف تو ہے ہی عقل اور غیرت کے بھی خلاف ہے۔ انتہائی درجے کی بے حیائی ہے۔ بہنوئی تو ویسے ہی سالیوں پر جھپٹنے میں بہت مشہور ہیں، سالی کو بھی بیوی بنائے رکھتے ہیں؟ لڑکی سے نکاح کی اجازت لینے کے لئے ایسے خطرناک رشتے کا انتخاب کتنی بڑی بے حیائی ہے اور لڑکی کے والدین کس قدر بے غیرت، بے حیاء اور دیوث ہیں۔ ذرا سوچئے کیا انجام ہوگا اس قسم کی شادیوں کا؟ بے دینی کی نحوست سے عقل پر تو پردہ پڑ ہی گیا تھا شرم وحیاء بھی رخصت ہوگئی۔ کتنی بے حیاء قوم ہے۔ یہ سب گناہوں کی نحوست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے کرتے دل سے حیاء بھی نکل گئی۔

بے حیائی:

دنیا میں سب سے بڑی اور اول نمبر کی بے حیائی مردوں کا ڈاڑھی منڈانا کٹانا اور

عورتوں کا بے پردہ پھرنا ہے۔ جب اتنی بڑی بے حیائی گوارا کر لی تو سالی سے اجازت لینے کے لئے بہنوئی کو بھیجنا کون سی بڑی بات ہے؟ وہ تو اس کے سامنے کچھ بھی نہیں۔

؎ اذا فاتك الحياء فافعل ما شئت

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

حیاء ہی چھوڑ دی تو اب خواہ ننگے ناچتے رہو۔ بے حیائی سے روکنے والی چیز تو شریعت ہے یا پھر حیاء۔ جب دونوں سے آزاد ہوگئے شریعت کا لحاظ رہا نہ حیاء رہی تو اب ننگے ناچتے رہو۔ حیوانوں کی طرح دولتیاں مارتے رہو جو چاہے کرتے رہو۔ مسلمان نے ڈاڑھی پر پھاوڑا چلا کر حیاء کا اڈہ ہی اڑا دیا۔ پہلے کسی زمانے میں ہم سنا کرتے تھے کہ کسی سے کوئی غلیظ حرکت صادر ہوگئی بے حیائی کا ارتکاب ہوا تو لوگ فوراً کہتے ارے! تمہارے منہ پر ڈاڑھی ہے، ڈاڑھی رکھ کر ایسی غلط حرکتیں کرتے ہو؟ آج کل تو لوگ ایسے نہیں کہتے ہوں گے بلکہ یہ کہہ کر ٹوکتے ہوں گے کہ ارے! آلو جیسا تمہارا چہرہ ہے پھر ایسے غلط کام کرتے ہو؟ ایسے تو نہیں کہتے ہوں گے کہ تمہارے منہ پر ڈاڑھی ہے اور پھر بھی اایسے کام کرتے ہو۔ کوئی کہتا ہے ایسے؟ نہیں! شاید کوئی پرانے لوگ اب بھی کہتے ہوں ورنہ یہ کہنے کا اب دستور نہیں رہا۔ جب ڈاڑھی ہی نہیں رہی تو ایسے کون کہے گا؟ اب تو کسی کو ٹوکنے کے لئے کہنا چاہئے ارے! تمہارا چہرہ تو زنانہ بالکل عورتوں جیسا پھر بھی ایسی حرکتیں کر رہے ہو؟ عورت تو کمزور سی مخلوق ہے تم عورت ہو کر یہ کام کر رہے ہو؟ عورتوں کو یہ کام زیب نہیں دیتے۔ ڈاڑھی منڈانے والے مردوں کو آج کل ایسے کہنا چاہئے۔ پہلے زمانے میں جب مسلمان ڈاڑھیاں رکھتے تھے تو اپنے اوپر اعتماد دلانے یا کسی کو ٹوکنے کے لئے یوں کہتے تھے کہ میرے چہرے پر ڈاڑھی ہے یا تیرے منہ پر ڈاڑھی ہے پھر بھی ایسا کام؟ مطلب یہ ہے کہ ڈاڑھی تو حیاء کی علامت ہے اور بے حیائی سے روکتی ہے لیکن مسلمان نے حیاء کا اڈہ ہی اڑا دیا۔ اب جتنی چاہو بے حیائی کرتے رہو نہ کوئی ٹوکے گا نہ طعنہ دے گا۔

اسی طرح بے پردہ عورتوں نے چہرے سے پردہ اتار کر حیاء کا اڈا ہی اڑا دیا ہے، پھر اس سے بھی بڑھ کر حماقت اور بے حیائی و دیوثی یہ کہ نکاح کی اجازت لینے کے لئے بہنوئی کو سالی کے پاس بھیجا جا رہا ہے، وہ ویسے ہی سالی پر مر رہا ہے پھر لڑکی کا دیوث ابا اسے شادی جیسے محرک موضوع کے سلسلہ میں سالی کے پاس بھیج کر اس کی خباثت کو مزید شہ دے رہا ہے درحقیقت پردہ عورتوں کے چہروں سے اتر کر مردوں کی عقلوں پر پڑ گیا ہے۔ بہنوئی کو اجازت لینے کے لئے بھیجنا بڑی بے حیائی کی بات ہے۔ ایسی بے حیائی جس کا کوئی غیرت مند انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یہ بات صرف شریعت کے ہی نہیں غیرت کے بھی خلاف ہے بڑی بے دینی اور انتہائی بے حیائی کی بات ہے اور بہت بڑی دیوثی ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ مجھے اللہ تعالیٰ کے بندوں سے محبت ہے ان سے ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دل میں یہ جذبہ ڈال دیا ہے کہ یہ میرے بندے ہیں مجھے اپنے بندوں سے محبت ہے تم بھی ان سے محبت کرو۔ محبت کا مطلب کیا ہے کہ ان کو نقصان سے بچاؤ اور ان سے وہ سلوک کرو جن سے ان کو فائدہ پہنچے۔ دیکھئے چھوٹا بچہ اگر بیمار پڑ جائے تکلیف میں مبتلا ہو تو والدین اسے کڑوی دوائیں پلاتے ہیں انجکشن لگواتے ہیں بلکہ مرض بگڑ جائے تو آپریشن کروانے سے بھی دریغ نہیں کرتے حالانکہ والدین سے بڑھ کر بچہ کسی کو پیارا نہیں ہوتا مگر وہ بچے کی جان بچانے کے لئے اس کے فائدے کے لئے یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ اسی طرح بچے کا جسم میلا ہونے لگتا ہے تو رگڑ رگڑ کر نہلاتے ہیں صابن لگاتے ہیں ملتے ہیں۔ اس دوران بچہ چیختا چلاتا ہے مگر والدین ذرہ برابر اس کی پروا نہیں کرتے اس کی چیخیں سن سن کر رگڑائی نہیں چھوڑتے صرف یہ کہتے جائیں گے کہ بیٹا کوئی بات نہیں بس تھوڑی دیر میں پاک صاف ہو جاؤ گے۔ میں بھی لوگوں سے گناہ چھڑوانے کے لئے ان کی رگڑائی کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے بندوں سے جو محبت اور ہمدردی کا جذبہ ہے وہ چھوڑنے ہی نہیں دیتا۔ مجھ سے اللہ تعالیٰ پوچھیں

گے نہیں کہ میرے بندے تیرے پاس آتے تھے تو نے ان کے ساتھ محبت کا سلوک کیوں نہیں کیا؟ یقیناً پوچھیں گے اور ہر اس شخص سے پوچھیں گے جس نے اللہ تعالیٰ کے بندوں سے گناہ چھڑوا کر انہیں جہنم سے بچانے کی کوشش نہ کی۔

مصلح کا کام:

اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ایک نہلانے دھلانے والے کے پاس بھیج دیا اس نے نہلا دھلا کر صاف کر دیا۔ یہ میرا معمول ہے کہ کسی کو گناہوں سے میلا اور آلودہ دیکھتا ہوں تو ذرا صفائی کر دیتا ہوں۔ عقل مند لوگ تو اس سے خوش ہوتے ہیں۔ احمق لوگ شاید گھبرا جاتے ہوں گے کہ کہاں پھنس گئے۔ مگر معالج کبھی مریض کی رائے نہیں لیتا وہ اپنا کام کرتا ہے۔ مریض کی چیخوں پر کان نہیں دھرتا بلکہ اپنا کام کر کے رہتا ہے نادان مریض چیختا چلاتا ہے ڈاکٹر کو برا بھلا کہتا ہے لیکن عقل مند اور دانا مریض ڈاکٹر کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ انجکشن کی تکلیف بھی برداشت کر لیتا ہے ڈاکٹر کو پیسے بھی دیتا ہے اور ساتھ ساتھ اس کا شکریہ بھی اداء کرتا ہے۔ یہی حالت روحانی مریض اور روحانی معالج کی ہوتی ہے مریض میں عقل ہو تو انجکشن لگنے کے بعد روحانی معالج کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ آپ نے میری اصلاح کر دی، مجھے صحیح راہ پر لگا دیا۔ ورنہ میں بھٹک جاتا۔ جہنم میں چلا جاتا لیکن جس مریض میں عقل نہیں وہ معالج کی شکایت کرتا ہے، عقل کس میں نہیں ہوتی؟ جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور باغی ہو۔ گناہوں کا وبال سب سے پہلے عقل پر پڑتا ہے۔ گناہوں کی کثرت سے انسان کی عقل مسخ ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص سے جتنی خیر خواہی کی جائے جس قدر اصلاح [illegible] جائے وہ یہی کہے گا کہ یہ مجھ پر ظلم کر رہا ہے۔ مگر ایسی باتوں سے ہماری محبت ختم نہیں ہوتی، خیر خواہی کا جذبہ سرد نہیں پڑتا۔ عقل مند سے ویسے ہی محبت ہوتی ہے کہ وہ [illegible] ہی محبت کے لائق مگر کم عقل یا بے وقوف سے بھی عداوت نہیں بلکہ ایسا شخص [illegible]

کا مستحق ہے۔اس کی حالت زیادہ قابل رحم ہے۔اس لئے دونوں کی اصلاح کی جاتی ہے دونوں کا حق ہے اور حق محبت کا ادا کرنا ضروری ہے۔

خطبہ میں جو تین آیتیں اور چار حدیثیں پڑھی گئی ہیں ان سے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں مگر پہلے تو یہ مسئلہ سمجھ لیا جائے کہ نکاح کے لئے خطبہ پڑھنا کوئی شرط لازم نہیں جیسے جمعہ سے پہلے خطبہ شرط ہے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی ایسے نکاح کے لئے خطبہ لازم نہیں لیکن پھر بھی کیوں پڑھا جاتا ہے؟

خطبہ کی مصلحت:

اس کی مصلحت سمجھ لیں سمجھ میں آ جائے تو مسلمانوں کی دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں مگر لوگوں نے اس خطبہ کو بھی رسم کی شکل دے دی ہے۔اس کی مصلحت نہ کوئی سوچتا ہے نہ سمجھتا ہے۔نکاح خواں خطبہ پڑھ کر سنا دیتا ہے سننے والے سن کر اٹھ جاتے ہیں مگر یہ کوئی نہیں سوچتا کہ اس خطبہ کی حکمت اور مصلحت کیا ہے۔اگر کوئی کہے کہ ہاں ہمیں حکمت معلوم ہے وہ یہ کہ خطبہ اگرچہ ضروری نہیں اس کے بغیر بھی نکاح ہو جاتا ہے مگر اس کے پڑھنے سے برکت ہوگی۔ برکت کے لئے پڑھتے ہیں۔لیکن ذرا سوچئے کہ برکت تو جب ہو کہ خطبہ میں جو کچھ پڑھا گیا ہے اس کے مطابق عمل بھی ہو ذرا اس بات کو سوچئے اور بار بار سوچئے کہ مجلس نکاح میں بیٹھے تمام شرکاء کو اور خاص طور سے نکاح کرنے والے فریقین کو قرآن کی آیات پڑھ کر سنائی جا رہی ہیں احادیث سنائی جا رہی ہیں مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام اور قوانین سننے کے بعد سمجھنے کے بعد گھر پہنچتے ہی انہیں توڑنا شروع کر دیں ایک ایک حکم کو توڑتے چلے جائیں تو محض سننے سے کیا حاصل ہوگا؟ برکت ہوگی یا عذاب نازل ہوگا؟ نکاح سے پہلے خطبہ کا مقصد ہی بندوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام سے باخبر کرنا ہے۔

شادی مبارک کہنے کی رسم:

غالبًا شادی کی تقریب پر بلانے کے لئے جو کارڈ چھاپے جاتے ہیں ان پر "شادی مبارک" لکھا ہوتا ہے میں نے "غالبًا" اس لئے کہ بحمد اللہ تعالیٰ میں ایسی خرافات سے بہت دور ہوں، اس لئے مجھے پوری تحقیق نہیں، بہت عرصہ ہوا کسی شادی کارڈ پر نظر پڑ گئی تھی غالبًا اس پر "شادی مبارک" لکھا ہوا تھا۔

پھر نکاح کے بعد اسی مجلس میں ہر طرف سے "شادی مبارک، شادی مبارک" کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے، پھر وہاں سے اٹھنے کے بعد کئی دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، بچے کی ولادت پر بھی یونہی ہوتا ہے جو بھی سنتا ہے مبارک باد دیتا ہے ہر طرف مبارک مبارک کی آوازیں گونجنے لگتی ہیں، اسی طرح عید مبارک، نیا مکان بنالیا، نئی دکان مبارک، نئی تجارت مبارک، وغیرہ وغیرہ۔ غرض ہر خوشی کے موقع پر مبارک دینے لینے کا عام دستور ہے مگر یہ کوئی بھی نہیں سوچتا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ یہ جملہ رات دن بولا اور سنا جا رہا ہے لیکن اس کا مطلب سمجھنے سے اتنی غفلت کہ اس پر جتنا تعجب کیا جائے کم ہے۔

"شادی مبارک" کہنے کا مطلب:

اس کا مطلب غور سے سنئے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کیجئے۔

"مبارک باد" دعاء ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس نعمت اور خوشی پر یہ دعاء دی جا رہی ہے اس نعمت سے جو مقصد ہے اس سے فائدہ تام ہو اور اس میں دوام ہو یعنی فائدہ زیادہ سے زیادہ ہو اور یہ فائدہ ہمیشہ رہے بلکہ اس میں روز بروز ترقی ہوتی رہے، مثلاً "شادی مبارک" کا مطلب یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے لئے دنیا و آخرت میں راحت و سکون کا ذریعہ بنیں، اور صالح اولاد پیدا ہو جو والدین کے لئے

صدقہ جاریہ ہو۔

دعاء کی حقیقت:

دعاء کی حقیقت یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے دعاء مانگ رہے ہیں دل میں بھی اس کی سچی طلب ہو، اگر دل میں طلب نہیں صرف اوپر اوپر سے زبان سے مانگ رہے ہیں تو یہ دعاء نہیں بلکہ خود فریبی ہے یا اللہ تعالیٰ کو فریب دے رہے ہیں ہے دل میں طلب ہے ہی نہیں اور زبان سے مانگ رہے ہیں، یہ نفاق ہے ایسی دعاء قبول نہیں ہوتی اس لئے کہ درحقیقت یہ دعاء ہے ہی نہیں۔

دل سے طلب کی علامت:

دعاء مانگنے والے کے دل میں بھی طلب ہے یا نہیں؟ اس کی علامت یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے دعائیں کر رہا ہے اور کروا رہا ہے اس مقصد کے لئے حسب استطاعت کوشش بھی کرے، کوشش کے بغیر دعائیں کرنا کروانا اس کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں طلب نہیں، اس لئے ایسی دعاء مانگنے والے کو ہر شخص احمق کہے گا، مثلاً کوئی پیاسا پانی کے پاس بیٹھا ہے اور وہ ہاتھ بڑھا کر پانی پینے کی بجائے خوب گڑگڑا کر ہاتھ پھیلا پھیلا کر دعائیں مانگ رہا ہے کہ یا اللہ! پیاس لگی ہے میری پیاس بجھا دے، کیا اس کی دعاء قبول ہو جائے گی اور پیاس بجھ جائے گی؟ کیا اس سے بڑھ کر کوئی احمق ہوسکتا ہے؟ اسی طرح اگر شادی کرتا نہیں اور اولاد پیدا ہونے کے لئے وظائف پڑھ رہا ہے، دعائیں کر رہا ہے، کروا رہا ہے تو کیا اس کے اپنے پیٹ سے بچہ نکل آئے گا؟ ایسے ہی اگر کوئی رزق کے لئے وظائف اور دعائیں تو بہت کرتا کرواتا ہے مگر کمانے کا کوئی ذریعہ اختیار نہیں کرتا تو کیا اسے پرلے درجہ کا احمق نہیں کہا جائے گا؟ غرض یہ کہ دل سے طلب کرنے کی دلیل یہ ہے کہ دعاء کے ساتھ کوشش بھی کرے۔

مقصد میں کامیابی کی شرط اولین:

کسی بھی مقصد کے لئے جتنی بھی کوششیں کی جاسکتی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ اہم بلکہ بنیادی کوشش یہ ہے کہ اس مقصد کا پورا کرنا جس کے اختیار میں ہے اسے راضی کیا جائے، اور یہ حقیقت تو دنیا کا احمق سے احمق بھی بخوبی جانتا ہے کہ کسی کو بھی اس کی مخالفت چھوڑے بغیر ہرگز راضی نہیں کیا جاسکتا۔

اب ان سب مقدمات کو ملا کر غور کیجئے کہ دنیا کا ہر مقصد اور ہر ہر چیز، خیر وشر، راحت وعذاب، سکون وپریشانی سب کچھ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے، یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے جس میں کسی کو بھی کوئی اختلاف نہیں اور یہ عقیدہ ایسا مستحکم ہے کہ ایمان کی بنیاد ہے اس میں کسی کو ذرا سا بھی کوئی شبہ ہو تو ایمان رخصت۔

پھر اس پر غور کیجئے کہ جب سب کچھ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے تو اسے راضی کئے بغیر اس کے خزانے سے کیسے لے سکتے ہیں؟

پھر یہ سوچئے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور نافرمانی نہیں چھوڑیں گے وہ راضی نہیں ہوگا اس لئے اس سے کچھ بھی نہیں لیا جاسکے گا، اگر اس نے کچھ دے بھی دیا تو عذاب بنا کر دے گا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بغاوت اور نافرمانیاں چھوڑے بغیر صرف وظیفوں اور دعاؤں کے زور سے اس سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو فریب دینا چاہتے ہیں، معاذ اللہ! ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ کو مخالفت اور بغاوت کا علم ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فیصلہ سنا دیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو فریب دینا چاہتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ آخرت میں تو رسوا کریں گے ہی دنیا میں بھی رسوا کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہیں سکتے۔

حاصل یہ کہ دنیا وآخرت کی ہر پریشانی سے بچنے کا واحد نسخہ اکسیر صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بغاوت اور ہر قسم کی نافرمانی سے توبہ کر کے اسے راضی کیجئے، وعظ ”ہر

پریشانی کا علاج'' میں اس کا مفصل بیان ہے۔

آپ نے خطبہ میں قرآن مجید کی تین آیات سنیں جن میں اللہ تعالیٰ کے احکام کھول کھول کر سنائے جا رہے ہیں۔ ان کے بعد جو چار حدیثیں پڑھی گئیں ہیں ان میں بھی اللہ تعالیٰ کے قوانین ہی بتائے گئے ہیں۔ نکاح کے خطبہ میں ان تینوں آیتوں کا پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور یہ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص خطبۂ نکاح میں پڑھنا اگرچہ ثابت نہیں لیکن ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی حدیثیں انہیں اس موقع پر اس لئے پڑھ دیتا ہوں کہ ان میں بھی نکاح کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔ اگر ایک ایک آیت اور ہر حدیث کی تشریح کی جائے تو وقت بہت زیادہ چاہئے اس لئے الگ الگ تشریح کی بجائے مختصر بتاتا ہوں۔

نعمت کی بجائے زحمت:

تینوں آیتوں کا حاصل ایک ہی ہے وہ یہ کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو جہنم کی آگ سے ڈرو اور اس سے بچنے کی کوشش کرو۔ تینوں میں یہی مضمون ہے اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو نعمتیں بنا دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں چھوڑی اس کی بغاوت سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ اس نے دنیا میں جو نعمتیں دے رکھی ہیں وہ ان نعمتوں کو نہیں رہنے دیتے بلکہ انہیں عذاب بنا دیتے ہیں نعمتیں عذاب کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور وبال بن جاتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے۔ وہ اللہ جس نے شادی کی نعمت دی وہ اس نعمت کو زحمت میں بدل سکتا ہے۔ وہ چاہے تو گھوڑے کو نیچے نکال کر اوپر چڑھا دے۔ اس قسم کی شادیوں کا جس میں دل کھول کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جاتی ہے انجام تو سب کو معلوم ہے۔ بیگم تھوڑے دنوں بعد جب سر پہ چڑھتے برسانا شروع کرتی ہے تو اس کی خوشامدیں کرتے

ہیں ارے بیگم معاف کر دے، ارے بیگم معاف کر دے۔ جب وہ معاف نہیں کرتی بلکہ اور زیادہ بجاتی ہے تو تعویذ گنڈوں کا سہارا لیتے ہیں۔ کبھی ایک پیر کے پاس جاتے ہیں کبھی دوسرے کے پاس اور کبھی قبروں کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ کسی نے بتا دیا کہ ٹھٹھہ میں فلاں بزرگ کی قبر ہے وہاں جائیں تو شاید یہ مصیبت ٹل جائے۔ بھاگے جا رہے ہیں قبر کی طرف۔ کبھی ادھر کبھی ادھر سرگردان ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کدھر کو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ کر صحیح صحیح بندے بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

آج کا مسلمان:

ایک شخص ہٹا کٹا بازار میں بیٹھا کہہ رہا تھا یا اللہ! گھوڑا دے دے یا اللہ! گھوڑا دے دے، یا اللہ گھوڑا دے نہ جانے کتنی دیر سے بیٹھا یہی رٹ لگا رہا تھا یا اللہ! گھوڑا دے دے۔ ادھر سے کسی سپاہی کا گزر ہوا۔ اس کی گھوڑی بیائی اس نے بچہ دیا سپاہی کو پریشانی لاحق ہوئی کہ اس بچھیرے کو اصطبل تک کون پہنچائے؟ وہ سپاہی اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اس پر نظر پڑ گئی۔ یہ ہٹا کٹا جوان فارغ اور نکما بیٹھا ہوا ہے اور بیٹھا دعا کر رہا ہے یا اللہ! گھوڑا دے دے یا اللہ! گھوڑا دے دے۔ سپاہی نے آگے بڑھ کر ایک چابک رسید کیا اور کہا اٹھاؤ یہ بچھیرا اسے اصطبل میں پہنچاؤ۔ اس نے جلدی سے اٹھا لیا۔ بچھیرے کو سر پر اٹھائے لئے جا رہا ہے اور ساتھ ساتھ کہتا جا رہا ہے یا اللہ! تو دعاء سنتا تو ہے سمجھتا نہیں۔ سن لیتا ہے مگر سمجھتا نہیں میں نے گھوڑا مانگا تھا نیچے کے لئے تو نے اوپر چڑھا دیا۔ بتائیے ایسی گستاخی کے بعد یہ کافر ہوا یا نہیں؟ جس کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ خیال ہو کہ اللہ سنتا تو ہے سمجھتا نہیں ایسا شخص مسلمان کہاں رہا؟ آپ آج کے مسلمانوں کے حالات غور سے دیکھیں تو بالکل اس جیسے بلکہ اس سے بھی بدتر پائیں گے۔ حالات کا ذرا اندازہ لگائیے۔ مدتوں دعائیں کرتے رہتے ہیں کرواتے رہتے

ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں چھوڑتے۔ جس ذات سے مانگ رہے ہیں ساتھ ساتھ اسے ناراض بھی کئے جارہے ہیں اس کی نافرمانی سے باز نہیں آتے ایسے لوگوں کی دعاء قبول ہوگی؟ اگر اللہ تعالیٰ نے گھوڑا دے بھی دیا تو وہ نیچے کے لئے نہیں دے گا بلکہ گھوڑا اوپر چڑھا دے گا اور چند ہی دنوں کے بعد پتا چل جائے گا کہ جس کو نعمت سمجھ رہے تھے اور نعمت نعمت کی رٹ لگا رہے تھے وہ نعمت ہمارے ہاتھ سے نکل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کی وجہ سے اس نعمت کو عذاب بنا دیا ہے۔ زیادہ دیر نہیں لگتی بس چند دن گزرنے پر ہی پتا چل جاتا ہے۔ خطبہ میں پڑھی گئی تینوں آیات پر غور کریں تو ان میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ نکاح اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے میاں بیوی کے حق میں اور دونوں خاندانوں کے حق میں بھی، اس سے مسلمان کی دنیا بھی سنورتی ہے اور آخرت بھی۔ اس سے دونوں خاندانوں میں محبت بڑھتی ہے میل جول پیدا ہوتا ہے اور ایک دوسرے سے تعاون کا جذبہ ابھرتا ہے۔ لیکن کان کھول کر سن لیں کہ یہ نعمت جب ہی نعمت رہے گی کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ دیں اس کی بغاوت سے باز آجائیں۔ اگر نافرمانیاں نہیں چھوڑیں تو وہ گھوڑا نیچے کی بجائے اوپر چڑھا دے گا پھر دیکھئے کیا بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ حقیقت سمجھنے، ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی اور قلباً، قولاً اور عملاً اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یہ بات تو مختصر سی تینوں آیات سے متعلق بتادی۔

احادیث کی تشریح:

آیتوں کے بعد چار حدیثیں بھی پڑھی تھیں پہلی حدیث کے معنی یہ ہیں کہ لوگ جب شادی کا ارادہ کرتے ہیں تو رشتے کا انتخاب کرتے وقت مختلف چیزیں مدنظر رکھتے ہیں۔ بعض مال کو، بعض حسب ونسب کو اور بعض حسن و جمال کو دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مال کا ذکر فرمایا کہ بہت سے لوگ لڑکی کے

انتخاب میں مال کو سامنے رکھتے ہیں کہ لڑکی کا خاندان مالدار ہونا چاہئے ان کے پاس مال ہو خواہ اور کچھ بھی نہ ہو۔ نہ صورت نہ سیرت، بس مال پر مرے جارہے ہیں۔ رشتہ کرتے وقت اکثر لوگ مال کو دیکھتے ہیں اور بہت سے لوگ حسب کو دیکھتے ہیں کہ اونچا خاندان ہو کوئی بڑا منصب ہو اور کئی لوگ حسن و جمال کو دیکھتے ہیں کہ لڑکی کا رنگ روپ اور اس کی شکل وصورت اچھی ہو۔ سیرت خواہ کیسی ہی بری ہو۔ کچھ لوگ دین کو دیکھتے ہیں کہ لڑکی دیندار ہونی چاہئے خواہ مال یا دوسری چیزیں ہوں یا نہ ہوں لیکن دین ہو۔ فرمایا کہ دیندار رشتے کا انتخاب کرو اس سے تمہاری شادیوں میں برکت ہوگی اور دنیا و آخرت میں امن وسکون نصیب ہوگا۔ سکون اللہ تعالیٰ نے صرف دین میں رکھا ہے باقی چیزوں میں کچھ نہیں۔ اس لئے تم لوگ جہاں کہیں رشتے کرو دین کی بنیاد پر کرو۔ یہی ایک چیز کافی ہے باقی تینوں چیزوں میں سے کوئی چیز ہو یا نہ ہو اسے مت دیکھو۔

دوسری حدیث میں فرمایا کہ یہ پوری کی پوری دنیا عارضی سامان ہے:

”گذر گئی گذران کیا جھونپڑی کیا میدان۔“

یہ تو گزرنے والی چیز ہے بلکہ خود گزرگاہ اور مسافر خانہ ہے ایک عارضی اور وقتی چیز ہے لیکن ان عارضی نعمتوں میں بھی سب سے بڑی نعمت نیک بیوی ہے، اس پر یہ بھی قیاس کرلیں کہ بیوی کے لئے دنیا میں سب سے بڑی نعمت نیک شوہر ہے۔ فرمایا دنیا ساری کی ساری عارضی ہے اس کی نعمتیں بھی سب عارضی جلد فنا ہونے والی ہیں لیکن ان فانی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت نیک بیوی (اور نیک شوہر) ہے یہ ایک نعمت دنیا کی سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے کہ اس سے دنیا و آخرت دونوں کا سکون اور چین حاصل ہوتا ہے۔

تیسری حدیث کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں جتنے نکاح ہوتے ہیں تمام نکاحوں میں سب سے بابرکت نکاح وہ ہوتا ہے جس میں تکلفات کم سے کم ہوں۔ یہاں ایک

بات سوچیں کہ کسی کام سے اچھے نتائج پیدا کرنا برے نتائج پیدا کرنا کس کے قبضے میں ہے؟ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے نا؟ تو جس کے قبضے میں سب کچھ ہے وہ بتا رہا ہے کہ ایسے ایسے کرو گے تو نتائج بہتر رہیں گے اور ایسے ایسے کرو گے تو نتائج بد سے بدتر اور خراب سے خراب تر ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ فیصلہ تو اسی کا معتبر ہے جس کے قبضے میں سب کچھ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑھ کر بابرکت نکاح وہ ہے جس میں تکلفات کم ہوں۔

چوتھی حدیث میں فرمایا کہ عورتوں میں سب سے زیادہ برکت والی عورت وہ ہے جس کا مہر کم ہو۔ جتنا مہر کم ہوگا اتنی ہی وہ عورت برکت والی ہوگی۔ برکت کا مطلب پہلے "شادی مبارک" کی تشریح میں بتا چکا ہوں۔

کچھ اپنے واقعات:

اس بارے میں کچھ اپنے خصوصی حالات بتانا چاہتا ہوں۔ کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ ہمیں تو بہت کچھ بتاتا ہے مگر خود عمل نہیں کرتا۔ مولویوں سے متعلق اس قسم کی باتیں آج کل لوگوں کی زبان پر عام ہیں کہ ان کے قول وعمل میں تضاد ہے۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے کچھ اپنے واقعات سنا رہا ہوں۔ میرے حالات میں اتنا تو کئی لوگوں نے پڑھا ہوگا کہ میری شادی میں باراتی کل ڈھائی آدمی تھے یونہی لطف لینے کے لئے اس واقعہ کو بارات کا نام دے رہا ہوں ورنہ ڈھائی آدمیوں کی کیا بارات ہوتی ہے۔ بارات تو آج کل اس کو کہتے ہیں جس میں لوگوں کا پورا لاؤ لشکر ہو۔ ہم ڈھائی آدمی بھی کون تھے؟ ایک میں۔ دولہا کو تو بارات میں شمار ہی نہیں کیا جاتا۔ بارات تو دوسرے لوگوں کی ہوتی ہے، ڈھائی باراتیوں میں ایک میں دوسرے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور تیسرے چھوٹے بھائی جن کی عمر تقریباً دس گیارہ سال تھی ابھی نابالغ تھے، ان کو شامل کرکے ڈھائی آدمی بنے۔ یہ کیفیت تھی میری شادی کی۔

بچوں کی شادیاں کیسے کیں؟ ان کے قصے تو میری شادی سے بھی عجیب ہیں۔ بیان نہیں کرتا بات لمبی ہو جائے گی۔ یہ قصے تو بہت سے لوگوں نے ''انوار الرشید'' میں پڑھ ہی لئے ہوں گے ان کو دہرانے کی بجائے ایک دوسری بات بتاتا ہوں جو نہ کسی نے سنی ہوگی اور نہ پڑھی ہوگی وہ یہ کہ اپنی شادی کے قصہ میں جو ڈھائی آدمیوں کی بارات بتا رہا ہوں تو یہ سن کر شاید کسی کے ذہن میں یہ آئے کہ ممکن ہے ان کے گھر میں اس وقت ہوں ہی کل ڈھائی افراد اور کوئی شخص ہو ہی نہ، اس صورت میں انہی ڈھائی آدمیوں کو آنا تھا اور لوگ کہاں سے لاتے؟ سو سنئے اس وقت مجھ سے تین بڑے بھائی بھی موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں ان کے درجات بلند فرمائیں۔ تینوں بہت بڑے عالم تھے۔ ان میں سے ایک تو میرے استاذ بھی تھے۔ یہ تینوں حضرات مختلف دینی مدارس میں دینی خدمات انجام دے رہے تھے۔ علوم دینیہ کی تدریس میں ہمہ تن مشغول تھے اور جن جن مدارس میں یہ حضرات پڑھا رہے تھے وہ ہمارے گھر سے کچھ زیادہ دور نہیں تھے قریب قریب ہی تھے۔ ان حضرات کا آنا کچھ مشکل نہ تھا۔ لیکن والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر سوچ کر یہ فیصلہ فرمایا کہ یہ حضرات چھوٹے بھائی کی شادی میں شریک ہوں اس سے بہتر ہے کہ دین کی خدمت میں مشغول رہیں اور اپنے اپنے مدارس میں بیٹھ کر علم دین پڑھائیں۔ انہیں مدارس سے نکال کر اور دین کا نقصان کر کے جس تقریب میں بلائیں گے اس میں کیا برکت ہوگی؟ دین کا بھی نقصان، دنیا کا بھی نقصان۔ اس لئے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے متعلق یہی فیصلہ فرمایا کہ علم دین پڑھانے میں مشغول رہیں نکاح ان کے سوا بھی ہو جائے گا۔ ان بھائیوں کے علاوہ مجھ سے دو بڑی بہنیں تھیں جو شادی شدہ تھیں مگر زیادہ دور نہ رہتی تھیں قریبی شہروں میں تھیں شادی میں شرکت کے لئے بآسانی آسکتی تھیں مگر ان کو بھی نہیں بلایا گیا۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی ارشاد تھا کہ سب سے بابرکت نکاح وہی ہے

جس میں تکلفات کم سے کم ہوں۔ ڈھائی آدمیوں کی بارات لے کر گئے بیٹے بیٹیوں تک کو نہ بلایا۔ شاید بہت سے لوگ میرے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی آسمان سے گرادیا دنیا میں اس کا کوئی ہے ہی نہیں بس یونہی اکیلا کہیں سے ٹپک پڑا۔ خوب سمجھ لیں ایسی بات نہیں ہے میں بھی آپ جیسا انسان ہوں۔ بھائی بہن تو بتا چکا ہوں ان کے علاوہ بھی ہر قسم کے رشتے دار موجود تھے۔ چچا تھے، پھوپھیاں تھیں، ماموں تھے، خالائیں تھیں۔ بھائی بہنوں کے بعد قریب رشتہ دار یہی ہوتے ہیں۔ دنیا میں سب سے پہلے رشتے دار تو والدین اور دادا نانا وغیرہ ہوتے ہیں ان کے بعد بھائی بہنوں کا نمبر آتا ہے پھر چچا اور پھوپھیاں۔ ان کے بعد ماموں، خالائیں۔ میری شادی کے وقت یہ چاروں قسم کے رشتے دار بحمد اللہ تعالیٰ بڑی تعداد میں موجود تھے۔ میں بھی دنیا میں آپ کی طرح انسانوں میں پیدا ہوا ہوں میرا بھی خاندان ہے، بہت بڑے خاندان میں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے پھر خاندان بھی کوئی بھوکا ننگا نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بہت بڑا زمیندار خاندان ہے۔ چل کر دیکھنا چاہیں تو اپنی زمینیں دکھا سکتا ہوں۔ میرا خاندان ہر لحاظ سے مشہور اور معزز ہے۔ علمی شہرت تو ہر طرف مسلم تھی ہی دنیوی اعزاز میں بھی بہت اونچا مقام تھا۔ وقت کے بڑے بڑے وزراء جن میں کچھ صلاحیت تھی، ہمارے گھر پر حاضری دیتے رہے ہیں۔ خواجہ ناظم الدین اور سردار عبدالرب نشتر وغیرہ خود ہمارے ہاں حاضری دیتے تھے لیکن ان سب باتوں کے باوجود دیکھئے کیسی سادگی اور خاموشی سے شادی کر دی۔ نہ چچا، نہ پھوپھیاں، نہ ماموں، نہ خالائیں۔ جب بھائی بہنوں کو ہی نہیں بلایا تو دوسروں کو کیا بلاتے؟ گویا سب کو بتا دیا اور ان کے سامنے مثال رکھ دی کہ رشتے داروں کو اور خاندان برادری کو اکٹھا کئے بغیر بھی شادی ہوسکتی ہے اور کر کے دکھا دی۔ ایسا تو نہیں کہ بڑی بارات اور بڑے تکلفات کے بغیر شادی ہی نہ ہو۔

سبق آموز واقعہ:

میری شادی کا قصہ آپ حضرات نے سن لیا ہے اس سے سبق لیجئے۔ اپنا قصہ تو سنا دیا اپنی بچی کا قصہ بھی سنا دوں۔ جب بیٹی کا نکاح ہوا میں اس وقت جامعہ دارالعلوم کورنگی میں شیخ الحدیث تھا۔ اتنے بڑے ادارے میں سب سے بڑا استاذ جامعہ کے مہتمم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تھے وہ میرے استاذ تھے اور اپنے وقت کے سب بڑے مفتی، مفتیٔ اعظم پاکستان۔ ان کا مقام و مرتبہ پوری دنیا میں مسلم تھا اور میرے تو شفیق استاذ تھے۔ اب سنئے دارالعلوم میں نماز عصر کے بعد بچی کا نکاح ہونے والا تھا۔ نماز سے کچھ پہلے میں نے دیکھا کہ حضرت مفتی صاحب دارالعلوم سے باہر کہیں شہر کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں نے ان کو بھی نہیں بتایا کہ نماز کے بعد نکاح ہے ذرا ٹھہر جائیے اور نکاح پڑھا کر جائیے برکت ہو جائے گی۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی بزرگ شخصیت، پھر ان سے اتنا گہرا تعلق، ان کو دو چار دن پہلے اطلاع دینا یہ بات تو رہی الگ، عین وقت سے تھوڑی دیر پہلے بھی نہیں بتایا۔ بس خاموشی سے نماز اداء کی اور نماز کے بعد اعلان کر دیا کہ سنت کے مطابق نکاح ہوگا جو حضرات بیٹھنا چاہیں بیٹھ جائیں۔ بیٹھنے کی بھی باقاعدہ دعوت نہیں دی بلکہ اعلان کر کے صرف اطلاع دی کہ سنت کے مطابق نکاح ہوگا جو حضرات بیٹھنا چاہیں بیٹھ جائیں۔ دوسرے دن حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ملے۔ فرمانے لگے کہ کچھ لوگوں نے آپ کی شکایت کی کہ آپ نے مجھے بھی اطلاع نہ دی حالانکہ میں آپ کے سامنے اسی وقت شہر جا رہا تھا نہ مجھے اطلاع دی نہ انتظار کیا بلکہ خود ہی نکاح پڑھا دیا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کچھ لوگوں نے شکایت کی ہے شکایت کرنے والوں کو میں نے یہ جواب دیا کہ ٹھیک ایک دائرے کے اندر اگر پابندی رہے تو بہت اچھا ہے، لیکن دائرے سے کھسک کر انسان ذرا سا ادھر ادھر ہو جائے تو بس پھر

ایسا دروازہ کھل جاتا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ بس کھلتا ہی چلا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بہت خوب کیا اگر آپ صرف میری رعایت کر لیتے تو بھی اعتراض ہوتا آخر دارالعلوم میں اور بھی تو بڑے بڑے اساتذہ ہیں ان کو دکھ ہوتا اور کہتے کہ اتنے عرصہ سے ہم ساتھ پڑھاتے آرہے ہیں اتنا قریبی تعلق ہے لیکن ہمیں بتایا تک نہیں۔ اب کسی کو کہنے کا منہ نہیں رہا کہ ہمیں کیوں نہ بتایا؟ بجائے اس کے کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو شکایت ہوتی آپ بہت خوش ہوئے۔

اصول کی پابندی:

مزید سنئے ہمارے ہاں اصول کی پابندی کس حد تک ہوتی ہے۔ میرے ایک لڑکے کی شادی ہوئی تو سوچا کہ دعوت ولیمہ میں کن کن لوگوں کو بلایا جائے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ پہلے درجے میں تو بڑے بڑے علماء اور بزرگ رکھے جائیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب بنوری، مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی، حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ ان اکابر کو تو پہلے درجے میں رکھا۔ دوسرے درجے میں دارالعلوم کے درجہ علیا کے اساتذہ وطلبہ کو رکھا تیسرے درجے میں اپنی مسجد کے بالغ نمازی رکھے۔ یہاں ہماری اصطلاح میں بالغ وہ کہلاتا ہے جو ڈاڑھی منڈانے اور کٹانے کے گناہ سے محفوظ ہو، جو شخص ڈاڑھی منڈاتا یا کٹاتا ہے اس کا جسم اگرچہ بالغ ہوگیا لیکن عقل بالغ نہیں ہوئی اس لئے ہم اسے نابالغ کہتے ہیں۔ لڑکے کے ولیمے میں مسجد کے بالغ نمازیوں کی دعوت کی۔ اس موقع پر گھر والے کہنے لگے کہ جو خواتین بیان سننے آتی ہیں ان میں سے دو سے مجھے مناسبت ہے۔ یوں تو بیان سننے سینکڑوں خواتین آتی ہیں لیکن ان میں سے صرف دو سے مناسبت ہے انہیں بلالیا جائے تو اچھا ہے میں نے کہا کہ اگر میں نے بلالیا تو یہ میرے اصول کے خلاف ہو جائے گا لہٰذا اپنا اصول توڑنے کی بجائے آپ کی طرف سے ان دونوں خواتین کو

دعوت دیتا ہوں لیکن ان کے شوہر ہمارے دائرے میں نہیں آتے اس لئے وہ دائرے سے باہر ہی رہیں گے۔ میں نے دونوں کے شوہروں کو ایک ایک کر کے فون کیا کہ گھر والوں نے آپ کی بیگم صاحبہ کی دعوت کی ہے میں نے نہیں کی اس لئے کہ وہ میرے دائرے سے باہر ہیں۔ گھر والوں نے ان کی دعوت کی ہے آپ کی دعوت نہیں۔ صاف صاف کہہ دیا انہوں نے کہا ہم اپنے گھر والوں کو پہنچا دیں گے مگر وہ واپس کیسے آئیں گے؟ میں نے کہا دو تدبیریں ہیں ایک یہ کہ گھر والوں کو پہنچا کر چلے جائیں پھر اندازے سے اتنے وقت کے بعد جس میں وہ کھانے سے فارغ ہوں واپس آکر لے جائیں۔ گھر والوں کی خاطر یہ تکلیف گوارا کر لیں۔ دوسری آسان تدبیر یہ ہے کہ گھر والوں کو اندر بھیج دیں اور آپ خود مسجد میں اعتکاف بیٹھ جائیں جب تک وہ کھانا کھائیں آپ عبادت میں مشغول رہیں۔ یہ کتنی عمدہ تدبیر ہے۔ میں نے اپنا اصول نہیں توڑا صرف دو شخص دائرہ سے باہر تھے انہیں باہر ہی رکھا اگر دائرہ میں ذرا سی وسعت پیدا کر کے صرف ایک شخص کی بھی رعایت کر دیتا تو کتنے لوگوں کی زبانیں کھل جاتیں کہ دیکھئے فلاں کو تو بلا لیا مگر ہمیں نظر انداز کر دیا۔ فلاں کی بے جا رعایت کی اور ہمیں پوچھا تک نہیں۔ پھر ایک ایک شخص کو کون چپ کرائے۔ لوگوں کی زبانوں سے بچنا بہت مشکل ہے اس لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالٰی کے قوانین کی پابندی کرے اور لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھرے۔ کوئی راضی رہے یا ناراض ہم نے تو دائرہ کھینچ کر کام آسان کر دیا جو اس کے اندر آجائے بلا لیں گے باہر رہے تو ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ لوگ خواہ کچھ بھی کہتے رہیں۔ دائرہ کھینچ کر اس تک محدود رہنے میں آسانیاں ہی آسانیاں ہیں مگر اسے بڑھانے میں مصیبت اور دردسری ہے۔

اب یہی قصہ لے لیجئے میں نے کہلوا دیا تھا کہ صرف دولہا، ان کے والد اور بھائی آئیں کسی اور رشتہ دار کو مت لائیں مگر لے آئے۔ میرے بھی بہت قریبی رشتے دار یہیں کراچی میں موجود ہیں۔ جن میں سے ایک بہت بڑا گھرانا یہیں بہت قریب

گلشن اقبال میں ہے۔ ان سے ایک چھوڑ چار رشتے ہیں۔ گھر والوں کے بھانجے ہیں اور ان کی اہلیہ گھر والوں کی بھانجی پھر ان کی بیٹی ہمارے گھر میں ہماری بیٹی، ان کے گھر میں اتنے قریبی رشتہ دار ہیں مگر ان کو پتا تک نہیں۔ اگر وہ شکایت کریں تو میں ان کو سوائے اس کے کیا جواب دوں گا کہ دوسروں کو بھی میں نے روکا تھا لیکن وہ از خود ہی چلے آئے۔ بس رشتے داروں کی خاطر یہ باتیں کر رہا ہوں کہ ان کی دل آزاری نہ ہو میری طرف سے ان کو کسی شکایت کا موقع نہ ملے ورنہ اصل جواب جس کے لئے ہر مسلمان کو فکر مند رہنا چاہئے وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے دینا ہے۔ رشتہ داروں کے سامنے جواب دہی تو صرف اور صرف ان کی دل جوئی کے لئے ہے۔

(دولہا کو مخاطب ہوکر) آپ اور آپ کے والد صاحب اور بھائی میرے کمرے میں آجائیں آپ کو چند منٹ اپنے کمرے میں بٹھاؤں گا دوسرے حضرات جو ہیں تو مسجد میں اعتکاف بیٹھ جائیں اور چاہیں تو دفتر میں جا کر بیٹھ جائیں۔ جن حضرات کو بلوایا تھا ان کو تھوڑی دیر کے لئے اپنے خصوصی کمرے میں لے جا رہا ہوں اور جو حضرات خود تشریف لائے ہیں وہ باہر رہیں گے تاکہ کچھ امتیاز ہو جائے کہ کون اجازت سے آئے اور کون بلا اجازت۔ (دولہا بولے) حضرت والا کا پیغام مجھ تک نہیں پہنچایا گیا ورنہ میں ایسی غلطی ہرگز نہ کرتا دولہا کے والد بولے حضرت ہم معافی چاہتے ہیں (حضرت والا نے فرمایا) معافی مانگنے کی تو ضرورت ہی نہیں بس میں نے اپنا اصول بتا دیا کہ ہمارے یہاں یہ اصول ہے اور یہ کہ ہم اپنا اصول کسی قیمت پر توڑنا گوارا نہیں کرتے۔ اصول کی پابندی اگر یہاں بھی نہ ہو تو دنیا میں کہاں ہوگی؟ (انہوں نے دوبارہ کہا) حضرت! یہ غلطی آپ معاف فرما دیں (فرمایا) نہیں ایسی کوئی بات نہیں معافی مانگنے کی ضرورت ہی نہیں۔ چلئے آپ کی تسکین کے لئے کہہ دیتا ہوں میری طرف سے سب کچھ معاف ہے۔

یا اللہ! ہمارے تمام معاملات اپنی مرضی کے مطابق بنا دے۔ ہماری زندگی،

موت، شادی اور غمی کو یا اللہ! ہمارے تمام افعال واقوال اور تمام تر حالات کو اپنی مرضی کے مطابق بنا۔ اپنی رضا عطاء فرما۔ ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما جن سے تو راضی ہو جائے۔۔ایسی برائیوں سے بچنے کی توفیق عطاء فرما جن سے تو ناراض ہو۔ یا اللہ! ہر قسم کی نافرمانیوں سے برائیوں سے بچا کر دنیا وآخرت کی ذلت سے ہماری حفاظت فرما۔ یا اللہ! اس عقد کو جانبین کے لئے مبارک فرما۔ یا اللہ! انہیں دین ودنیا کے ہر کام میں ایک دوسرے کا معاون بنا۔ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت والفت پیدا فرما اور انہیں ایک دوسرے کے لئے دنیا وآخرت دونوں میں راحت وسکون کا ذریعہ بنا۔

وصل اللّٰھم وبارك وسلم علی عبدك ورسولك محمد وعلی اله وصحبه اجمعین والحمد للّٰه رب العلمین۔

شرعی پردہ

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ : فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام : شرعی پردہ

بمقام : جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ :

بوقت : بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد : محرم ۱۴۲۳ھ

مطبع : حسان پرنٹنگ پریس فون : ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر : کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون : ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس : ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

شرعی پردہ

(ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ)

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِٱللَّهِ شَيْـًٔا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَٰنٍ يَفْتَرِينَهُۥ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِى مَعْرُوفٍ ۙ فَبَايِعْهُنَّ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُنَّ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝١٢﴾ (پ۲۸ - ۱۲)

”اے نبی! جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آئیں کہ آپ انہیں ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لائیں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بنالیں اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجیے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کیجئے بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔“

اس زمانہ میں ایمان پر بیعت ہوا کرتی تھی کہ ہم ایمان لے آئے، جو شخص ایمان

لانا چاہتا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی درخواست کرتا تھا کہ ایمان پر بیعت کرلیجئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”جب یہ ایمان کا دعویٰ کرنے والی عورتیں آئیں اور آپ سے بیعت کی درخواست کریں تو آپ ان سے چند چیزوں کا وعدہ لیں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کو بیعت کرنے کا طریقہ:

یہ یاد رکھیں کہ عورتیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوتی تھیں تو پردہ میں ہوتی تھیں، پردہ ہی کا بیان چل رہا تھا، اس لئے یہ بتا رہا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ایمان ہے، وہ عورتیں جو ایمان لانے کے لئے بیعت ہونا چاہتی ہیں تو وہ بھی پردہ سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں پردہ ہورہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ کروا رہے ہیں، اب آپ سوچیں کہ وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو بڑے پاک دامن ہیں ہمارے یہاں پردہ کی ضرورت نہیں، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ لوگ زیادہ پاک دامن ہیں؟ اور صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن یعنی صحابی عورتوں سے ان کی خواتین زیادہ پاک دامن ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن جو امت کی مائیں ہیں ان کو بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پردہ تھا، تو کیا آج کل کی عورتیں جو نماز بھی صحیح نہیں پڑھ سکتیں، بلکہ پاکی اور پلیدی تک کی تمیز نہیں رکھتیں ان سے زیادہ پاک دامن ہیں؟ کچھ سوچنا تو چاہئے کچھ غور کرنا چاہئے۔

صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ بیعت کے وقت کوئی عورت اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں نہیں دیتی تھی، خواتین سے بیعت کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ہاتھ پکڑیں، ہاتھ کے اشارہ سے بیعت ہوتی تھی، ہاتھ میں ہاتھ نہیں لیا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری امت کے رسول ہیں،

اور والد کے قائم مقام ہیں، یہ تعلق اور یہ رابطہ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس، اس پر پردہ کا اتنا اہتمام۔

شرک سے بڑا گناہ:

فرمایا کہ جب یہ عورتیں آئیں، ایمان پر بیعت کرنے کی درخواست کریں تو آپ بیعت کے وقت ان سے وعدہ لیں کہ "أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا" سب سے پہلی بات یہ کہ "اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا" گذشتہ بیان میں اس پر بات چل رہی تھی یہ آیت عورتوں کے بارے میں ہے مگر اس میں مرد بھی شامل ہیں، عورتوں سے اس بات پر بیعت لینے کا ذکر ہے، مگر ظاہر ہے کہ مردوں کے لئے بھی یہی احکام ہیں، "اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے" سوچیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک تو نہیں کرتے؟ میرے وعظ "ایمان کی کسوٹی" میں تفصیل سے یہی بیان ہے، ہر شخص یہ سوچے کہ وہ شرک سے بچتا ہے یا نہیں؟ شرک کا کیا مطلب؟ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں غیر کو ترجیح دینا یہی شرک ہے، اللہ تعالیٰ کے برابر کرنا شرک ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ سے بھی بڑھا دیا پھر تو وہ شرک سے بھی اونچی بات ہوگئی، اگر ایک طرف اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور دوسری طرف آپ کے ماحول کا، معاشرہ کا، والدین کا، بھائیوں اور بہنوں کا، احباب واقارب کا، بیوی کا یا بیوی کے لئے میاں کا، تو دونوں کے درمیان مقابلہ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ تمہیں یہ کام کرنے کی اجازت نہیں، اگر کرو گے تو میں ناراض ہو جاؤں گا، دیور اور جیٹھ کے سامنے، چچا زاد، پھوپھی زاد کے سامنے، ماموں زاد، خالہ زاد کے سامنے، بہنوئی، نندوئی کے سامنے، پھوپھا، خالو کے سامنے، اگر چہرہ کھولا تو میں ناراض ہو جاؤں گا، میں نے اسے حرام کر دیا ہے ایسا ہرگز مت کرنا، اور دوسری طرف یہ سارے "زاد" یہ کہتے ہیں کہ ہم سے پردہ کیا تو ہم ناراض ہو جائیں گے دیور کہتا ہے کہ اگر پردہ کیا تو میں ناراض ہو جاؤں گا،

بہنوئی کہتا ہے پردہ کیا تو میں ناراض ہو جاؤں گا، نندوئی کہتا ہے پردہ کیا تو میں ناراض ہو جاؤں گا، ایسی باتیں سننے میں آتی رہتی ہیں یہ واقعات میرے علم میں ہیں، ایک خاتون نے بہنوئی اور نندوئی سے پردہ کرلیا تو وہ لوگ گھر چھوڑ کر بھاگ گئے یہ کہہ کر کہ ہم کبھی اس گھر میں نہیں آئیں گے، یہ بات سمجھ میں آرہی ہے؟ شرک سے بڑھ کر گناہ کرتے ہیں یا نہیں کرتے؟ ایک طرف اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کے مقابلہ میں اعزہ واقارب کے حکم پر عمل ہو رہا ہے، ان کے ہر حکم پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑھا کر عمل کر رہے ہیں، ان کا حکم مان رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مان رہے، شرک اسے کہتے ہیں کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر کر دیا جائے، مگر آج کا مسلمان برابر تو کیا اللہ تعالیٰ سے بڑھا دیتا ہے، اپنے اعزہ واقارب سے اتنا ڈرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اتنا نہیں ڈرتا، اعزہ واقارب کے ساتھ اتنی محبت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اتنی محبت نہیں، غیر کے حکم کو اتنا مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو اتنا نہیں مانتا۔

اس کے بعد اپنے نفس کی طرف آیئے، اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ گناہ کا کام مت کرنا، اگر کرو گے تو میں ناراض ہو جاؤں گا، مگر دل کہتا ہے کہ یہ گناہ بھی کرلو، یہ گناہ بھی کرلو، نفس کے تقاضے ہیں کہ گناہ کرو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مت کرو، نفس کہتا ہے کہ گناہ کرو، ایسے وقت میں آپ کیا کرتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کو مقدم رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا خوف زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ سے محبت زیادہ ہے، ان کی محبت کی وجہ سے اور خوف کی وجہ سے نفس کے تقاضوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر قربان کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں، اپنے نفس کی اطاعت نہیں کرتے تو معاملہ ٹھیک ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ دیا، نفس کی اطاعت کی، گناہ کے تقاضوں کو پورا کیا، اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرے، تو اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ سے بڑا اللہ مانتے ہیں۔

﴿أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُۥ هَوَىٰهُ﴾ (پ۲۵ - ۲۳)

فرمایا کہ بہت سے لوگ دنیا میں ایسے ہیں کہ اپنی خواہش نفس کو اللہ بنائے ہوئے ہیں، اسی کی اطاعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتے۔

ایک بزرگ کا قصہ اکثر بتاتا رہتا ہوں، اسے سوچتے رہنا چاہئے، وہ اکیلے بیٹھے بول رہے تھے:

''نہ میں تیرا بندہ نہ تو میرا اللہ، تیری بات کیوں مانوں؟''

کسی نے سن لیا حاکم سے شکایت کر دی کہ یہ کفر بک رہا ہے، حاکم نے بلا کر پوچھا آپ کے خلاف یہ شکایت ہے کہ آپ یہ کہہ رہے تھے: ''نہ میں تیرا بندہ نہ تو میرا اللہ، تیری بات کیوں مانوں؟'' انہوں نے کہا:

''ہاں ٹھیک ہے، میں یہ کہہ رہا تھا، مگر میرا مطلب ان لوگوں نے نہیں سمجھا، میرا نفس کسی گناہ کا تقاضا کر رہا تھا، اور یہ کہہ رہا تھا کہ فلاں گناہ کرو، میں نہیں کر رہا تھا، وہ مجبور کر رہا تھا، بہت اصرار کر رہا تھا کہ یہ گناہ کر لو تو میں نے نفس کو خطاب کر کے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اے مردود نفس! نہ میں تیرا بندہ، نہ تو میرا اللہ، تیری بات کیوں مانوں؟ یہ تو میں اپنے نفس سے کہہ رہا تھا۔''

نفس سے کبھی کبھی ایسی باتیں کیا کریں، جہاں گناہ کے تقاضے پیدا ہوں فوراً سوچئے کہ میرا اللہ کون ہے؟ میں کس کا بندہ ہوں؟ بندہ ایک کا اور غلامی کرے کسی دوسرے کی؟ جو ایسا کرتا ہے اس نے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ سے بڑا سمجھا، نفس کی عظمت زیادہ کی۔

رزق کا مالک کون؟

فرمایا کہ بیعت یوں لیجئے:

﴿عَلٰٓى أَن لَّا يُشۡرِكۡنَ بِٱللَّهِ شَيۡـًٔا وَلَا يَسۡرِقۡنَ وَلَا يَزۡنِينَ وَلَا يَقۡتُلۡنَ أَوۡلَٰدَهُنَّ ﴾ (پ ۲۸ - ۱۲)

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی۔''

نہ ماں کو نہ باپ کو، نہ بھائی کو نہ بہن کو، نہ شوہر کو نہ بہنوئی کو، نہ نندوئی اور نہ اپنے نفس کو، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں کسی کا حکم نہیں مانیں گی۔

''چوری نہیں کریں گی، بدکاری نہیں کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔''

اس زمانہ میں اولاد کو قتل کرنے کا دستور تھا، بعض لوگ تو صرف لڑکیوں کو قتل کرتے تھے اس جہالت سے کہ کوئی داماد نہ بن جائے، اور بعض لوگ لڑکوں اور لڑکیوں دونوں ہی کو قتل کرتے تھے کہ رزق کہاں سے آئے گا؟ جیسے آج کل کی نالائق حکومتوں کا خیال ہے، جب لوگ کوئی دعوت کرتے ہیں تو پچاس کو بلانا ہو تو احتیاطاً ساٹھ (۶۰) کا کھانا تیار کرواتے ہیں تاکہ وقت پر کم نہ پڑ جائے، ضبط تولید کے مشورے دینے والوں کو اتنی عقل بھی نہیں کہ ہم تو سو (۱۰۰) کی دعوت کریں تو ایک سو پچیس (۱۲۵) کا کھانا پکوائیں، اور اللہ تعالیٰ نے جتنے نفوس پیدا فرمادیئے کیا ان کو اس کا علم ہی نہیں کہ ہمیں کتنے نفوس کو کھانا کھلانا ہے، اپنی عقل کو اللہ تعالیٰ کے علم و مصلحت سے بڑی سمجھتے ہیں، معاذ اللہ! معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کو بے وقوف سمجھتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ کو یہ پتا ہی نہیں کہ ہم جتنی روحیں پیدا کر رہے ہیں ان سب کا انتظام کرنا ہے، یا یہ کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کہیں کسی کونے میں سوئے پڑے ہیں اور روحیں خود بخود نکلی چلی جارہی ہیں، ان کو پتا ہی نہیں کہ کتنی پیدا ہوگئیں؟ ہائے! آج کے مسلمان کو کیا ہوگیا؟ کہلائیں مسلمان اور ایسے نظریات؟ یا اللہ! یا تو یہ لوگ اسلام کا دعویٰ چھوڑ دیں یا ان کو صحیح مسلمان بنادے۔

اولاد کے قتل سے بڑا جرم:

وہ لوگ اولاد کو اس لئے قتل کرتے تھے کہ رزق کہاں سے آئے گا؟ قتل کرکے ان کی دنیوی زندگی ختم کردیتے تھے، مگر اس سے بچوں کا فائدہ ہوجاتا تھا، وہ یوں کہ وہ

بالغ ہوکر حالت کفر میں مر جاتے تو جہنم میں جاتے، مگر بچپن میں مر جانے کی وجہ سے جنت میں جائیں گے اگر جنت میں نہ بھی گئے تو جہنم میں نہیں جائیں گے، کفار کی نابالغ اولاد مر جائے تو اس میں کچھ اختلاف ہے لیکن بہر حال جہنم میں نہیں جائیں گے، عذاب سے بچ گئے، دنیا کی زندگی باقی نہیں رہی، بہر حال مرنا تو تھا ہی ذرا پہلے مر گئے، مگر آج کا مسلمان اپنے ہاتھ سے اپنی اولاد کو جہنم میں دھکیل رہا ہے، کافر قتل کر کے اولاد کو جہنم سے بچا لیتے تھے اور آج کا مسلمان اپنے ہاتھ سے اپنی اولاد کو جہنم میں دھکیل رہا ہے، برے ماحول میں بھیجنا، برے معاشرے میں تربیت دلانا اپنے ہاتھوں سے جہنم میں بھیجنا ہے۔

فرمایا کہ اس بات پر بیعت کریں کہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، اللہ! ذرا سوچئے کہ آج کل آپ لوگ اپنی اولاد کو قتل کرنے سے کہیں زیادہ سخت سزا دے رہے ہیں یا نہیں دے رہے؟ جہنم میں بھیج رہے ہیں یا نہیں؟

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگانا:

﴿وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ﴾ (پ ۲۸ - ۱۲)

ترجمہ: ’’کسی پر بہتان نہیں لگائیں گی۔‘‘

سوچئے کہ آپ خانہ زاد رسوم اور خود ساختہ بدعات کو دین اسلام میں داخل کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان نہیں لگا رہے؟ اس کی تفصیل میرے وعظ ’’بدعات مروجہ‘‘ میں دیکھیں، جب کسی انسان پر بہتان لگانا جائز نہیں، اور ایسا سخت جرم ہے کہ اس سے بچنے پر بیعت لی جا رہی ہے تو غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان لگانا کتنا بڑا جرم ہوگا؟

شرک کے بعد چار باتیں گنوا کر آگے ایک قاعدہ بیان فرما دیا:

﴿وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ﴾ (پ ۲۸ - ۱۲)

تَرجَمَۃ: ”کسی نیک کام میں آپ کے خلاف نہیں کریں گی۔“
آپ کا جو حکم بھی ہوگا اس کو تسلیم کریں گی۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا:

میں بیعت ہونے والے کو پہلے کفر، شرک، بدعت، اور ہر چھوٹے بڑے گناہ سے توبہ کرواتا ہوں، پھر نماز، زکوۃ، روزہ، حج ادا کرنے کا وعدہ لیتا ہوں، اس کے بعد یہ وعدہ لیتا ہوں کہ ”میں پوری زندگی شریعت کے مطابق گزاروں گا“ اس زمانے کا مسلمان جہاد سے بہت ڈرتا ہے، لمبے لمبے وظیفے تو پڑھ لے گا مگر جہاد کے تصور سے بھی جان نکلتی ہے، اس لئے میں بوقت بیعت یہ وعدہ بھی لیتا ہوں:

”اگر اللہ کی راہ میں جان یا مال دینے کا موقع پیش آیا تو بخوشی دوں گا۔“

اگر کوئی صدق دل سے یہ وعدہ کرتا ہے اور اس پر قائم رہتا ہے تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے، انسان کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دستگیری ہوتی ہے، مدد ہوتی ہے، وہ آخرت کے لئے کوشش کرنے والے کو کبھی محروم نہیں فرماتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو خواتین بیعت کی درخواست کرتی تھیں ان کے لئے آخری جملہ بیعت میں وعدہ لینے کا یہ ہوتا تھا کہ کسی بات میں بھی آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گی، جو خواتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا دعویٰ کرتی ہیں وہ آپ کی بیعت میں شامل ہو جاتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہو گئیں، پھر بیعت ہونے کے بعد کہتی ہیں کہ جی! پردہ کرنا تو بڑا مشکل ہے، فلاں گناہ چھوڑنا تو بڑا مشکل ہے، مسلمان بننا تو بڑا مشکل ہے، اگر مسلمان بننا بڑا مشکل ہے تو اس مشکل کام کو چھوڑ دیجئے کون کہتا ہے کہ آپ مسلمان بنیں، اسلام کو چھوڑ دیجئے، اسلام کو تو نہیں بدلا جا سکتا، اسلام تو وہی رہے گا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا، اس کا قانون نہیں بدل سکتا، اگر کسی کو یہ اسلام مشکل

لگتا ہے تو چھوڑ دے، اس کو مسلمان رہنے کی کیا مجبوری ہے؟ جو دین بھی آسان لگتا ہے وہی دین اختیار کر لے۔

؎ یا مکن با پیل بانان دوستی
یا بنا کن خانہ برانداز پیل

ترجمہ: ”یا تو ہاتھی والوں سے دوستی مت رکھو، یا پھر مکان اتنا بڑا بناؤ کہ جس میں ہاتھی سما سکے۔“

ان کے ساتھ دوستی ہے تو نبھانے کے طریقے سوچو۔

لمبی چوڑی بات سے کیا فائدہ؟ دوٹوک بات کرو، دو کاموں میں سے ایک کام کر لو، دوغلا پن صحیح نہیں ہے، یا تو اپنا بدن دوست کی رضا میں فنا کر دو، دوست کا جو حکم ہو اس پر اپنے آپ کو مٹا دو ”مردہ بدست زندہ“ بن جاؤ۔ مردہ کو زندہ لوگ الٹیں پلٹیں، جیسے جی چاہے کریں، دوست کی رضا پر اپنی خواہشات کو قربان کر دو، مکمل مسلمان بن جاؤ، کوئی اپنی خواہش باقی نہ رہے، اپنے آپ کو اس دوست کے سپرد کر دو، اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو محبت کا دعویٰ چھوڑ دو، محبت کا دعویٰ کر کے حکم کے خلاف کرنا نفاق ہے، بچپن میں جب مجھے پوری طرح ہوش بھی نہیں آیا تھا ایک شعر کہیں سے سن کر یاد ہو گیا تھا اور وہ میں بہت

؎ دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم یا پھر سنگ ہو جا

دوغلا پن چھوڑ دیجیے یا تو موم بن جایئے اور اگر موم بننے کو تیار نہیں تو پتھر بن جایئے۔

﴿ أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝٢ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ۝٣ ﴾ (پ۲۰ - ۲، ۳)

تَرجَمۃ: ”کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا؟ اور ہم تو ان لوگوں کو آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان کر رہے گا جو سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا۔“

﴿قَالَتِ ٱلْأَعْرَابُ ءَامَنَّا ۖ قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا۟ وَلَـٰكِن قُولُوٓا۟ أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ ٱلْإِيمَـٰنُ فِى قُلُوبِكُمْ ۖ﴾ (پ ۲۲ - ۱۴)

تَرجَمۃ: ”ایمان کا دعویٰ کرنے والے تو بہت ہیں فرمایا، بہت سے لوگ کہتے ہیں: ”امنا“ وہ غلط کہتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں مؤمن کون ہوتے ہیں؟“

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَـٰلًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾﴾ (پ۲۲ - ۳۶)

تَرجَمۃ: ”کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن عورت کے لئے کوئی گنجائش نہیں کہ جہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ آ جائے پھر وہ اسے قبول نہ کرے۔“

یہاں صرف ”مؤمن“ پر اکتفاء نہیں فرمایا، تاکہ مؤمن عورتیں یہ نہ سمجھیں کہ یہ تو مردوں کو کہا گیا ہے ہم تو آزاد ہیں، ہمارے لئے کچھ نہیں ہے، اس لئے خاص طور پر صراحت کے ساتھ فرما دیا کہ کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن عورت کے لئے گنجائش نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حکم دے دیا تو پھر بندہ کا اپنا اختیار بھی کچھ اس میں ہو، ان کو کوئی اختیار نہیں، جو حکم ہوگا اس پر عمل کرنا ہوگا اور جو نہیں کرتا وہ سخت گمراہ ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ ﴾(پ ۵ - ۶۵)

کیسا ظالم انسان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی قسم کھلا رہا ہے، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میں نے جن بندوں کو پیدا کیا وہ ایسے نالائق ہوں گے، ایسے نالائق ہوں گے ان کو سمجھانے کی خاطر مجھے قسمیں بھی اٹھانا پڑیں گی، " فَلَا وَرَبِّكَ " ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا تیرے رب کی قسم! ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا، قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیا؟ کبھی کوئی فرد ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا خواہ وہ کچھ بھی کہتا رہے، اسلام کے کیسے ہی دعوے کرتا رہے، مسلمان ہوں، مسلمان کا بیٹا ہوں، آج کا مسلمان ''عبدالرحمٰن'' سے ''رحمٰن'' بن گیا ہے، یہ اچھی ترکیب سوچی ہے، ''عبدالرحمٰن'' کہلاتا ہے تو پھر کام کرنے پڑیں گے نا، اس لئے ''عبد'' اتاردو ''رحمٰن'' بن جاؤ اب یہ خود ''رحمٰن'' بن گیا ہے خود اللہ بن گیا ہے، اب اس کی حکومت ہے، معاذ اللہ! اللہ بھی اس کا بندہ بن گیا ہے۔

ایک شخص کا نام ''عبداللہ'' تھا، وہ ٹیلی فون پر بتاتا تھا کہ ''اللہ بول رہا ہوں'' سب ایسے ہی ہیں، ''رؤف صاحب'' ''حق صاحب'' ''شکور صاحب'' اور اگر کسی نے بہت ہی رعایت کی تو کیا ہوا؟ ''اے رحمٰن'' بن گئے، یعنی ''عبد'' بننے میں ذلت محسوس کرتا ہے، ''عبد'' کے معنی ہیں ''بندہ'' اور ''بندہ'' کے معنی ہیں ''غلام'' احکام کو تسلیم کرنے والا، اس کو بندہ بننے میں، احکام تسلیم کرنے میں، اللہ تعالیٰ کا غلام بننے میں، اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل ہونے میں عار آتی ہے، جب اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتا تو ''رؤف'' خود ہی بن گیا، ''رحیم'' بھی خود ہی بن گیا ''رحمٰن'' بھی خود ہی بن گیا ''عظیم'' بھی خود ہی بن گیا، اور اگر کسی نے کہا کہ ارے! کیا کہہ رہو ہو تم اللہ نہیں ہو، تو کہتے ہیں میں تو ''اے رحمٰن'' ہوں ''عبدالرحمٰن'' کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ نہ بن جائے، اللہ تعالیٰ کا بندہ بن گیا تو مصیبت آجائے گی، ''عبدالرحمٰن'' کبھی نہیں کہے گا،

والدین نے تو بندہ بنانے کی کوشش کی مگر یہ بندہ بننا نہیں چاہتا، اللہ کے بندو! آئندہ ایسا نام ''عبد'' والا نام رکھنا چھوڑ دیجئے، نتیجہ سامنے ہے، نام ''عبدالرحمٰن'' رکھتے ہیں وہ ''رحمٰن'' بن جاتا ہے، ایسے نام رکھنے ہی نہیں چاہئیں جن کا نتیجہ برا ہو۔

معیاری ایمان:

ہاں تو بات چل رہی تھی کہ ہرگز ایمان کا دعویٰ قبول نہیں ہوگا جب تک کہ آپس کے معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تسلیم نہیں کر لیتے، صرف یہی نہیں کہ حکم تسلیم کرلیں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ آپ کے حکم میں ذرہ برابر بھی شک و شبہہ نہ ہو، اس پر عمل کرنے میں ذرہ برابر بھی ناگواری نہ ہو، تو مؤمن نہیں ہوسکتے، لوگ کہتے ہیں کہ یہ پردہ وردہ کے احکام بہت مشکل ہیں، آج کل ان پر عمل کرنا بہت مشکل ہے، ذرا سوچئے کہ اگر کسی حکومت نے ایسے قوانین بنا دیئے جن پر رعیت کو عمل کرنا مشکل ہو تو کیا ہوگا؟ لوگ شور کریں گے کہ یہ بہت سخت قانون ہے، اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہے، یہ تو ظلم ہے، یہ حکومت بڑی ظالم ہے، اس کے خلاف جلسے کرو، جلوس نکالو، مردہ باد کے نعرے لگاؤ وغیرہ وغیرہ۔

آج بھی اسلام پر عمل کرنا آسان ہے:

سو کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی معاذ اللہ! ایسے ہی ظالم ہیں کہ ایسے احکام نازل کر دیئے جن پر انسان عمل نہیں کرسکتا، وہ تو یہ فرماتے ہیں کہ ہم بالکل ظلم نہیں کرتے، ہم بڑے ہی رحیم ہیں، بڑے رحمٰن ہیں، ہم کبھی ظلم نہیں کرتے۔

﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (۲-۱۸۵)

ہم تو تمہارے ساتھ محبت کا معاملہ کرتے ہیں، ہم تو آسان آسان احکام دیتے ہیں، ہم تمہیں تکلیف نہیں پہنچانا چاہتے، سوچئے تو رب کریم کے دیئے ہوئے احکام ہیں، پھر وہ بار بار فرمارہے ہیں کہ یہ بہت آسان ہیں، بہت ہی آسان، اور مسلمان اللہ

تعالیٰ کا بندہ کہلا کر آج یہ کہتا ہے کہ نہیں ان پر عمل ہو ہی نہیں سکتا، آج کے معاشرہ میں نہیں ہوسکتا، میرے بارے میں تو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو شروع ہی سے ایسے معاشرے میں ہے، اس کے لئے کرنا کرانا کچھ نہیں، اکیلا بیٹھا ہوا ہے، کہیں آنا نہ جانا، کسی سے نہ میل نہ جول، ارے! میں بھی اسی دنیا میں پیدا ہوا ہوں، اور اسی دنیا میں رہ رہا ہوں، اب بھی رہ رہا ہوں، کہیں اوپر سے گر نہیں پڑا، میرا بھی خاندان ہے، اچھا مجھے چھوڑیئے، میں ایسی خواتین کے بارے میں بتاتا رہتا ہوں جن کا پورا خاندان بے پردہ تھا، اور اب بھی بے پردہ ہے، اور وہ امریکہ میں خود گاڑی چلایا کرتی تھیں، ایک نہیں کئی ایسی مثالیں ہیں، ان خواتین کے قلب پر جب اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوئی تو انہوں نے وہ پردہ کیا وہ پردہ کیا کہ مثال قائم کر کے دکھا دی، ان کے پردہ پر پورا خاندان ناراض ہے، ان کی بہنیں ناراض، بہنوئی ناراض، نندوئی ناراض، ماں باپ ناراض، بھاوجیں ناراض، اور خود کس ماحول میں ہیں؟ امریکہ میں، اور امریکہ میں گاڑی خود چلاتی تھیں کیا ان کا خاندان نہیں ہے؟ ان کی مجبوریاں نہیں ہیں؟ کچھ تو سوچیں، انہوں نے پردہ کے حکم پر عمل کیسے کرلیا؟ بات یہ ہے کہ اگر انسان ہمت کر لیتا ہے تو پھر کوئی مجبوری سامنے نہیں آتی، اور جب کام کرنا ہی نہیں ہے تو ہزاروں مجبوریاں ہیں، یا اللہ! تیری وہ رحمت جو ان خواتین کے دلوں پر نازل ہوئی تیرا وہ کرم جس نے ان کی ایسی دستگیری فرمائی کہ ان کے دلوں میں ایسا عظیم انقلاب آگیا کہ تیرے حکم کے سامنے کسی کی ناراضی کی کوئی پرواہ نہ رہی، یا اللہ! تو یہی رحمت سب مسلمانوں کے دلوں پر نازل فرما، اور سب کی ایسی ہی دستگیری فرما۔

پردہ کو بے کار سمجھنے کا وبال:

کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے یہاں پردہ نہ کرنے سے کوئی خطرہ کی بات نہیں، ماشاء اللہ! ہماری بیوی بہت نیک ہے، بیٹیاں، بہنیں، بہوئیں بہت نیک ہیں،

بہت شریف ہیں، ان کی آنکھ میں تو برائی آ ہی نہیں سکتی تو دل میں کہاں سے آئے گی؟ یہ تو بہت بعید ہے، اور ہمارے بھائی اور دوسرے قریبی رشتہ دار ہمارے چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد سارے زاد شامل کرلیں بہت ہی شریف زادے ہیں، اس برائی کا تو ہمارے یہاں تصور بھی نہیں ہوسکتا۔

یہ مسئلہ جتنا اہم ہے اتنی ہی اس معاملہ میں زیادہ غفلت پائی جاتی ہے عوام کے علاوہ خواص میں، علماء میں بھی بہت زیادہ غفلت پائی جاتی ہے، قرآن کریم کے صریح حکم پر عمل بالکل نہیں ہورہا، گویا کہ یہ حکم قرآن کریم میں نازل ہی نہیں ہوا، ان کے عمل اور حالات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا پردہ کا حکم قرآن کریم میں ہے ہی نہیں۔

دعاء کرلیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس اہم اور ضروری مضمون کے بیان کو آسان فرمادیں مؤثر بنادیں، دلوں میں اتاردیں، اس کی اہمیت دلوں میں پیدا فرمادیں، اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں، اس عمل کو قبول فرمالیں، اس میں برکت عطاء فرمائیں، یعنی تھوڑی محنت پر نتیجہ زیادہ مرتب فرمائیں، اثر زیادہ عطاء فرمائیں، آمین۔

میری خواہش یہ ہے کہ یہ مضمون زیادہ سے زیادہ لوگوں کے کانوں میں پہنچایا جائے، اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائیں، اور قبول فرمائیں "لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ" یا اللہ! کام بننا صرف تیری مدد پر موقوف ہے، تیری دستگیری ہوگی، مدد ہوگی تو یہ کام ہوگا، بغیر تیری مدد کے کچھ نہیں ہوسکتا، یا اللہ تو مدد فرما۔

عبرت کے لئے ایک خاندان کا قصہ بتاتا ہوں جو بہت پارسا سمجھا جاتا تھا انہیں خود بھی اپنی پارسائی پر جب ناز اور غرور ہوا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو پس پشت ڈال دیا اور پردہ نہیں کیا تو انجام کیا ہوا؟ یہ کوئی گذشتہ زمانہ کا قصہ نہیں، ابھی کا ہے، اور کراچی ہی کا ہے، اگر ان کے خاندان کی بے عزتی کا خطرہ نہ ہوتا تو ان کے نام اور پتے بھی بتا دیتا، تاکہ خود جا کر دیکھ لیں، اور ان سے پوچھ لیں کہ کیا ہوا؟ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے پردہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو توڑ کر خاندان کو خود ہی بے عزت و ذلیل کیا

ہے، اب قصہ سنئے، اللہ کرے کہ بات دل میں اتر جائے۔

ایک حاجی صاحب تھے، بہت نیک، بہت ہی پارسا، ان میں دین کا جذبہ اتنا تھا کہ جب میں دارالعلوم کورنگی میں تھا وہ شہر سے میرا وعظ سننے وہاں جایا کرتے تھے، خود وعظ سنتے اور ٹیپ کر کے دوسرے لوگوں کو بھی سنایا کرتے تھے، شہر سے کورنگی پہنچنا کوئی معمولی بات نہیں، کتنا مجاہدہ ہے، اب آمدورفت کی سہولتیں زیادہ ہوگئی ہیں، ان دنوں میں تو اتنی سہولتیں نہیں تھیں، وہ بلاناغہ ہر وعظ میں شریک ہوتے اور ٹیپ کرتے، اتنے نیک، اور لوگوں کو ان سے اتنی عقیدت اور ان پر اتنا اعتماد کہ لاکھوں کی امانتیں ان کے پاس رکھی ہوئی تھیں، ایک بار ان کے کچھ عزیز میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ قصہ سنایا کہ اس کے اپنے سالی سے ناجائز تعلقات ہوگئے، بیوی کے ہوتے ہوئے، اسی گھر میں بیوی موجود، سسرال کے سب لوگ موجود اور سالی سے ناجائز تعلق ہوگیا، اور کیا کیا؟ چپکے سے پاسپورٹ بنوایا اور کسی ملک کا ویزا لگوایا، ڈاڑھی منڈوائی، کوٹ پتلون پہنا، اور کسی غیر ملک میں بھاگ گئے۔ لوگوں کی امانتیں بھی سب کی سب لے گئے۔ بہت دیندار، مقدس اور پارسا نظر آتے تھے، ان کی صورت اور دینی حالات ایسے کہ کسی کو دور کا وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ یہ شخص ایسا برا ہوسکتا ہے، مگر ہوا کیا؟ اب آپ اندازہ لگائیں کہ لوگوں کو یہ خیال ہوتا کہ ہمارے یہاں تو ایسی بدکاری کا کوئی امکان ہی نہیں، میرے گھرانہ اور ماحول تو بڑا ہی پاک وصاف ہے، اب اس خوش فہمی اور خام خیالی کا کیا علاج؟

ایک بزرگ کا قصہ سنئے، ان کے ایک مرید سفر پر جانے لگے، خیال ہوا کہ باندی بہت حسین ہے، کہاں چھوڑ کر جاؤں؟ خطرات ہیں، سوچا کہ پیر صاحب ہی کے پاس چھوڑ جاتا ہوں، پیر صاحب نیک تو تھے مگر ہوشیار نہ تھے، درحقیقت عقل وہوش کے کمال کے بغیر انسان صحیح طور پر نیک نہیں ہوسکتا، اس لئے عقل کامل چاہئے، عقل جو وحی سے کامل ہوئی ہو، جس کو وحی کا نور حاصل ہو، وہ عقل کامل ہوتی ہے جب جاکر

انسان پورا دیندار بنتا ہے، پیر صاحب کو مرید کی بے بسی پر رحم آگیا، سوچا کہ برائی کا خطرہ واقعی ہے، اب اسے کہاں چھوڑ کر جائے؟ اسے خطرہ سے بچانا چاہئے، اجازت دے دی کہ اچھا میرے پاس چھوڑ جاؤ، قدرت کا کرنا یہ ہوا کہ کہیں اچانک نظر پڑ گئی، اور رغبت ہوگئی، اور اگر وہ ہوتا کوئی ایسا ویسا پیر، ان حاجی صاحب جیسا جو سالی کو اڑا کر لے گئے تو وہ پیر صاحب تو بہت خوش ہوتے کہ اچھا ہوا مرغی خود ہی گھر میں پہنچ گئی، بہت خوش ہوتے مگر وہ نیک تھے، آخرت کی فکر اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں تھا جیسے ہی خیال آیا اور دل میں رغبت پیدا ہوئی، فوراً پریشان ہوگئے، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے کہ ''یا اللہ! یہ کیا معاملہ ہے، کیسے بچوں؟''

امراض باطنہ سے بچنے کا نسخہ:

ایسی حالت میں فکر ہونی چاہئے اور کسی سے نسخہ دریافت کرنا چاہئے، گھر بیٹھے بیٹھے کام نہیں ہوتا، جہاں کسی گناہ کی طرف التفات ہو، توجہ ہو، رغبت ہو، فوراً کسی باطنی ڈاکٹر کے پاس پہنچا جائے، کسی دینی طبیب کے پاس جا کر اپنے حالات بتائے جائیں اور نسخہ حاصل کیا جائے۔

؎ نفس نتوان کشت الا ظل پیر
دامن این نفس کش را وامگیر

نفس کو شرارتوں سے روکنا، اس گھوڑے کو لگام دینا، یہ سوائے کامل کی صحبت کے نہیں ہوسکتا، کسی کامل کی صحبت اختیار کی جائے اور اپنے حالات بتائے جائیں، نسخے حاصل کیے ہیں، ان نسخوں کو استعمال کیا جائے، اور پھر بعد میں یہ بھی بتایا جائے کہ ان نسخوں سے فائدہ ہوا یا نہیں؟ اگر ہوا تو کتنا فائدہ ہوا؟ جسمانی علاج کے لئے ڈاکٹر سے پہلے تو وقت لینا پڑتا ہے، وقت لینے کے لئے گھنٹوں قطار میں کھڑے ہو کر انتظار کرنا پڑتا ہے، بہت بھاری فیس دینی پڑتی ہے، پھر وہ تھوڑا سا وقت دیتے ہیں، اور پھر

جب دوبارہ دکھانا ہو تو پھر نئے سرے سے گھنٹوں قطار میں کھڑے رہیں، اور فیس بھی دوبارہ دیں، چند منٹوں میں ہزاروں روپے جیب میں ڈال لئے پھر مریض تندرست ہو یا نہ ہو، لیکن باطن کے ڈاکٹر مریضوں سے کوئی فیس نہیں لیتے اور نہ ہی ان کے ہاں مریضوں کو قطار میں کھڑے رہنا پڑتا ہے، مریضوں پر ان کی شفقت و محبت کا یہ عالم ہے کہ ان کی دنیا و آخرت بنانے کے لئے رات دن محنت کر رہے ہیں، پھر ان کے نسخے ایسے اکسیر کہ ان کے استعمال سے صحت یقینی ہے، یہاں ناکامی کے وہم وگمان کا بھی کوئی گذر نہیں، باطنی ڈاکٹر سرکاری ملازم ہیں، اس لئے یہ مریضوں سے تو کوئی فیس نہیں لیتے مگر ان کی تنخواہ سرکاری خزانہ سے ہے، یہ بڑی سرکار (اللہ تعالیٰ) کے درباری لوگ ہیں، اس خزانہ سے ان کو کیا کچھ ملتا ہے؟ بس کچھ نہ پوچھئے، اس سے اندازہ لگائیں کہ جس دربار میں ذرا سی بات پر خزانے بہا دیئے جاتے ہیں وہاں اتنی محبت کرنے والوں کے لئے کیا کچھ ہوگا، یہ سرکاری ڈاکٹر ایسے ہیں کہ ان کے پاس جانے والے مریض بھی سرکاری بن جاتے ہیں اور سرکاری خزانے سے ان کا وظیفہ جاری ہو جاتا ہے، یہ لوگ ایک سیکنڈ میں کروڑوں کماتے ہیں، اگر انسان اللہ تعالیٰ کی طرف لگ جائے، آخرت کی فکر پیدا کرلے، وہاں کی دولت کمانے کی فکر ہو جائے تو چند سیکنڈ میں کروڑوں کمالے، یہ کیا فرمایا:

”کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم“ (رواہ البخاری)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات ہیں، کیا پیارے کلمات ہیں، کیا ہی پیاری زبان ہے، فرمایا دو کلمے زبان پر بہت ہی ہلکے ہیں مگر ترازو میں بہت وزنی، وہاں جب اعمال کا وزن ہوگا تو ترازو میں یہ دو کلمے بہت وزنی ہوں گے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ یہ دو کلمے رحمٰن کو بہت ہی محبوب ہیں، تو جس زبان پر کلمے

جاری ہوں گے وہ زبان ان کو محبوب ہوگی یا نہیں؟ اور جس جسم میں وہ زبان ہوگی وہ محبوب ہوگا یا نہیں؟ یہ دو کلمے کیا ہیں؟

"سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم"

ان کے ادا کرنے میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے؟ صرف تین سیکنڈ، میں نے گھڑی میں دیکھا تجربہ کے بعد بتا رہا ہوں، اور فرمایا:

"لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ کنز من کنوز الجنۃ" (مسند احمد)

ایک بار لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ کہنے سے جنت کے خزانوں میں سے بہت بڑا خزانہ مل جاتا ہے، یہ کلمہ کہنے میں بھی صرف تین سیکنڈ صرف ہوتے ہیں، تین سیکنڈ میں اتنا بڑا خزانہ پھر یہ خزانہ بھی جنت کا ہے، جس کا حال یہ ہے کہ اگر اس دنیا جیسی ہزاروں دنیا پیدا کر دی جائیں تو وہ جنت کی ادنیٰ سے ادنیٰ نعمت کے برابر بھی نہیں ہوسکتیں، مگر یہ خزانے جب ملیں گے کہ یہ کلمے کچھ ذرا دل میں اتریں یعنی گناہوں کو چھوڑا جائے اگر آپ گناہوں کو نہیں چھوڑتے اور یہ کلمات کہہ لئے تو ایسا ہوگا جیسے شہد کی بھری ہوئی بوتل میں چند قطرے سنکھیا کے ملا دیں، فوراً اثر ختم ہو جائے گا بلکہ سب زہر بن جائے گا۔

میں بتاتا رہتا ہوں کہ جب انسان باہر نکلتا ہے تو اگر کسی ناجائز چیز کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی مگر اس نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے نظر نیچی کر لی تو یہ اتنا بڑا مقام ہے اور اس سے اتنے درجات قرب حاصل ہوتے ہیں کہ ہزاروں سال کے نوافل سے یہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا، جب ایک گناہ چھوڑنے پر اور گناہ کے تقاضے کے وقت اس سے بچ جانے پر اتنا بڑا مقام حاصل ہوتا ہے تو اس کو حاصل کرنے کی فکر ہونی چاہئے۔ اگر فکر پیدا ہو جائے تو پھر ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت ملتی ہے اور جب فکر ہی نہ ہو تو ہدایت زبردستی نہیں ملتی۔

ان بزرگ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف تھا، غلطی کر بیٹھے، اجازت دے دی، کہ ہاں! باندی چھوڑ جاؤ، مگر جہاں گناہ کا تقاضا پیدا ہوا فوراً علاج کی فکر ہوئی، اب تلاش کرنے لگے کہ کس کے پاس علاج کے لئے جاؤں؟ اس کے لئے بھی تلاش کی ضرورت ہے، یہ نہیں کہ ہرکس وناکس کے پاس چلے جاؤ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝﴾ (پ ۱۹ - ۵۹)

ترجمہ: ”رحمٰن کی شان کسی باخبر سے پوچھئے۔“

باخبر کون ہے؟ یہ مضمون بہت طویل ہے آج بیان نہیں ہوگا، کچھ علامات ہیں، دلائل ہیں، حالات ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ یہ شخص باخبر ہے، یہ علاج کرسکتا ہے، دوسروں سے علاج نہیں ہوگا، ان بزرگ نے تحقیق شروع کی کہ اس مرض کا علاج کہاں ہوسکتا ہے؟ اس کی تڑپ پیدا ہوگئی، کسی نے بتایا کہ فلاں شہر میں ایک بزرگ ہیں ان کے پاس جاؤ وہاں پہنچے، اس شہر میں جا کر ان کا نام بتا کر معلوم کیا، کسی نے کہا۔

”ارے! کہاں جارہے ہو؟ وہ تو بہت بڑا بدمعاش ہے۔“

یہ بے چارے بہت پریشان ہوئے، جس نے بھیجا تھا اس سے آکر شکایت کی کہ آپ نے مجھے کہاں بھیج دیا؟ وہ بولے لوگ کچھ بھی کہیں، بہرحال آپ ان کے پاس ضرور پہنچیں، پھر گئے، تو بتایا گیا کہ فلاں شرابیوں کے محلّہ میں ان کا مکان ہے، وہاں پہنچے، مکان میں اندر گئے تو دیکھا کہ شراب کا پیالہ سامنے رکھا ہوا ہے، ایک حسین لڑکا بھی پاس بیٹھا ہوا ہے، چونکہ ان کو یقین دلایا گیا تھا کہ وہ بڑے بزرگ ہیں، اور قلب میں بھی محسوس ہوا کہ ہاں! یہ کچھ ہیں، جو خود صاحب دل ہوتا ہے وہ صاحب دل کو پہچان لیتا ہے، پوچھا: حضور! یہ سامنے پیالہ میں کیا ہے؟ فرمایا شربت ہے، رنگ شراب کا تھا لیکن تھا شربت، پھر پوچھا یہ لڑکا کون ہے؟ فرمایا یہ میرا بیٹا ہے، پھر پوچھا: آپ نے شرابیوں کے محلّہ میں کیوں رہائش اختیار کی؟ انہوں نے فرمایا کہ شروع میں

جب میں اس مکان میں آیا تھا اس وقت یہ محلّہ شرابیوں کا نہیں تھا، بعد میں لوگ شرابی بن گئے، مجھ پر شرعاً واجب نہیں کہ میں اپنا مکان بیچ کر یہاں سے چلا جاؤں، اب ان صاحب نے پوچھا کہ آپ نے اپنی ظاہری صورت ایسی کیوں بنا رکھی ہے کہ دیکھنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی کوئی بدمعاش ہے؟ ان پر ان کی حالت منکشف ہو چکی تھی، فرمایا کہ میں نے خود کو اس لئے ایسا بنا رکھا ہے تاکہ مرید اپنی باندیاں میرے پاس نہ چھوڑ کر جایا کریں۔

دین ہر رشتے پر مقدم ہے:

انہوں نے اس طرح سے احتیاط کی، ورنہ اصل شرعی مسئلہ یہ ہے کہ بدظنی کے موقع سے بچنا فرض ہے، اپنے آپ کو ایسا بنانا جائز نہیں کہ لوگوں کو بدگمانی ہو، مگر اس کے ساتھ ساتھ انسان کا قلب مضبوط ہونا چاہئے، کسی کی مروت میں آکر ایسا کام ہرگز نہ کرے جس سے اپنے دین پر خطرہ کا کوئی بعید سے بعید امکان ہو، ثابت قدمی سے کام لے اسی لئے تو فرمایا۔

؎ دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاران کعبہ یک دل بہتر است

دل پہ وہ ضابطہ ہو کہ چاہے مزید منت سماجت کرے، خواہ ماں ہو، باپ ہو، بہن ہو، بھائی ہو، بیوی ہو، شوہر ہو، حاکم ہو، دنیا کا کوئی فرد بھی ہو، جس کی بات ماننے سے دین پر خطرہ ہو تو کسی کی مروت میں ہرگز ایسا کام نہ کرے، بلکہ اپنے مالک حقیقی محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو کر یوں کہہ دے۔

؎ اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

اگر میرا اللہ مجھ سے ناراض ہو اور دنیا والے سب راضی ہو جائیں تو بال برابر مجھے

فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور اگر میرا اللہ راضی ہے تو ساری دنیا ناراض ہوتی رہے، میرا اس میں کچھ نقصان نہیں، قلب میں قوت ہونی چاہئے، اور قلب میں قوت جب پیدا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا وہ تعلق پیدا ہو جائے جس کے سامنے پوری دنیا کے تعلقات نیست و نابود ہو جائیں، قلب میں یہ قوت ہونی چاہئے کہ اگر کوئی مرید باندی واندی چھوڑنے آئے تو اس سے بچنے کے لئے اپنا ظاہر بگاڑنے کی ضرورت نہیں صاف کہہ دے ارے! تیری باندی کو بچانے کے لئے میں اپنے دین کو خطرہ میں ڈالوں اور اپنی آخرت برباد کرلوں، مجھ سے یہ نہیں ہوگا، تمہاری آخرت سنوارنے کے لئے میں اپنی آخرت برباد نہیں کر سکتا، کسی کی جوتی کی حفاظت کے لئے اپنی گٹھڑی گنوا دینا عقل کی بات نہیں ہے، جب کسی کی مروت میں آکر اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف عمل کیا جاتا ہے اس پر یہ وبال پڑتا ہے، اس قصہ سے کیا ثابت ہوا؟ وہ بزرگ تھے، متقی تھے، اسی لئے فکر پیدا ہوئی مگر انہوں نے اپنے نفس پر اعتماد کیا کہ باندی پاس رکھنے سے مجھ پر کوئی خطرہ نہیں، بس نفس پر اعتماد کرنے کی وجہ سے یہ وبال آیا، اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا کہ دیکھو! تمہیں اپنے تقویٰ پر ناز کیوں پیدا ہوا؟ اب ذرا ان لوگوں کی حالت کا اندازہ لگائیے جو یوں کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے یہاں تو کوئی خطرہ نہیں، خطرے سے غافل رہنا سب سے بڑا خطرہ ہے۔

خطرے سے غافل رہنا سب سے بڑا خطرہ ہے:

جو انسان یہ سمجھتا ہے سب سے بڑا خطرہ اسی کے یہاں پیدا ہوتا ہے اس کی کوئی وجوہ ہیں، اللہ کرے یہ باتیں سمجھ میں آجائیں:

❶ پہلی بات تو یہ کہ دشمن وار وہیں کرتا ہے جہاں انسان غافل ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ”جہاں کہیں بھی خلوت میں دو نامحرم مرد و عورت جمع ہوئے وہاں تیسرا شیطان ضرور ہوتا ہے۔“ (ترمذی)

کسی بزرگ کا قول ہے کہ اگر حسن بصری اور رابعہ بصریہ جیسے مقدس بزرگ بھی خلوت میں ایک جگہ جمع ہو جائیں تو شیطان ان کو بھی بدکاری میں مبتلا کر دے گا، عوام کا تو کیا کہنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرما دیا کہ جہاں بھی خلوت میں نامحرم مرد و عورت جمع ہوں گے وہاں شیطان ضرور ہوتا ہے اور وہ بدکاری کروا کر چھوڑتا ہے، اسی لئے فرمایا کہ غیر سے اتنا پردہ نہیں جتنا کہ شوہر کے اعزہ واقارب سے ہے، شوہر کے اعزہ واقارب سے زیادہ سخت پردہ کا حکم ہے، فرمایا کہ شوہر کے رشتہ داروں سے اتنا سخت پردہ کرو، اتنا ڈرو کہ جیسے موت سے ڈرتے ہو، جس سخت خطرہ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے رشتہ داروں کو ''موت'' فرمایا بعینہٖ وہی خطرہ عورت کے نامحرم رشتہ داروں سے بھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے رشتہ داروں کو ''موت'' کیوں فرمایا؟ اس لئے کہ غفلت اور اطمینان انسان کو ہمیشہ اپنے رشتہ داروں سے ہوتا ہے، فلاں آرہا ہے تو کوئی بات نہیں، وہ تو ہمارا دیور ہے، فلاں تو ہمارا چچازاد بھائی ہے، فلاں پھوپھی زاد بھائی ہے، فلاں ماموں زاد بھائی ہے اور فلاں خالہ زاد بھائی ہے، جہاں ان سارے خطرات سے انسان غافل رہتا ہے سوچتا ہے کہ یہ تو اپنے ہی ہیں اور ان کے گھر میں آنے میں ذرا بھی شک وشبہ نہیں ہوتا کہ ان سے کسی قسم کی بدکاری ہوگی، شیطان غافل سمجھ کر وہیں حملہ کرتا ہے، خالہ زاد وغیرہ کو بھائی قرار دے کر ان سے بے تکلفی کا تعلق رکھا جاتا ہے، اس طرح یہ سب ''زاد'' ھمزاد کی طرح ہر وقت لپٹے رہتے ہیں، اللہ نے ان رشتوں کے ساتھ بالخصوص شادی کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔

﴿ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمّٰتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ﴾ (پ۲۲ - ۵۰)

چچا کی لڑکیاں، پھوپھی کی لڑکیاں، ماموں کی لڑکیاں، خالہ کی لڑکیاں چاروں ''زاد'' کی تصریح فرمادی کہ ہم نے ان کو شادی کے لئے حلال کر دیا ہے، مگر اس زمانہ کا

دغا باز مسلمان ان کو بہنیں بنا کر مزے اڑاتا ہے، پھر چاہیں تو بہن بھائی آپس میں شادی بھی کر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے عقل مسخ ہو جاتی ہے، اتنی موٹی سی بات دماغ میں نہیں اترتی کہ بہن بھائی ہیں تو ان کی آپس میں شادی کیسے ہوگئی؟ بس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں اور اپنی ہوس کے بندوں نے یہ جادو کی ڈبیہ بنا رکھی ہے، اس میں ایک طرف سے دیکھیں تو بھائی بہن، فوراً اسی وقت دوسری جانب سے دیکھیں میاں بیوی، یا اللہ! تو ان دغا باز مسلمانوں کو سچے مسلمان بنا دے۔

❷ دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ لوگ اپنے آپ کو پارسا سمجھتے ہیں، کہتے ہیں ہمارا خاندان بہت پاک دامن اور نیک ہے، یہاں تو کوئی گناہ ہو ہی نہیں سکتا، بس جہاں کسی نے خود کو پارسا سمجھا اور دل میں عجب و پندار ہوا اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرتے ہیں، اسے گناہ میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

❸ ایسے خاندانوں کی بربادی کی تیسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم تو پارسا اور پاک دامن ہیں، ہمارے یہاں یہ بدکاری نہیں آسکتی، یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو بے کار سمجھتے ہیں، اگر کہیں کوئی خطرہ ہی نہیں تو اللہ تعالیٰ نے ایسے احکام نازل ہی کیوں فرمائے؟ یہ لوگ اپنے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم سے زیادہ سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو بے کار جانتے ہیں، سو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو بیکار بتائے گا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا ہی میں اس کے وبال میں مبتلا کر کے چھوڑیں گے اس پر یہ عذاب آتا ہے اس لئے ایسے واقعات ہوتے ہیں۔

قرآن کے ساتھ آج کے مسلمان کا برتاؤ:

اب ذرا سنئے کہ اللہ تعالیٰ کے کیا احکام ہیں؟ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اچھا ہے آج

کے مسلمان کو یہ معلوم نہیں کہ قرآن میں کیا حکم ہے؟ آج کا مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ کہیں قرآن خوانی کروادو، مکان بنایا تو خوانی کروالو، چائے بسکٹ کھالو، کوئی کارخانہ کھولا تو خوانی کروالو، اور کوئی مر گیا تو پیسے دے کر خوانی کروالو، ایصالِ ثواب کردو، جن بھوت چڑھ گیا تو اسے طشتریوں پر لکھ لکھ کر پلاتے جاؤ، اور اس کے حصار کھینچ لو، بیمار ہو گیا تو آیات شفاء پڑھ پڑھ کر پھونکتے رہو، دم کرتے رہو، گھول گھول کر پلاتے رہو، یہ قرآن تو بڑا میٹھا ہے جو لڈو کھلائے، چائے پلائے بسکٹ کھلائے، یہ تو بڑا ہی مزے دار ہے۔

کسی نے کسی سے پوچھا کہ قرآن کریم کی دعائیں کون کون سی پسند ہیں؟ اس نے کہا، سبحان اللہ! قرآن کی دعائیں تو ساری ہی اچھی ہیں، لیکن مجھے ایک دعاء بہت پسند ہے:

﴿رَبَّنَآ أَنزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ ٱلسَّمَآءِ﴾ (پ ۷ ـ ۱۱۴)

ترجمہ: ''یا اللہ ہم پر آسمان سے دستر خوان نازل فرما۔''

پھر پوچھا، قرآن کا حکم کون سا پسند ہے؟ جواب دیا کہ حکم تو سارے ہی اچھے ہیں لیکن مجھے تو ایک حکم بہت پسند ہے:

﴿وَكُلُوا۟ وَٱشْرَبُوا۟﴾ (پ ۸ ـ ۳۱)

ترجمہ: ''کھاؤ پیو۔''

ذرا سوچ کر بتایئے کہ آپ نے قرآن کا کیا مطلب سمجھا ہے؟ یہ قرآن کس مقصد کے لئے ہے؟ کیا ان مقاصد کے علاوہ بھی اس کا کوئی مقصد ہے یا نہیں؟ اچھا ہے کہ قرآن کا مطلب صرف یہی سمجھا ہے، ورنہ اگر قرآن کا صحیح مقصد سمجھ میں آجائے اور معلوم ہو جائے کہ اس قرآن میں کیا ہے تو مجھے یقین ہے کہ آج کا مسلمان قرآن کو کباڑی میں جا کر سمندر میں پھینک آئے گا، (معاذ اللہ) گھر میں رکھنے کو تیار نہیں ہوگا میرا یقین بلا دلیل نہیں، واقعات پر مبنی ہے، اس وقت صرف ایک قصہ بتاتا

ہوں، ایک شخص نے مجھے خود بتایا کہ اس کی بیوی نے ترجمہ قرآن پڑھنا شروع کیا، بڑے شوق سے پڑھتی رہی، جب سورہ نور پر پہنچی اور وہاں آیا پردہ کا حکم تو چلا اٹھی، بس بس رہنے دو ایسے قرآن کو، میں نے بس کی، توبہ کی، رہنے دو ایسے قرآن کو، اس شخص نے بتایا کہ اس نے بیوی کو بہت سمجھایا کہ پڑھ تو لو عمل نہ کرنا، اور شاید کبھی عمل کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ دے دے، بیوی نے کہا، نہیں نہیں، بس کیا بس کیا، میں کبھی ایسے قرآن کو نہیں دیکھوں گی، مجھے ایسے قرآن کی ضرورت نہیں، میں نے توبہ کی ایسے قرآن سے۔ (معاذ اللہ)

اس عورت کو پہلے سے معلوم نہیں تھا کہ اس قرآن میں کیا ہے، اس وقت تو وہ اسے چومتی ہوگی، آنکھوں سے لگاتی ہوگی، اچھے سے اچھے غلاف میں رکھتی ہوگی کتنی خوانیاں کرواتی ہوگی، اور جب اسے قرآن میں پردہ کا حکم معلوم ہوا تو چیخیں نکل گئیں، اور چلانے لگی کہ مجھے ایسے قرآن کی ضرورت نہیں۔ یہ تو ہوا ایک پردہ کا حکم، اس پر قیاس کر لیجئے کہ جب قرآن کے سارے احکام سامنے آجائیں تو کیا ہوگا؟ بس یہی ہوگا کہ سارے قرآن جمع کر کے کباڑی میں پھینک دو، یہی کہے گا آج کا مسلمان یا نہیں کہے گا؟ سوچئے للہ! سوچئے، یا اللہ تو مدد فرما، مسلمانوں کو سوچنے کی توفیق عطا فرما کہ آخر یہ قرآن کیا ہے؟ کیوں نازل ہوا؟ اس کو نازل کرنے کا مقصد کیا ہے؟ آج میں نزول قرآن کا مقصد بتاتا ہوں، اور اس لئے بتاتا ہوں کہ جو لوگ یہاں آتے ہیں ان سے یہ توقع ہے کہ ان شاء اللہ وہ قرآن کو سمندر میں نہیں پھینکیں گے، یا اللہ! اس دن (جمعہ) کی برکت سے اس مجمع کی برکت سے سب کو پتا چل جائے کہ یہ قرآن کیا ہے؟ فرمایا:

﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ﴾ (پ ۲۹ - ۲۹)

ترجمہ: ”بلاشبہ یہ قرآن نصیحت کی کتاب ہے۔“

دنیا کے اسباب حاصل کرنے کے لئے، دنیوی ترقی حاصل کرنے کے لئے،

مال و دولت جمع کرنے کے لئے، جن، آسیب اور سفلی بھگانے کے لئے نہیں، یہ اور بات ہے کہ اس کی برکت سے یہ کام بھی ہو جائیں، مگر یہ خوب سمجھ لیں کہ یہ فائدہ عارضی ہوگا، جب تک قرآن کا مقصد نزول نہیں سمجھیں گے اور اس میں بتائے گئے احکام پر عمل نہیں کریں گے، اس وقت تک پرسکون زندگی ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی، کوئی نہ کوئی عذاب مسلط رہے گا، قرآن کریم جسمانی امراض کے علاج اور دنیوی اغراض کی تحصیل کے لئے نازل نہیں کیا گیا، یہ نصیحت کی کتاب ہے، یہ قانون کی کتاب ہے، اس پر عمل کرنا ہے، یہ کتاب عمل کروانے کے لئے نازل کی گئی ہے۔

قرآن میں پردہ کے احکام:

اب سنئے قرآن کیا کہتا ہے:

① ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾﴾ (پ ۲۲ ـ ۳۲)

مجھے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید آپ یہ کہیں کہ یہ نہ جانے کیا پڑھ رہا ہے؟ ارے! یہ قرآن میں ہے سورہ احزاب میں ہے۔ آج کے مسلمان کے عمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ قرآن میں یہ چیزیں ہیں ہی نہیں، اور مولویوں کا یہ حال ہے کہ قرآن کو پڑھتے پڑھاتے ان کی آنکھوں پر ایسی پٹی پڑ گئی کہ اس طرف کسی کی نظر ہی نہیں جاتی کہ یہ بھی قرآن میں ہے، یا اللہ! تو مدد فرما، ہدایت فرما "لا حول ولا قوۃ الا بک" اصل دستگیری صرف تیری ہی طرف سے ہے، اگر تیری دستگیری نہیں ہوگی تو ہمارے کرنے کرانے سے کچھ نہیں ہوگا، تو ہی مدد فرما، ہماری عاجزی پر رحم فرما، ہمارے ضعف پر رحم فرما، ایسے ماحول، ایسے معاشرہ میں یا اللہ! تو ہی مدد فرما، دستگیری فرما، لوگ آج نزول قرآن سے چودہ سو سال بعد گناہوں میں رات دن دُھت اور

مست ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے بزرگ ہیں، ہمارے یہاں کسی گناہ کا احتمال نہیں، اور اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں؟

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویو! جب کسی ضرورت سے دین حاصل کرنے کے لئے کوئی شخص آکر دین کا مسئلہ پوچھے تو اپنے لہجہ میں نرمی اور لچک پیدا نہ کرو، نزاکت سے بات نہ کرو"

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن جن کا اتنا اونچا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ایک پورے رکوع میں ان کی تطہیر اور پاک دامنی کا مقام بیان فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾﴾ (پ ۲۲ - ۳۳)

ان کو اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا، اور جس کو اللہ تعالیٰ پاک کر دے کیا اس کے قریب کوئی خباثت ونجاست آسکتی ہے؟ کیا ان کے بارے میں یہ گمان ہوسکتا تھا کہ غیر محرم کو جب مسئلہ بتائیں گی تو نزاکت سے بولیں گی؟ یہ بات تو گمان میں بھی نہیں آسکتی، پھر جس کے بارے میں یہ وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا، خیال بھی نہیں آسکتا اسے روکا کیوں؟ اللہ تعالیٰ روک رہے ہیں کہ نزاکت سے بات نہ کریں، ان سے جب نزاکت سے بات کرنے کا کوئی خطرہ ہی نہیں تو پھر یہ حکم کیوں فرمایا؟ اس لئے خوب سمجھ لیں اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی آواز میں جو طبعی و پیدائشی نزاکت ہوتی ہے اسے خشونت وخشکی سے بدلو، بات آئی سمجھ میں؟ کبھی کسی غیر محرم مرد سے بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو عورت کی آواز میں جو پیدائشی نزاکت ہے اس سے بھی بچو، آواز میں بتکلف درشتی اور روکھا پن پیدا کرنے کی کوشش کرو، اس زمانہ فساد میں کسی عورت کو مجبوری میں کبھی کسی غیر محرم سے بات کرنا پڑے تو بتکلف ایسا لہجہ بنائے کہ سننے والا یوں محسوس کرے کہ کوئی چڑیل بول رہی ہے۔

بات پوری طرح سمجھنے کے لئے چند چیزیں ذہن نشین کرلیں:

❶ ایک تو یہ کہ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا اتنا اونچا مقام ہے کہ ان سے گناہ کا وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا، گناہ کا وسوسہ بھی نہیں آسکتا، یہ ''مطہرات'' ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پاک کردیا ہے۔

❷ دوسری بات یہ امت کی مائیں ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے انہیں صرف احتراماً امت کی مائیں نہیں فرمایا، بلکہ جس طرح حقیقی ماں کے ساتھ نکاح حرام ہے اسی طرح امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی امت کے مردوں پر حرام ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَآ أَن تَنكِحُوٓاْ أَزْوَٰجَهُۥ مِنۢ بَعْدِهِۦٓ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ ٱللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥٣﴾﴾ (پ۲۲ - ۵۳)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی بیویوں سے تم کبھی بھی نکاح نہیں کرسکتے۔''

جس طرح ماں کے ساتھ کسی حالت میں بھی نکاح نہیں ہوسکتا، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے اسی طرح امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی تا قیامت امت کے ہر فرد پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امت کا کوئی فرد آپ کی بیویوں سے نکاح نہیں کرسکتا۔

❸ تیسری بات، امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے بات کرنے والے کون تھے؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کا تقویٰ وہ تقویٰ ہے کہ فرشتوں کو رشک آئے، جن کی پاک دامنی کی شہادت اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں دیں:

﴿رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُواْ عَنْهُ﴾ (پ ۲۸ - ۲۲)

ترجمہ: ''یہ وہ لوگ ہیں کہ جن سے ہم راضی اور جو ہم سے راضی۔''

اور فرمایا:

﴿وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ﴾(پ ۵ - ۹۵)

ترجمہ: ”سب کے ساتھ ہمارا معاملہ یہ کہ سب کو بخش دیا۔“

❹ ان کی آپس میں باتیں کیا ہوتی تھیں؟ دینی مسائل سیکھنا سکھانا۔

اب ساری چیزیں ملا کر دیکھیے، یہ عورتیں کون ہیں؟ امت کی مائیں ہیں، جو امت کے ہر فرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہیں، اور مرد کون؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی مقدس ہستیاں، اور کام کیا؟ دینی مسائل پوچھنا، ایسے موقع پر فرماتے ہیں کہ جب بات ہو تو زنانہ لہجہ میں جو پیدائشی نزاکت ہے اس کو خشکی سے بدلا کرو، پیدائشی نزاکت بھی نہ آنے پائے، یہ تو امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو ہدایت دی، اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کیا ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ﴾

(پ ۲۲ - ۵۳)

ترجمہ: ”جب بھی دین حاصل کرنے کے لئے امہات المؤمنین سے کچھ پوچھنا پڑے تو پردہ کے پیچھے سے پوچھو۔“

سامنے آنے کی اجازت نہیں للہ! غور کیجیے، جن کو یہ حکم دیا جا رہا ہے یہ مرد کون ہیں؟ اور یہ خواتین کون ہیں؟ کسی بزرگ نے تو حسن بصری اور رابعہ بصریہ کا نام لیا تھا، یہاں اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں وہ مقدس عورتیں اور مقدس مرد ہیں، ان کے بارے میں ہدایت دی جا رہی ہے کہ جب دین بھی سیکھنا ہو تو پردہ کے پیچھے سے بات کرو۔

قرآنی احکام سے کیسی غفلت:

❷ ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ﴾(پ ۲۲ - ۵۹)

مجھے ہنسی آتی ہے اور رہ رہ کر تعجب بھی ہو رہا ہے کہ لوگ یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ

یہ قرآن نہیں پڑھ رہا، اللہ جانے کیا پڑھ رہا ہے؟ اللہ کرے یقین آجائے کہ میں جو پڑھ رہا ہوں یہ قرآن ہی ہے، مجھے تعجب اس لئے ہو رہا ہے کہ اس اُمت نے قرآن کو ایسا چھوڑا، ایسا چھوڑا، ایسا چھوڑا کہ جب میں قرآن کے احکام بتاتا ہوں تو انہیں یقین نہیں آرہا ہوگا کہ یہ قرآن ہی کے احکام ہیں، یہی سمجھتے ہوں گے کہ اللہ جانے یہ کیا پڑھ رہا ہے؟ سنئے! کیا حکم ہو رہا ہے:

”اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجئے اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مؤمنین کی عورتوں سے کہ جہاں کبھی ضرورت سے باہر نکلنا پڑے تو چادر میں لپٹ کر نکلا کرو، اور چادر کو چہرہ پر لٹکا لیا کرو، تاکہ چہرہ پر کسی کی نظر نہ پڑے۔“

❸ ﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ ءَابَآئِهِنَّ أَوْ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَآئِهِنَّ أَوْ أَبْنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ أَخَوَٰتِهِنَّ أَوْ نِسَآئِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُنَّ أَوِ ٱلتَّٰبِعِينَ غَيْرِ أُو۟لِى ٱلْإِرْبَةِ مِنَ ٱلرِّجَالِ أَوِ ٱلطِّفْلِ ٱلَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا۟ عَلَىٰ عَوْرَٰتِ ٱلنِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝٣١﴾ (پ۱۸-۳۱)

یہ سورہ نور کی آیت ہے، یا اللہ! تو قرآن کریم کے انوار ہمارے دلوں میں اتار دے یعنی قرآن پر ایسا عمل ہو، ایسا عمل ہو کہ دنیا کی کوئی قوت اس کو روک نہ سکے، دل میں نور پیدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ تعلق پیدا ہو جائے کہ اس

کے احکام پر عمل کرنے سے دنیا کی کوئی طاقت نہ روک سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے: فرما دیجئے مؤمنات سے، یعنی جو عورتیں یہ فرمودہ سننے کو تیار نہیں یا اس پر عمل کرنے کو تیار نہیں، وہ مؤمنات کی فہرست سے الگ ہیں، اس لئے جو عورتیں مؤمن ہیں آپ ان سے فرمائیں کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، وہ کیسے ہوگی؟ اس طرح کہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، اور اپنے گریبانوں پر چادر یا دوپٹہ لپیٹ کر رکھا کریں، تاکہ سینہ کا ابھار محسوس نہ ہو اور گریبان پر کہیں نظر نہ پڑے، آگے ایک ایک کر کے گنوا رہے ہیں کہ ان کے سوا باقی کسی کے سامنے بھی بے پردہ جانا جائز نہیں، وہ کون ہیں؟ ① شوہر ② باپ، چچا اور ماموں بھی اس میں داخل ہیں ③ خسر ④ بیٹا، پوتا اور نواسا بھی اس میں داخل ہیں ⑤ شوہر کا بیٹا، داماد کا بھی یہی حکم ہے، اس لئے کہ اس میں حکم کی علت یعنی حرمت موبدہ موجد ہے، یعنی وہ شخص جو ہمیشہ کے لئے حرام ہو اور اس سے کبھی بھی نکاح نہیں ہوسکتا، اس سے پردہ نہیں، ساس کی حرمت کا ذکر دوسری آیت میں ہے، جس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا ⑥ بھائی ⑦ بھتیجا ⑧ بھانجا ⑨ مسلمان عورتیں، مسلمان عورتوں کے سامنے تو اپنی زیب و زینت ظاہر کرسکتی ہیں، کافر عورتوں کے سامنے، سر یا زو اور پنڈلی وغیرہ کھولنا حرام ہے۔

بعض مسائل قرآن کریم سے سوچ سوچ کر نکالے جاتے ہیں مگر پردہ کا یہ مسئلہ نکالا ہوا نہیں، یہ قرآن کریم کا صریح حکم ہے۔ بتایئے! ہسپتالوں میں اور گھروں میں جو غیر مسلم عورتیں کام کرنے کے لئے آتی ہیں کیا مسلمان عورتیں ان سے بالوں کا پردہ کرتی ہیں؟ کلائیوں کا پردہ کرتی ہیں؟ پنڈلیوں کا پردہ کرتی ہیں؟ گلے گردن کانوں اور سینہ کا پردہ کرتی ہیں؟ خوب سمجھ لیں کہ جو لوگ قرآن کریم کو چوم چوم کر مسجدوں میں رکھ کر یا خوانیاں کروا کر یہ سمجھتے ہیں کہ آفات زائل ہو جائیں گی وہ جب تک قرآن کریم کے احکام کی خلاف ورزی نہیں چھوڑیں گے ہرگز دنیا ان میں ان کو چین کی

زندگی نصیب نہیں ہوسکتی، اگر قرآن کے ساتھ عقیدت ہے تو قرآن پر ایمان ہے تو اس پر عمل کر کے دکھائیں۔

⑩ کافر باندی، اس کے سامنے سر اور بازو کھولنا جائز ہے ⑪ ایسے مدہوش جن کو عورتوں کے بارے میں کوئی علم نہیں ⑫ چھوٹے بچے جن کو ابھی یہ سمجھ ہی نہ ہو کہ یہ عورت کیا چیز ہے؟ جسے مرد و عورت میں فرق ہی معلوم نہ ہو، آج کل دس دس بلکہ بارہ چودہ سال کے بچوں سے بھی پردہ نہیں کیا جاتا، ذرا اپنی حالت سے اندازہ لگایئے کہ آپ کی عمر کتنی تھی جب آپ کو پتا چل گیا تھا؟ پھر اب تو ترقی کا دور ہے اس دور کے دس سال کے بچہ کو ان چیزوں کی وہ خبر ہے جو آپ کے دور میں بیس سال کے جوانوں کو بھی نہ ہوتی تھی یہ وہ دور ہے، مرد و عورت میں کیا فرق ہے ان کے آپس میں کیا تعلقات ہوتے ہیں، کس مقصد کے لئے شادی کی جاتی ہے، یہ دیکھنا چاہئے کہ بچہ کو کس عمر میں ان چیزوں کی سمجھ آگئی، اس عمر سے پردہ کرنا فرض ہے۔

آگے ارشاد ہے: اپنا پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں تاکہ اگر پاؤں میں کوئی زیور ہو تو اس کی آواز باہر سنائی نہ دے، جب عورت کی پازیب کی آواز کو پردہ ہے کہ اس کی آواز باہر نہ جائے تو خود عورت کی آواز کو کتنا پردہ ہونا چاہئے اور اس کے چہرہ کو کتنا پردہ لازم ہوگا۔

تمام پریشانیوں کا علاج:

پردہ کے حکم کی تفصیل بیان فرمانے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:

﴿وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣١﴾﴾ (پ ۱۸ - ۳۱)

اگر تم فلاح چاہتے ہو دنیا و آخرت کی کامیابی چاہتے ہو، اپنی پریشانی کا علاج چاہتے ہو، اطمینان اور سکون کی زندگی گزارنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ

اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی چھوڑ دو، بغاوت نافرمانی و معصیت سے توبہ کر لو، اگر ایسا نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ سنا دیا ہے کہ وہ ان کو کبھی بھی سکون نہیں دیں گے، کوئی مجھے ایک شخص تو ایسا بتا دے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہو اور سکون سے دنیا میں رہ رہا ہو، بتائیے! کوئی ہے؟ نافرمان اور سکون مل جائے؟ انہوں نے تو فیصلہ سنا دیا ہے:

﴿ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ ﴾ (پ ١٦ - ١٢٤)

تَرجَمہ: ”جس نے میرے احکام سے اعراض کیا میں نے یہ طے کر رکھا ہے اور فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کی زندگی اس پر تنگ رکھوں گا اور قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھاؤں گا۔“

سکون تو اس کے قریب بھی نہیں آ سکتا کسی گناہ پر کوئی قائم ہو اور توبہ نہیں کرتا اور پھر وہ یہ کہے کہ میرے گھر میں سکون ہے تو ذرا اسے میرے پاس لائیے ذرا میں بھی تھرمامیٹر لگا کر دیکھوں کچھ پتا تو چلے کہ کیسا سکون ہے؟ دل کی باطنی کیفیت کے کسی اسپیشلسٹ کو دکھائیے۔

ہمیں کہتی ہے دنیا تم ہو دل والے جگر والے
ذرا تم بھی تو دیکھو کہ ہو تم بھی تو نظر والے

ذرا ہمیں بھی تو دکھائیے وہ دل جو گناہ بھی کرتا ہو اور اسے سکون بھی ہو دل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کانٹے بھی لگا رکھے ہیں اور پھر سکون بھی ہے، واللہ! ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا، سکون کا نسخہ اس سے پوچھے جس کے قبضہ قدرت میں دلوں کا سکون ہے ان کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ﴾ (پ ١٤ - ٩٧)

یعنی ایمان کے ساتھ عمل صالح ہو تو سکون ملے گا ورنہ نہیں، عمل صالح کی بنیاد یہ ہے کہ گناہوں سے بچے۔

درسِ عبرت:

چچا اور ماموں سے پردہ نہیں، اس کے باوجود اس آیت میں ان کا ذکر کیوں نہیں؟ اس کا ایک جواب تو پہلے بتا چکا ہوں کہ چچا اور ماموں بمنزلہ باپ کے ہیں، اس لئے باپ کے ذکر میں یہ بھی شامل ہیں مگر بعض مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آیت میں سب محرم رشتہ داروں کی تفصیل بیان کرنے کے باوجود چچا اور ماموں کا ذکر نہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ان سے بھی پردہ ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شاید وہ کبھی اپنی بھتیجوں اور بھانجیوں کی شکل وصورت کا کہیں تذکرہ کریں اور ان کے بیٹے سن لیں اور اس سے ان کے قلب میں بدنظری کی رغبت پیدا ہو جائے۔

اگرچہ صحیح مذہب یہی ہے کہ چچا اور ماموں سے پردہ نہیں مگر جن مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان سے بھی پردہ کا حکم فرمایا ہے اور اس کی جو وجہ ارشاد فرمائی ہے وہ ایک بہت بڑا اور درس عبرت ہے بشرطیکہ کسی کے پاس عبرت کی آنکھ ہو، اگر عبرت کی آنکھ نہیں تو عبرت کے ہزاروں قصوں سے بھی عبرت حاصل نہیں ہو سکتی، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہوئیں بلکہ ان کے دل اندھے ہو گئے ہیں:

﴿فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى ٱلْأَبْصَٰرُ وَلَٰكِن تَعْمَى ٱلْقُلُوبُ ٱلَّتِى فِى ٱلصُّدُورِ ﴿٤٦﴾﴾ (پ ١٧ - ٤٦)

تَرجَمَہ: ''یہ یقینی بات ہے کہ ان کی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینوں میں رکھے ہوئے دل اندھے ہو جاتے ہیں۔''

❷ ﴿لَّا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِىٓ ءَابَآئِهِنَّ وَلَآ أَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ إِخْوَٰنِهِنَّ

وَلَآ أَبْنَآءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَآ أَبْنَآءِ أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ۗ وَاتَّقِينَ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٥٥﴾ (پ ۲۲ - ۵۵)

یہ آیت سورہ احزاب کی ہے، اس سے پہلے میں نے جو سورہ نور کی آیت پڑھی تھی اس میں دونوں قسم کے رشتہ دار بتائے ہیں، نسبی رشتہ دار بھی جن سے پردہ نہیں، اور شادی کی وجہ سے جو رشتے پیدا ہو جاتے ہیں وہ بھی بتائے ہیں، جیسے شوہر کا بیٹا اور خسر، مگر سورہ احزاب کی اس آیت میں صرف نسبی رشتہ داروں کا بیان ہے، شادی کی وجہ سے جو رشتہ ہیں ان کو دوبارہ یہاں بیان نہیں فرمایا، باقی وہی رشتہ جو وہاں گنوائے گئے تھے وہی یہاں بھی ہیں، پردہ کا حکم دینے کے بعد فرمایا: ''وَاتَّقِينَ اللَّهَ ۚ'' ایمان کا دعویٰ کرنے والی عورتو! اللہ سے ڈرو، سوچو کہ یہ کس کا حکم ہے؟ پھر یہ الفاظ کیسے زوردار ہیں کہ جس کے دل میں ذرا سی بھی صلاحیت ہو یہ الفاظ سن کر اس کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے ''اللہ سے ڈرو'' یعنی پردہ کے حکم پر عمل نہ کیا تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے، آگے ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٥٥﴾﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے۔'' کہیں تمہیں یہ خیال ہو کہ ہم تو گھر کے اندر رہ کر بے پردگی کرتے ہیں، بس ''زادوں'' کے سامنے تو جاتے ہیں، اس لئے فرمایا کہ اگر چھپ چھپ کر بھی گناہ کرو گی تو اللہ سب جانتا ہے۔

کن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے:

۵ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي

حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ ٱلَّٰتِي دَخَلۡتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمۡ تَكُونُواْ دَخَلۡتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ وَحَلَٰٓئِلُ أَبۡنَآئِكُمُ ٱلَّذِينَ مِنۡ أَصۡلَٰبِكُمۡ وَأَن تَجۡمَعُواْ بَيۡنَ ٱلۡأُخۡتَيۡنِ إِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورٗا رَّحِيمٗا ﴿٢٣﴾ (۴ ـ ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان عورتوں کی تفصیل بتائی ہے جن سے نکاح حرام ہے ① ماں، دادی اور نانی بھی اس میں داخل ہیں ② بیٹی، پوتی اور نواسی بھی اس میں داخل ہیں ③ بہن ④ پھوپھی ⑤ خالہ ⑥ بھتیجی ⑦ بھانجی ⑧ رضاعی ماں ⑨ رضاعی بہن، اس میں دوسرے رضاعی رشتے بھی داخل ہیں، مثلاً رضاعی بھتیجی، بھانجی، پھوپھی، خالہ وغیرہ ⑩ ساس ⑪ بیوی کی بیٹی، بشرطیکہ بیوی سے صحبت کی ہو، اگر کسی عورت سے نکاح کیا مگر اس سے صحبت نہیں کی، صحبت سے پہلے ہی وہ مر گئی یا اس کو طلاق دے دی تو اس کی بیٹی حرام نہیں ⑫ بہو ⑬ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا، یعنی سالی اس وقت تک حرام ہے جب تک اس کی بہن نکاح میں ہے، بیوی کی موت یا طلاق کے بعد اس کی بہن حلال ہے، مقصد یہ ہے کہ سالی ہمیشہ کے لئے حرام نہیں۔

اس سے پہلے جو بارہ رشتے مذکور ہیں وہ سب عورتیں ہمیشہ کے لئے حرام ہیں ایک اور قسم بھی ہمیشہ کے لئے حرام ہے جس کا بیان اس آیت سے پہلی آیت میں ہے:

﴿ وَلَا تَنكِحُواْ مَا نَكَحَ ءَابَآؤُكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَۚ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةٗ وَمَقۡتٗا وَسَآءَ سَبِيلًا ﴿٢٢﴾ (۴ ـ ۲۲)

یعنی باپ کی بیوی، کل تیرہ ہو گئیں ان میں سے کسی کے ساتھ کبھی بھی نکاح نہیں ہو سکتا۔ اسلام اور عقل دونوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ پردہ صرف ایسی عورت کو نہیں جو

ہمیشہ کے لئے حرام ہے اور کسی صورت میں بھی اس سے نکاح نہیں ہوسکتا، اور ہر وہ عورت جس سے کسی وقت بھی نکاح کا امکان ہو اس سے پردہ فرض ہے، اس لئے خوب سمجھ لیں کہ قرآن کریم میں جو تیرہ قسم کی عورتوں کو ہمیشہ کے لئے حرام قرار دیا گیا ہے ان کے سوا ہر عورت سے نکاح صحیح ہے، چنانچہ محرمات کی تفصیل بیان فرمانے کے بعد ارشاد ہے:

﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (پ ۵ - ۲۴)

ترجمہ: ”ان محرمات کے سوا باقی سب عورتیں حلال ہیں، اس لئے ان پر پردہ فرض ہے۔“

ایک جہالت کی اصلاح:

جاہلوں میں مشہور ہے کہ چچی اور ممانی اور بھتیجے کی بیوی اور بھانجے کی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہیں، اس لئے سمجھتے ہیں کہ شوہر کے چچا اور ماموں اور اس کے بھتیجے اور بھانجے سے شرعاً پردہ نہیں، یہ سخت جہالت ہے قرآن کریم میں ان عورتوں کو حلال قرار دیا گیا ہے، یعنی شوہر کے چچا، ماموں اور بھتیجے، بھانجے کی وفات یا طلاق کے بعد ان کی بیوی سے نکاح جائز ہے، دیکھئے جہالت کتنی بری بلا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال کی ہوئی عورتوں کو حرام بتا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہے ہیں، نعوذ باللّٰہ من ذلك خوب یاد رکھیں اور دوسروں تک پہنچائیں کہ شوہر کے چچا اور ماموں اور اس کے بھانجے اور بھتیجے سے پردہ فرض ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں پردہ کی پابندی؟

❶ ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَدْخُلُواْ بُيُوتَ ٱلنَّبِيِّ إِلَّآ أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَٰظِرِينَ إِنَىٰهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَٱدْخُلُواْ فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَٱنتَشِرُواْ﴾ (پ ۲۲ - ۵۳)

سنئے! قرآن کیا کہتا ہے:

''اے ایمان والو! نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر میں داخل مت ہونا۔''

یہ کن لوگوں سے خطاب ہے؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مقدس جماعت سے، جن کے تقدس کا بیان اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بار بار فرماتے ہیں، ان کو حکم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں مت جانا، مائیں ہیں وہ بھی کیسی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾﴾ (پ۲۲۔ ۳۳)

ترجمہ: ''اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیویو! ہم نے تم سب کو پاک کر دیا ہے۔''

جس کو اللہ پاک کر دے کیا اس میں کوئی خرابی آ سکتی ہے؟ وہ پاک عورتیں ہیں، اور جانے والے کون؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کو یہ حکم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں مت جانا۔''

﴿إِلَّا أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ﴾ (پ ۲۲ ۔ ۵۳)

اگر کھانے کے لئے بلایا جائے یعنی کھانے کی کوئی دعوت ہو تو کھانے کے لئے جاؤ، اور پھر اس کے کیا آداب ہیں؟ پہلے سے جا کر نہیں بیٹھ جاؤ۔

﴿وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا﴾ (پ ۲۲ ۔ ۵۳)

ترجمہ: ''جب بلایا جائے اس وقت پہنچو۔''

پھر:

﴿فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا﴾ (پ ۲۲ ۔ ۵۳)

ترجمہ: ''جب فارغ ہو جاؤ تو جلدی سے نکل جاؤ۔''

وہاں بیٹھ کر باتیں نہ شروع کردو، بیٹھے مت رہو، اس کی وجہ سمجھ میں آئی؟ یہ حکم کیوں؟ وہاں تو پردہ ہے، پردہ سے کھلایا جارہا ہے، پھر کیوں کہا جارہا ہے کہ وقت سے پہلے مت جاؤ اور کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو فوراً نکل جاؤ! وہاں بیٹھ کر باتیں نہ کرو، مجلس بازی نہ کرو، بلکہ جلدی سے نکل جاؤ، نہ پہلے سے جا کر بیٹھو نہ بعد میں فارغ ہوکر بیٹھے رہو کیوں؟ اس لئے کہ اگر مستورات آپس میں بات وغیرہ کریں گی تو ان کی آواز کان میں نہ پڑ جائے، کیا کوئی اور مطلب ہوسکتا ہے؟ یہ ادب اس لئے سکھا دیا کہ اگر زیادہ دیر رک کر وہاں بیٹھے رہے تو مستورات کی آواز کانوں میں پڑنے کا خطرہ ہے، اس لئے پس پردہ بھی بقدر ضرورت بیٹھو، ضرورت سے زائد نہ بیٹھو۔

قرآن کے باغیوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدمہ:

میں اس قرآن کے احکام بتارہا ہوں جسے آپ لوگوں نے لڈو کھانے اور چائے پینے کا دھندا بنا رکھا ہے۔

اس قرآن کریم میں جتنے بھی حروف ہیں ان میں سے ایک ایک حرف پر آپ لوگوں نے ''خوانیوں'' میں کم از کم دس دس پیالی چائے پی ہوگی اور اتنے ہی لڈو کھائے ہوں گے اور احکام قرآنی پر عمل کرنا تو درکنار اتنی ''خوانیوں'' کے بعد بھی یہ جو احکام بتا رہا ہوں کبھی آج تک آپ نے سنے بھی ہیں؟ آپ تو بس سمجھتے ہیں کہ بڑا اچھا قرآن دیا ہے، قربان جاؤں اللہ تعالیٰ کے، یاد رکھئے! ایک روز حساب ہوگا، پوچھا جائے گا کہ قرآن کا کیا مقصد سمجھتے تھے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یوں شکایت کریں گے:

﴿يَـٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِى ٱتَّخَذُوا۟ هَـٰذَا ٱلْقُرْءَانَ مَهْجُورًا ۝٣٠﴾ (پ۱۹-۳۰)

ترجمہ: ''اے میرے رب! میری امت نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ رکھا تھا۔''

للہ! سوچئے اس وقت آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟

بے پردہ عورتوں کے ہزاروں اللہ:

اس آیت پر بیان شروع ہوا تھا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا جَآءَكَ ٱلْمُؤْمِنَٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰٓ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِٱللَّهِ شَيْـًٔا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَٰدَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَٰنٍ يَفْتَرِينَهُۥ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِى مَعْرُوفٍ ۙ فَبَايِعْهُنَّ وَٱسْتَغْفِرْ لَهُنَّ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾﴾ (پ ۲۸ - ۱۲)

ترجمہ: ”اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے پاس جب بیعت ہونے کے لئے مؤمن عورتیں آئیں تو ان چیزوں پر بیعت فرمائیں:

﴿أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِٱللَّهِ شَيْـًٔا﴾

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی۔“

ذرا پہلے ہی مرحلہ پر اپنا امتحان کر لیجئے، جو عورتیں یہ کہتی ہیں کہ چچازاد اور پھوپھی زاد سے پردہ ہوگا تو فلاں ناراض ہو جائیں گے، ماموں زاد اور خالہ زاد سے ہوگا تو فلاں ناراض ہو جائیں گے، دیور سے ہوا تو فلاں نارض ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ ان کے ساتھ کسی ایک کو بھی شریک نہ کرو، اور آج کل کی مسلمان کہلانے والیوں کے کتنے اللہ ہیں؟ چچازاد بھی اللہ، پھوپھی زاد بھی اللہ، ماموں زاد بھی اللہ، خالہ زاد بھی اللہ، دیور بھی اللہ، جیٹھ بھی اللہ، بہنوئی بھی اللہ، نندوئی بھی اللہ، یہ تو میں نے ہر ایک قسم میں سے ایک ایک گنوایا ہے، اور اگر کسی کے چچا دس ہوں اور ہر ایک کے دس بیٹے ہوں تو چچازاد ایک سو ہوگئے، اسی طرح ہر ایک قسم میں سے سو سو لے لیں، تو تقریباً ایک ہزار اللہ تو یہی بن گئے، اور پھر چچا کیا کہے گا؟ چچی کیا کہے گی؟ ماموں کیا کہے گا؟ ممانی کیا کہے گی؟ پھوپھا کیا کہے گا؟ اور پھوپھی کیا کہے گی؟ ارے

اللہ جانے کتنے اللہ بنیں گے۔

آج کے مسلمان میں ایمان کتنا ہے؟

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ ٱللَّهِ ۖ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ۗ ﴾(۲ - ۱۶۵)

ترجمہ: ''بہت سے لوگ دنیا میں ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی بنسبت غیر سے زیادہ محبت ہے اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے۔''

بڑی ہی اچھی اور بہت مفید بات اللہ تعالیٰ نے کہلوادی، ذرا اپنے ایمان کا محاسبہ کر لیجئے، فرمایا انہوں نے بہت سے اللہ بنا لئے ہیں، اور ان کے ساتھ ان کو محبت ہے، مگر جن کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پوری دنیا کی بنسبت زیادہ محبت رکھتے ہیں، اب سوچئے! جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم شریعت کے مطابق پردہ نہیں کریں گے یا نہیں کر سکتے، ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ زیادہ محبت ہے یا اپنے خاندان والوں کے ساتھ زیادہ ہے؟ ذرا یہیں بیٹھے بیٹھے ایمان کا محاسبہ کیجئے اور فیصلہ کیجئے کہ ایمان کس درجہ میں ہے؟ بات کچھ دل میں اتر رہی ہے؟ اللہ کرے اتر جائے، اللہ تعالیٰ نے معیار بتا دیا کہ مؤمن وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ پوری دنیا کی بنسبت زیادہ محبت ہو، مگر لوگوں کی اکثریت ایسی ہے کہ انہوں نے بہت سے اللہ بنا رکھے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتنی محبت نہیں جتنی دوسرے خداؤں کے ساتھ ہے، خاندان کے ساتھ محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا جا رہا ہے، تو بتائیے کہ ایمان کہاں ہے؟

مسلمان کو قرآن سے نصیحت کیوں نہیں ہوتی؟

﴿ وَذَكِّرْ فَإِنَّ ٱلذِّكْرَىٰ تَنفَعُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٥﴾ ﴾(پ ۲۷ - ۵۵)

ترجمہ: ’’آپ نصیحت کریں نصیحت مؤمنین کوضرور فائدہ دیتی ہے۔‘‘

اب ذرا سوچا جائے کہ آج کے مسلمان کو قرآن سے نصیحت کیوں نہیں ملتی؟ قرآن کی بات دل میں کیوں نہیں اترتی؟ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ نصیحت ضرور فائدہ دیتی ہے، اور حقیقت میں فائدہ نہیں رہا تو سوچا جائے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد غلط تو نہیں ہوسکتا پھر فائدہ کیوں نہیں ہوتا؟ اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں:

❶ یا تو جو بات کہی جارہی ہے وہ نصیحت ہی نہیں، یعنی کہنے والے میں اخلاص نہیں، اگر کہنے والا اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں کہہ رہا، اس میں فکر آخرت نہیں، قلب میں درد نہیں، ویسے ہی رسم و رواج کے طور پر، دستور کے طور پر یا دکھلاوے کے لئے کہہ رہا ہے، تو اس کا کہنا نصیحت نہیں، اس لئے اس بات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

❷ یا سننے والے مؤمن نہیں، نصیحت مؤمنین کو فائدہ دیتی ہے، اور صرف انہی کے دلوں پر اثر کرتی ہے، جس میں ایمان نہیں اس پر نصیحت کوئی اثر نہیں کرتی، سننے والوں میں ایمان کامل ہو، توجہ ہو، آخرت کی فکر ہو، ایمان کی خاطر سننے بیٹھے ہوں تو نصیحت فائدہ دے گی، اگر ان میں عمل کرنے کا ارادہ نہیں، طلب نہیں، تڑپ نہیں تو نصیحت فائدہ نہیں دے گی۔

دغا باز مسلمان:

بات دراصل یہ ہے کہ پردہ کی بات تو آج کے مسلمان کے دل میں اترتی ہی نہیں، نماز کے لئے کہا جائے، پڑھ لیں گے، روزے رکھ لیں گے، صدقہ و خیرات بھی کردیں گے، پنج سورہ بھی پڑھ لیں گے، میٹھی میٹھی باتوں پر عمل کرلیں گے، اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ تو لمبا چوڑا کریں گے لیکن ان کی نافرمانی نہیں چھوڑیں گے، یہ کڑوا گھونٹ حلق میں نہیں اترتا، خود غور کیجئے سوچئے کہ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی کوشش کی جارہی ہے یا نہیں؟

؎ ساتھ غیروں کے میری قبر پر آتے کیوں ہو؟
تم جلاتے ہو مجھے تو جلاتے کیوں ہو؟

اگر جلانے کا دعویٰ کرتے ہو، محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو پھر معصیت اور نافرمانی سے میرا دل کیوں دکھاتے ہو؟ ایک بچی اسکول کی کسی کتاب میں یہ شعر پڑھ رہی تھی۔

؎ نام پہ تیرے جان فدا ہو
کوئی نہ دل میں تیرے سوا ہو

یہ دھوکے کی باتیں ہیں یا نہیں؟ میں نے کہا کہ ان کے حال کے مطابق یہ شعر یوں ہونا چاہئے۔

؎ نام پہ تیرے جان فدا ہو
حکم نہ تیرا اک بھی اداء ہو

آج آپ لوگ یہ دعا مانگ لیں کہ یا اللہ! قرآن کریم کے ساتھ جو دھوکے کا معاملہ چل رہا ہے، اس سے تو ہماری حفاظت فرما، قرآن کی لذت عطا فرما، قرآن کے ساتھ سچی محبت عطا فرما، اس کے ساتھ تعلق عطاء فرما، اس کی حلاوت عطاء فرما اس کے احکام پر عمل کی توفیق عطا فرما۔

قرآن سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل ہونا چاہئے، یہ گولی نگلنا ہے بہت مشکل، بڑی کڑوی ہے، چچازاد سے پردہ، پھوپھی زاد سے پردہ، ماموں زاد سے پردہ، خالہ زاد سے پردہ، دیور سے پردہ، جیٹھ سے پردہ، بہنوئی سے پردہ، نندوئی سے پردہ، اس گولی پر کتنی ہی شکر چڑھا چڑھا کر نگلوائیں مگر پھر بھی نگلنا بہت مشکل ہے، ہاں! اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں تو کوئی مشکل نہیں، جب ان کی دستگیری ہوتی ہے تو پھر دل کی کایا پلٹ جاتی ہے اور یہ حالت ہو جاتی ہے۔

؎ سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہئے
مد نظر تو مرضی جانانہ چاہئے

بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا کیا نہ چاہئے

مخلوق کی رضامندی جہنم سے نہیں بچاسکتی:

جن کے خوف سے، جن سے ڈر کر، جن کی مروت میں آپ پردہ نہیں کرتیں، تو کیا آپ کو جہنم میں جانے سے وہ لوگ روک لیں گے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ عذر صحیح ہوگا، قبول ہو سکے گا کہ میرا فلاں ناراض ہوتا تھا، فلاں ناراض ہوا تھا، فلاں کی محبت میں، فلاں کی مروت میں، فلاں کے خوف سے میں نے پردہ نہیں کیا تھا۔

﴿إِذْ تَبَرَّأَ ٱلَّذِينَ ٱتُّبِعُوا۟ مِنَ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوا۟ وَرَأَوُا۟ ٱلْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ ٱلْأَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾﴾ (۲ - ۱۶۶)

وہ دن آنے والا ہے کہ جن لوگوں کے اتباع میں ہمارے احکام کی خلاف ورزی کی جاتی ہے، گناہ کا حکم دینے والوں اور ان کا اتباع کرنے والوں کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے، وہ ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے، وہاں چھوٹے یہ کہیں گے کہ بڑوں کی وجہ سے ہم نے پردہ نہیں کیا، اور بڑے کہیں گے کہ ہمارا ان پر بس تھوڑا ہی چلتا تھا، ہم تو گناہ کی دعوت ہی دیتے تھے، گناہ تو یہ خود ہی کرتے تھے، ہم نے ان سے زبردستی تو گناہ نہیں کروائے تھے، فرمایا:

﴿وَقَالَ ٱلشَّيْطَٰنُ لَمَّا قُضِىَ ٱلْأَمْرُ إِنَّ ٱللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ ٱلْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِىَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَٰنٍ إِلَّآ أَن دَعَوْتُكُمْ فَٱسْتَجَبْتُمْ لِى ۖ فَلَا تَلُومُونِى وَلُومُوٓا۟ أَنفُسَكُم ۖ مَّآ أَنَا۠ بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ أَنتُم بِمُصْرِخِىَّ ۖ إِنِّى كَفَرْتُ بِمَآ أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ ۗ إِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٢﴾﴾ (پ ۱۳ - ۲۲)

ترجمہ: ''اور جب تمام مقدمات فیصل ہو چکیں گے تو شیطان کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے سچے وعدے کیے تھے اور میں نے بھی کچھ وعدے تم سے کئے تھے سو میں نے وعدے تم سے خلاف کئے تھے اور میرا تم پر اور تو کچھ زور چلتا نہ تھا بجز اس کے کہ میں نے تم کو بلایا تھا سو تم نے میرا کہنا مان لیا تو تم مجھ پر ملامت مت کرو اور ملامت اپنے آپ کو کرو، نہ میں تمہارا مددگار ہوں اور نہ تم میرے مددگار ہو میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ تم اس کے قبل مجھ کو شریک قرار دیتے تھے، یقیناً ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔''

شیطان تو یہ کہہ دے گا: ''میری تم پر کوئی قدرت نہیں تھی، بس نہیں چلتا تھا، میں تو تبلیغ ہی کرتا تھا، تم نے اپنے اختیار سے برے عمل کیے، اس لئے اب تم مجھے ملامت نہ کرو، بلکہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرو، نہ میں تمہیں جہنم سے چھڑا سکتا ہوں اور نہ تم مجھے چھڑا سکتے ہو، تم نے جو مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں میرا حکم مانتے تھے، میں اس سے بیزار ہوں، یقیناً ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔'' اب سارے اکٹھے ہی جہنم میں جائیں گے، دنیا میں ابھی اکٹھے تھے، اور جہنم میں بھی اکٹھے ہی رہیں گے۔ یا اللہ! وہ دن آنے سے پہلے پہلے تو فکر آخرت عطا فرما، یا اللہ! حساب و کتاب سے پہلے ہمارے قلوب میں تو اس کی فکر عطا فرما دے، اور ہمیں اپنی عاقبت بنانے کے لئے اپنے احکام پر عمل کی توفیق عطا فرما دے۔

یہ ہے بڑی کڑوی گولی لیکن کسی نہ کسی طرح شکر چڑھا کر اسے نگل جایئے، اور نگلنے کے بعد پھر دیکھئے کیا مزا آتا ہے، ایک بار نگل جایئے، یا اللہ! تو نگلوا دے، کسی نہ کسی طرح سے نگلوا دے۔

دنیا میں جنت کے مزے کیسے حاصل ہوتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کی خاطر جو شخص دنیا کے تعلقات کو چھوڑ دیتا ہے اس کو دنیا ہی میں جنت کے مزے آجاتے ہیں، جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے وطن آخرت کے لئے، آخرت کے عذاب سے بچنے کے لئے دنیا والوں کو چھوڑ دیا، ان سے منہ موڑ لیا وہ کامیاب ہوگیا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ایسے سرور اور ایسی لذت سے نوازتے ہیں کہ دنیا بھر کی لذتیں اس کے سامنے گرد ہیں۔

لطف مے تجھے کیا کہوں زاہد
ہائے! کمبخت تو نے پی ہی نہیں

ذرا پی کر تو دیکھو، ذرا اس کی لذت حاصل کر کے تو دیکھو، یا اللہ! تو ہمتیں بلند فرما دے، پردہ کی آیت سورہ نور میں نازل ہوئی اللہ کرے سورہ نور سے نور مل جائے، یا اللہ! تو سورہ نور سے ہمیں اپنا وہ نور عطا فرما جس کے سامنے دنیا بھر کے تعلقات و اعتراضات سب کافور ہو جائیں، ہمارے دلوں میں یہ نور اتار دے جو تمام ظلمات کو کافور کر دے، سورہ نور میں عورتوں کو خاص طور پر خطاب فرما کر پردہ کے احکام بتائے گئے ہیں: ”اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مؤمن عورتوں سے بھی فرما دیجئے“ اب آپ یہ فیصلہ خود کر لیں کہ ”مؤمنات“ کی فہرست میں شامل ہیں یا نہیں؟ دلوں میں ایمان کی کوئی رمق ہے یا نہیں؟ یا اللہ! تو سب کو مؤمنین و مؤمنات کی فہرست میں داخل کر دے، ایمان کامل عطا فرما، قرآن کریم پر اعتماد و اعتقاد عطا فرما، عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

آج کے مسلمان کا دل ڈاکو سے بھی سخت ہے:

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے مشہور بزرگ گزرے ہیں، یہ پہلے بہت بڑے ڈاکو تھے، ایسے خطرناک اور مشہور ڈاکو کہ قافلے ان کی خبر سن کر وہ راستہ

چھوڑ دیتے تھے، ان کو کسی عورت سے عشق ہو گیا، اس عورت کو اس کے مکان سے اٹھا کر لے جانے کی غرض سے صحن کی دیوار پر چڑھے، اندر کوئی تلاوت کر رہا تھا، اس نے آیت پڑھی:

﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ ٱللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ ٱلْحَقِّ﴾ (پ ۲۷ - ۱۶)

ترجمہ: ”کیا ابھی ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کا ذکر اور قرآن کریم سن کر نرم ہو جائیں۔“

فضیل بن عیاض کے کان میں یہ آواز پڑی، ان کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہیں سے ”بلی قد اٰن یارب بلی قد اٰن یا رب“ ”ہاں میرے رب وقت آگیا، ہاں میرے رب وقت آگیا“ پکارتے ہوئے واپس لوٹ آئے اور ایسی توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی محبت کا تعلق جوڑا کہ مشہور اولیاء اللہ کی صفت میں جا پہنچے۔ ذرا غور کیجئے آج کے مسلمان کا دل اس زمانہ کے ڈاکوؤں کے دلوں سے بھی زیادہ سخت ہے کہ اس پر قرآن کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس قوم پر رحم فرمائیں، اللہ تعالیٰ سے یوں دعاء کریں کہ یا اللہ! تیری وہ رحمت جس نے فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل کی کایا پلٹ دی وہ رحمت ہمارے دلوں پر بھی نازل فرما۔

بے پردگی دین کی کھلی بغاوت ہے:

آج مسلمان کے دل میں نیکی کا معیار صرف یہ رہ گیا ہے کہ اوراد و وظائف اور نوافل و تسبیحات زیادہ پڑھے، یہ نفس اور شیطان کا دھوکا ہے۔ نیکی کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت سے توبہ کی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”اتق المحارم تکن اعبد الناس.“ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: ”گناہوں سے بچو تو سب سے بڑے عابد شمار ہو گے۔“

خاص طور پر بے پردگی کا گناہ دوسرے گناہوں سے بہت زیادہ ہے اس لئے کہ:

❶ یہ علانیہ گناہ ہے یعنی کھلی بغاوت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”کل امتی معافی الا المجاھرین“ (رواہ البخاری ومسلم)

تَرجَمَہ: ”میری پوری امت معافی کے لائق ہے مگر علانیہ گناہ کرنے والے معافی کے لائق نہیں۔“

دنیوی حکومتوں کے قانون میں بھی علانیہ بغاوت کرنے والوں کو کبھی معاف نہیں کیا جاتا پھر بغاوت کی سزا بھی کیا ہے؟ موت۔

❷ بے پردگی کا گناہ صرف بے پردہ عورت تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کی وجہ سے جو بے حیائی اور بدمعاشی پھیلتی ہے پوری قوم اس کے دنیوی وبال اور اخروی عذاب کی لپیٹ میں آجاتی ہے، اس گناہ کے نتیجہ میں طرح طرح کے فتنے حتیٰ کہ قتل تک کی واردات کا عام مشاہدہ ہو رہا ہے۔

بے دین معاشرہ کا مقابلہ کرنے والے:

بے دین معاشرہ اور برے ماحول کے مقابلہ میں ہمت والوں کے حالات سے سبق حاصل کرکے ہمت بلند کریں، پہلے بتا چکا ہوں کہ بعض خواتین امریکا میں گاڑی چلایا کرتی تھیں اللہ تعالیٰ کی رحمت نے دستگیری فرمائی تو پردہ کی ایسی پابند ہوگئیں کہ آج کے مولویوں اور دیندار گھرانوں میں بھی اس کی مثالیں نہیں ملتی۔

ایک خاتون کے میکے والے ہندوستان میں ہیں وہ عرصہ کے بعد ملنے گئیں اور بہنوئیوں سے پردہ کیا، بہنوں نے بہت خوشامد سے کہا کہ ہمارے شوہر ناراض ہو جائیں گے، اور سخت تکلیف پہنچائیں گے، ہماری زندگی تباہ ہو جائے گی، والدین نے بھی سمجھانے کی کوشش کی کہ بہنوں کی حالت پر رحم کھاؤ، بہنوئیوں سے پردہ مت کرو، اس خاتون کی ہمت دیکھئے جواب میں کہا کہ میں بہنوں کی دنیوی زندگی بنانے کے

لئے اپنی عاقبت برباد نہیں کر سکتی اور بھنوئیوں کو راضی کرنے کے لئے اپنے مالک کو ناراض نہیں کر سکتی۔

ایک خاتون نے میرا صرف ایک وعظ ''زندگی کا گوشوارہ'' پڑھ کر لکھا ہے کہ ''اللہ تعالٰی نے بہت سے گناہوں سے بچا لیا اور بہت سے گناہوں سے چھٹکارا ہمیشہ کے لئے حاصل ہوگیا، اللہ کے فضل و کرم سے میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ ان شاء اللہ آئندہ کسی غیر محرم کے سامنے نہیں جاؤں گی۔'' اللہ کی رحمت سے ان کے دل پر صرف ایک وعظ پڑھنے کا یہ اثر ہوا ہے، یا اللہ! تو ان وعظ سننے والیوں کے دل پر بھی یہی رحمت فرما۔

ایک بچی نے دس گیارہ سال کی عمر میں چچازاد اور خالہ زاد وغیرہ قریب تر نامحرم رشتہ داروں سے پردہ کر لیا تو خاندان کے مردوں اور عورتوں نے سخت اعتراض کیا اور دھمکی دی کہ پورا خاندان تم سے کٹ جائے گا، بچی کا جواب سنئے اس نے بڑے جوش سے یہ اشعار پڑھے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہئے
مد نظر تو مرضی جانانہ چاہئے
بس اس نظر سے دیکھ تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا کیا نہیں چاہئے۔

یہ ہے کرامت، بھلا اس سے بڑھ کر کیا کرامت ہو سکتی ہے کہ اپنے مالک کی رضا جوئی کے لئے اپنے نفس کی تمام خواہشات اور دنیا بھر کے تمام تعلقات کو قربان کر دیا جائے، اس کرامت کے سامنے ہوا میں اڑنے اور سمندر کی سطح پر چلنے جیسی کرامتوں کی کوئی حقیقت نہیں، کرامت کی روح یہ ہے کہ محبوب حقیقی کی محبت دل کی گہرائیوں میں اتر جائے جس کی بدولت دنیا بھر کے مقابلہ میں دین پر استقامت نصیب ہو جائے، یا اللہ! تو اپنی رحمت سے ہم سب کو اس کرامت سے نواز دے، یہ کرامت

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کرامت جیسی ہے، ان کو ہر وقت ایسی عظیم کرامت حاصل تھی، اس لئے ان سے دوسری کرامتیں زیادہ منقول نہیں۔

ایسی باہمت خواتین کا ایک اور قصہ سنئے کسی نے ان کے حالات پرچہ میں لکھ کر دیئے ہیں، یہ پرچہ ہی سن لیجئے۔

''آج خط لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا ہوا ہے اپنے مرشد کے ہاتھ پر کہ میں زندگی کے آخری سانس تک گانے بجانے کی لعنت چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو اور تصویروں کی لعنت خواہ وہ کسی کی ہو ہرگز ہرگز نہ تو خود نہ کسی بچہ کو لانے دوں گا، نہ ایسے گھروں میں کسی بچہ یا بچی کا رشتہ کروں گا جن کے ہاں یہ لعنتیں ہوں گی، اور نہ کسی بچہ یا بچی کو اسکول کے دروازہ تک بھی جانے دوں گا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تین بیٹوں دو بیٹیوں کے رشتے میری خواہش کے مطابق ہوئے، لیکن ماحول نے ایسی تباہی مچا دی کہ دوسرے رشتہ دار مثلاً بیٹوں کے سالے، سالیاں، ان کے سسر، ساس کے رشتہ دار اور میرے اپنے ہی بہت سے رشتہ دار میری راہ میں رکاوٹ بننا شروع ہوگئے، شرعی پردہ بھی درہم برہم ہونے لگا، اور دوسری رسومات بھی چوری چھپے ہونے لگیں، ویسے ہم گھر میں چھوٹے بڑے بیس افراد ہیں، ایک جگہ اکٹھے رہتے ہیں، اکٹھے ایک ہی چولہے پر پکاتے کھاتے ہیں، کسی قسم کا آپس میں کبھی ساس بہو دیورانی، جٹھانی کا کبھی کوئی جھگڑا آج تک نہیں ہوا، میرا یقین ہے کہ یہ میرے بزرگوں کی محبت کی برکت ہے، ایک طرف میں اکیلا دوسری طرف رشتہ داروں کا ٹولہ، کوئی کہتا ہے کہ دادا پردادا کی ساری رسمیں یہ کہاں کا مولوی آگیا ختم کرنے والا، کوئی کہتا ہے ارے فلاں مولوی حافظ کے گھر ٹیلی ویژن ہے، یہ ایسی سخت پابندیاں لگاتا ہے، میرے آقا! دل میں جو تکلیف ہوتی ہے چیر پھاڑ کر کس کو دکھاؤں؟ اللہ تعالیٰ کے حضور رونے کے علاوہ اور میں اور کیا کیا کرتا رہا، کافی دن تک حضرت صاحب کی مجلس میں سارے گھر والوں کو لے جاتا رہا، لیکن بات نہ بنی ایک دن......

آپ کے ہاں جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر اسی سوچ وفکر میں بیٹھا تھا کہ اے میرے اللہ! اب میں کون سی تدبیر کروں؟ کیا کروں؟ میرے بس سے کام باہر ہوتا جا رہا ہے، میرے اللہ! اگر آپ میری مدد نہیں فرمائیں گے تو میں تباہ ہی ہو جاؤں گا، تھوڑی دیر سوچنے پر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ آج ہی سب گھر والوں کو حضرت مفتی صاحب کی مجلس میں لاؤں، بس فوراً گھر گیا اور کہا میرے پیارے بیٹو بیٹیو! کیا آج مفتی صاحب کا بیان سننے کے لئے مفتی صاحب کے ہاں میرے ساتھ چلو گے؟ سب نے خوشی سے کہا، ہاں ابا! ضرور چلیں گے، میں نے کہا اچھا پھر تیاری کرو، عصر کی نماز وہاں پڑھنی ہے، سب لوگ آ گئے، اللہ تعالیٰ کو میری لاج رکھنی تھی، آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی کہ آج گانے بجانے، تصویر کی لعنت اور شرعی پردہ پر بیان ہو، ایک خاتون کے خط کا حوالہ بیان فرما کر آپ نے بیان شروع فرمایا کہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ کی بات نہیں کرتا، اس دور کی ایک خاتون میرا مطبوع وعظ ''زندگی کا گوشوارہ'' پڑھ کر مجلس میں آئے بغیر توبہ کر لیتی ہے تو آنے والیاں نہیں کر سکتیں؟ میرے آقا! آپ بیان فرما رہے تھے اور میں دل ہی میں اتنا خوش ہو رہا تھا اور ایک سانس میں کئی کئی بار دل میں یوں کہتا تھا، اے اللہ! اے اللہ! تیرا کس زبان سے شکر ادا کروں، تو نے تو آج مجھ پر مہربانیوں کی بارش ہی برسا دی، بلکہ کئی دن تک چلتے پھرتے بھی یہی وظیفہ بنا رہا، کیونکہ میرے آقا! جب میں عشاء کے بعد گھر گیا تو میری بہو بیٹیاں توبہ کر چکی تھیں، چھوٹے چھوٹے دیوروں سے بھی پردہ کئے ہوئے تھیں، بس رنگ بدلا ہوا تھا، جس رنگ کے لئے میں برسوں کوشش کرتا رہا وہ کام اللہ تعالیٰ نے آپ سے چند منٹوں میں کروا دیا، اور رنگ میں اضافہ ہی ہو رہا ہے، برکت ہی برکت ہو رہی ہے، اب یہ میرے تینوں بیٹوں کی بیویاں اور ایک میری بچی جس کی عمر گیارہ برس دس مہینے ہے بار بار کہتی ہے کہ ابا بہت ہی دل چاہتا ہے کہ مفتی صاحب سے اصلاحی تعلق قائم کر لیں، میں ٹالتا رہتا ہوں کہ مرید مردہ کے مانند ہوتا

ہے، مریدنی بن کر اپنی مرضی سے کوئی رسمی خوشی غمی کی نہیں کر سکو گی، اگر ایسا کیا تو پھر رشتہ ٹوٹ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتے ہیں خوب سوچ لو، لیکن یہ کہتی ہیں کہ ہم تو سب کچھ قربان کر چکے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ آخری سانس تک نبھائیں گے انہوں نے آج مجھے خط لکھنے پر مجبور کر دیا، یہ کہتی ہیں کہ ہمیں تو اتنی محبت ہوگئی ہے کہ پیر کے دن بھی مجلس میں ہم کو حصہ مل جائے تو بڑی خوشی ہوگی، میں نے ان سے آج وعدہ کر لیا ہے کہ آج انشاء اللہ بعد نماز ظہر حضرت جی کی خدمت میں خط پیش کر دوں گا۔"

ہمت کے ایسے واقعات دیکھ کر اور سن کر سوچا کریں کہ آخر یہ خواتین بھی تو اسی ماحول اور اسی معاشرہ میں ہیں جس میں آپ ہیں، پھر ان کو تو ہمت ہوگئی مگر آپ کو ہمت کیوں نہیں ہو رہی؟ آخرت میں اس کا کیا جواب ہوگا؟

ان باہمت خواتین کے حالات سے سبق حاصل کرنے کے ساتھ یوں دعاء بھی کیا کریں یا اللہ! جو ہمت تو نے ان خواتین کے دلوں پر نازل فرمائی وہ ہمارے دلوں پر بھی نازل فرما۔ یا اللہ! تیری وہ دستگیری جس نے ان خواتین کے دلوں کو اتنا مضبوط بنا دیا ہے کہ ان کی نظر میں دنیا بھر کے تعلقات کی کوئی وقعت نہیں رہی، ہمارے ساتھ بھی ایسی دستگیری فرما، یا اللہ! ان خواتین کے دلوں میں جو تو نے اپنی محبت کی ایسی دولت اور ایسی لذت عطا فرمائی ہے کہ اس پر دنیا بھر کی محبتیں اور دنیا بھر کی تمام لذتیں قربان ہو جائیں، تیری اس رحمت کے صدقہ سے تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں بھی اپنی محبت کی یہ دولت اور لذت عطاء فرما۔

دینی مسائل سے لوگوں کی غفلت:

بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ مسئلہ تو ہم نے پہلے کبھی سنا ہی نہیں، سنیں بھی کیسے؟

ے انہوں نے دین کب سیکھا ہے رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

وہ ایسے کہہ دیتے ہیں جیسے پیدا ہونے کے بعد کسی خانقاہ میں پلتے رہے ہوں، بیس سال دینی مدرسہ میں اور پچیس سال گزار دیئے خانقاہ میں اور علماء کی صحبت میں بیٹھ کر مسئلے سیکھتے رہے، اور کتنی ہی کتابیں ہم نے مسائل کی پڑھ ڈالیں، پھر بھی ہم نے یہ مسئلہ نہیں سنا، کوئی ایسی بات ہوتی تو کوئی کہے بھی، ذرا سوچئے! زندگی کیسے گزر رہی ہے؟ بے دین لوگوں کو چھوڑیئے، دیندار لوگوں کو بھی مسئلہ پوچھنے کی توفیق ہوتی ہے؟ اور پوچھیں گے تو کیا؟ ''وراثت'' والد کا انتقال ہوگیا ہمیں وراثت میں کتنا حصہ ملے گا؟ یا پوچھیں گے تو کیا؟ ''طلاق'' تین طلاقیں دے کر بیوی خود حرام کر لی پھر ہم سے پوچھنے آتے ہیں، بھلا ہم حرام کو کیسے حلال کر دیں؟ بس یہی دو مسئلے رہ گئے، وراثت کا اور طلاق کا، باقی اسلام سے کوئی مطلب نہیں، سو ان لوگوں کو کیا معلوم کہ مسائل کیا ہوتے ہیں، ہاں جب ان کو مسئلہ بتائیں تو کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ تو ہم نے کبھی سنا ہی نہیں، سنو گے کب؟ جب دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں، آخرت کی فکر ہی نہیں تو مسئلہ کیسے سنو گے؟

بدنظری کی حرمت پر اشکال کا جواب:

میں ایک بار حسب معمول باغ میں تفریح کے لئے گیا تو وہاں ایک شخص نے اشکال پیش کیا کہ غیر محرم کی طرف نظر سے کیوں روکا جاتا ہے جبکہ اس میں کوئی ایسا عمل نہیں جس سے کسی کی کسی چیز میں دخل اندازی ہو اور اسے نقصان پہنچتا ہو، جیسا کہ چور جب تک کسی کے مال پر دست درازی نہیں کرتا اس وقت تک اس پر کوئی گرفت نہیں۔

میں نے ان کو سمجھایا تو بفضلہ تعالیٰ بات ان کی سمجھ میں آگئی، اور وہ مطمئن ہو گئے

میں نے ان کو حرمت نظر کی پانچ وجوہ بتائیں۔

حرمت نظر کی پانچ وجوہ:

پہلی وجہ:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور اس کی حکمت معلوم ہو سکے یا نہ ہو سکے بہرحال بندہ پر بلا چون و چرا اس کی تعمیل فرض ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر محرم عورت کو دیکھنے سے بہت سختی سے منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَـٰرِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ﴾ (پ ۱۸ ـ ۳۰)

اس کے بعد عورتوں کو مستقل خطاب ہے:

﴿ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَـٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَـٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ ﴾ (پ ۱۸ ـ ۳۱)

اس آیت پر مفصل بیان ہو چکا ہے، اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنئے، اس مضمون کی حدیثیں بہت زیادہ ہیں، صرف چند حدیثیں بیان کرتا ہوں:

❶ نظر شیطان کا زہریلا تیر ہے، جس کی کسی غیر محرم پر نظر پڑی اور اس نے اپنے اللہ کے خوف سے فوراً نظر ہٹالی اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایمان کی حلاوت پیدا فرماتے ہیں۔ (رواہ الطبرانی والحاکم وقال صحیح الاسناد)

❷ جس نے غیر محرم سے نظر پھیر لی اس پر انعام کے طور پر اللہ تعالیٰ اس کو ایسی عبادت سے نوازتے ہیں جس کی حلاوت اس کے قلب میں محسوس ہوتی ہے۔ (رواہ احمد والطبرانی)

حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”عورت کے مزین لباس کو دیکھنا منع ہے، اس لئے کہ اس سے قلب میں شہوت پیدا ہوتی ہے۔“

شیطان کا اثر انسان کے تین اعضاء پر بالترتیب ہوتا ہے، آنکھ، دل، شرم گاہ یعنی نظر سے دل میں شہوت پیدا ہوتی ہے اور وہ بدکاری تک پہنچاتی ہے۔

۳ بدنظری آنکھ کا زنا ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

۴ بروز قیامت ہر آنکھ روئے گی مگر جو بدنظری سے بچی، اور جو اللہ کی راہ میں جاگی، اور جس سے اللہ تعالیٰ کے خوف سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکلا۔ (رواہ الاصبهانی بحوالہ الترغیب والترغیب)

۵ تم چھ چیزوں کی پابندی کرو تو میں تمہارے لئے جنت کا ضامن ہوں:

① جھوٹ نہ بولو ② امانت میں خیانت نہ کرو ③ وعدہ خلافی نہ کرو ④ آنکھوں کی حفاظت کرو ⑤ ناجائز کاموں سے ہاتھوں کو روکو ⑥ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔ (رواہ احمد وابن حبان فی صحیحہ)

۶ ایک شخص چلتے چلتے کسی عورت کو دیکھ رہا تھا، سامنے دیوار سے ٹکر لگی، ناک ٹوٹ گئی، اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس وقت تک خون نہیں دھوؤں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا یہ قصہ نہیں بتا لیتا، چنانچہ اس نے حاضر خدمت ہوکر اپنا قصہ بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تیرے گناہ کی سزا ہے۔ (در منثور، روح المعانی)

۷ ایک بار امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں، اچانک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو پردہ کا حکم فرمایا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض

کیا یہ تو نابینا ہیں ہمیں نہیں دیکھ رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم دونوں بھی نابینا ہو، کیا تم انہیں نہیں دیکھ رہیں؟ (رواہ الترمذی وابو داود)

یہ نفوس مقدسہ جن کے تقدس کی شہادت اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دی ہے ان کو ایسے پردہ کا حکم دیا جارہا ہے۔

دوسری وجہ:

جس طرح ہاتھ پاؤں، زبان، کان وغیرہ ظاہری اعضاء کے گناہ ہیں اسی طرح دل کے بھی بہت سے گناہ ہیں، مثلاً کبر، عجب، ریاء وغیرہ، اسی طرح غیر محرم عورت کو دیکھے بغیر صرف اس کے تصور سے لذت حاصل کرنا دل کا گناہ ہے، اور دیکھنے میں آنکھ اور دل کا گناہ ہے۔

تیسری وجہ:

جو کام کسی دوسرے حرام کا ذریعہ بن سکتا ہو وہ بھی حرام ہے، نظر سے شہوت پیدا ہوتی ہے جو بدکاری تک پہنچاتی ہے، بسا اوقات درجہ عشق تک پہنچ جاتی ہے جس سے آخرت کی بربادی کے علاوہ دنیا کی بربادی کے بھی بے شمار واقعات کا مشاہدہ ہو رہا ہے قرآن کریم کی آیت اور حدیثیں جو میں نے پڑھی ہیں ان میں بھی یہی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ غیر محرم کو دیکھنے سے بدکاری پیدا ہوتی ہے۔

چوتھی وجہ:

عقلی لحاظ سے بھی یہ قاعدہ عین معقول اور پوری دنیا کا مسلمہ ہے کہ جرم تک پہنچنے کا ذریعہ بھی جرم ہے، چنانچہ حفاظت مال کے لئے اس کو غیر سے بچایا جاتا ہے، صرف غیر کی نظر ہی سے نہیں بلکہ انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی کو کسی قسم کا علم تک بھی نہ ہو، جب مال کی حفاظت کیلئے اس کو غیر کی نظر سے بلکہ غیر کے علم سے بچانا ضروری

سمجھا جاتا ہے تو عزت اور دین کی حفاظت کے لئے یہ کیوں ضروری نہیں؟ غیر کی نظر سے جس قدر مال کی حفاظت ضروری ہے اس سے کئی گنا زیادہ نظر غیر سے عورت کی حفاظت ضروری ہے، جس کی چند وجوہ ہیں:

۱ عزت اور دین کی حفاظت مال کی حفاظت سے بدرجہا زیادہ ضروری ہے۔

۲ مال کو چور لے گیا اور پھر وہ واپس مل گیا تو اس میں کوئی نقص نہیں آیا، مگر عورت کوئی لے اڑا تو کیا واپسی کے بعد اس کا عیب جاتا رہا؟

۳ مال میں خود اڑنے کی صلاحیت نہیں، اس پر کسی کی نظر پڑ جائے تو وہ اپنے اختیار سے خود بھاگ کر اس کے پاس نہیں جا سکتا، مگر عورت بسا اوقات نظر کے اثر سے خود ہی اڑ جاتی ہے۔

پانچویں وجہ:

شریعت نے ہر ایسی چیز کو حرام قرار دیا ہے جو صحت کے لئے مضر ہو، غیر محرم کی طرف دیکھنے سے صحت تباہ ہو جاتی ہے، دل، دماغ، اور اعصاب پر بہت برا اثر پڑتا ہے، مالیخولیا اور جنون تک کے واقعات کا مشاہدہ ہے، مردوں میں جریان منی، سرعت انزال، نامردی اور عورتوں میں سیلان رحم (لیکوریا) اور بانجھ پن جیسے موذی امراض اسی بے پردگی اور بدنظری کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔

پردہ کی مخالفت کا اصل راز:

بے دین معاشرہ میں پردہ کی مخالفت کا اصل راز نظارہ بازی کا مبادلہ ہے شوہر کو بیوی پر قناعت نہیں اور بیوی کو شوہر پر قناعت نہیں، مرد بیوی اور بیٹیوں کو اس لئے پردہ نہیں کرواتا کہ پھر دوسرے بھی اس سے پردہ کروائیں گے، تو یہ لذت دیدار سے محروم ہو جائے گا، علاوہ ازیں بیوی اور بیٹیوں کے اس اعتراض بلکہ احتجاج سے بھی ڈرتا ہے کہ خود تو ہر وقت نئے سے نئے مزے اڑا رہا ہے اور ہمیں ان لذتوں سے روک رہا

ہے۔ بے دین عورتیں بھی اسی لئے پردہ کی مخالف ہیں کہ وہ مختلف مردوں سے نظر بازی کی لذت سے محروم ہو جائیں گی، نامحرم مرد وعورت ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر ہی پانی بہانے لگتے ہیں جس کی وجہ سے شہوت بہت تیز ہو جاتی ہے اور جنسی قوت تباہ ہو جاتی ہے۔ دنیا میں یہ کتنا بڑا عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی بڑا ہے۔

ایسی شرمناک حقیقت اس لئے بتا رہا ہوں کہ شاید کسی کو شرم آجائے اور ایسی بے شرمی سے توبہ کر کے دنیا و آخرت کے عذاب سے بچ جائے۔ واللہ! دل پر پتھر رکھ کر بتا رہا ہوں۔ ایسی بے حیائی کی باتیں از خود نہیں کہہ رہا بلکہ بے دین اور بے حیا معاشرہ مجھ سے کہلوا رہا ہے، یہ بے حیائی دیکھ کر میرے دل میں درد اٹھتا ہے جو ایسی باتیں بتانے پر مجبور کر رہا ہے کہ شاید یہی کسی کی ہدایت اور دنیا و آخرت کے عذاب سے نجات کا ذریعہ بن جائے، میں تو زبان سے بتاتے ہوئے بھی شرم وحیا سے پانی پانی ہو رہا ہوں مگر آج کے مسلمان کو ایسی بے حیائی کے کام کرنے سے بھی حیا اور شرم نہیں آتی۔ فکر آخرت نہیں تو کم از کم کچھ انسانی غیرت اور شرم وحیا ہی ہوتی۔ یا اللہ! تو ہی اس قوم کو ہدایت دے۔

چند اشکال اور ان کے جواب:

آخر میں پردہ کے بارے میں عام پیدا ہونے والے کچھ اشکالات کے جوابات سمجھ لیجئے:

بچپن میں ساتھ رکھنے سے پردہ معاف نہیں ہوتا:

● بعض خواتین کہتی ہیں کہ ہم نے تو اپنے دیوروں کو بچپن سے پالا ہے اس لئے ہم تو ان کی ماں جیسی ہیں، ان سے کیا پردہ؟ اسی طرح بعض مرد کہتے ہیں کہ فلاں لڑکی تو میری بیٹی کی طرح ہے، یا لڑکی کہتی ہے کہ فلاں شخص تو میرے ابا کی عمر کا ہے اس سے بھلا کیا پردہ؟

اس قسم کے خیالات دین سے بے فکری اور جہالت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسے فریب کام نہیں دیں گے، میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح اور صاف صاف احکام سنا چکا ہوں، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کی عورتوں کے لئے والد کی طرح نہیں تھے؟ پھر پردہ کا حکم کیوں فرماتے تھے؟ ایسے کھلے احکام میں بہانہ تراشی وہی شخص کرسکتا ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور فکر آخرت سے بالکل خالی ہو۔

آج کے مسلمان کی مکاری:

میں ہمیشہ کہتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے انسان کی عقل بھی مسخ ہو جاتی ہے، گناہوں کا وبال عقل پر ایسا پڑتا ہے کہ پھر موٹی سی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی، چنانچہ اسی جہالت کو دیکھ لیں، اگر کسی میں ذرا سی بھی عقل ہو تو وہ کبھی ایسی جہالت کی بات نہیں کہہ سکتا، عقل کا فیصلہ تو یہ ہے کہ جب ان سے نکاح درست ہے تو پردہ کیوں نہیں؟ مگر یہ دغاباز مسلمان ویسے تو کسی کو بیٹی، کسی کو ماں اور کسی کو بہن بنائے رکھتا ہے مگر جب ان میں سے کسی سے شادی کا شوق ہو جائے تو اس کے لئے سب کچھ حلال ہو جاتا ہے۔

اگر ایسی مثالوں سے پردہ معاف ہو جائے تو دنیا میں پردہ کا حکم کہیں بھی نہیں رہے گا، اس لئے کہ ہر مرد و عورت میں عمر کے لحاظ سے کسی نہ کسی رشتہ کی مثال موجود ہے، عمر کے لحاظ سے مرد اور عورت دونوں آپس میں یا باپ بیٹی جیسے ہوں گے یا ماں بیٹے جیسے یا بھائی بہن جیسے، بس چھٹی ہوئی، بات وہی ہے جو میں نے بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں کی عقل کو اندھا کر دیتے ہیں۔ پھر وہ ایسی موٹی بات سمجھنے کے قابل بھی نہیں رہتی۔

بوڑھوں سے پردہ کی زیادہ ضرورت:

❷ جب کوئی شخص بوڑھا ہو جائے تو سمجھتے ہیں کہ اب اس سے پردہ کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی سراسر جہالت ہے، کسی عمر میں بھی قطعی طور پر یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ اب اس میں قوت باہ بالکل نہیں رہی، بالفرض قوت باہ نہ رہی تو کیا بوس و کنار کی قوت بھی نہیں رہی، دنیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں کہ عملاً بالکل صفر ہونے کے باوجود لپٹے رہتے ہیں، بڑھاپے میں اعصابی کمزوری کی وجہ سے قوت ضبط کم ہو جاتی ہے، اس لئے اس قسم کے خطرات جوانوں کی بنسبت بوڑھوں سے زیادہ ہیں، اگر کوئی بوڑھا دست درازی نہ بھی کرے تو دل ہی دل میں مزا لیتا ہی رہے گا اور یہ بھی کبیرہ گناہ ہے، اور جو عورت اس کے سامنے بے پردہ آئی چونکہ اس نے اس کو اس کبیرہ گناہ میں مبتلا کیا اس لئے وہ بھی سخت گناہ گار ہوئی، خوب سمجھ لیجئے، بڑھاپے سے صرف عملی قوت ختم ہو جاتی ہے دل کی شہوت ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ تو اور زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔

اسی تفصیل پر بوڑھی عورت کو قیاس کر لیں، عورت خواہ کتنی ہی بوڑھی ہو جائے اور کیسی ہی ناقابل عمل ہو جائے، اس کے دل سے شہوت ختم نہیں ہوتی، جب یہ کسی جوان مرد کو دیکھے تو کچھ بعید نہیں کہ دل للچانے لگے جو گناہ کبیرہ ہے، یہ جو میں نے کہہ دیا کہ عورت بڑھاپے کی وجہ سے ناقابل عمل ہو جائے، یہ صرف ایک مفروضہ کے طور پر کہہ دیا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عورت کسی عمر میں بھی ناقابل عمل ہرگز نہیں ہو سکتی، اس لئے حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کی دور رس نگاہ نے یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ عورت خواہ کتنی ہی بوڑھی کیوں نہ ہو اس کے لئے بلا محرم سفر کرنا جائز نہیں، کیا عجیب جملہ فرمایا:

"لکل ساقطة لا قطة"

ترجمہ: "ہر گری پڑی چیز کو دنیا میں کوئی نہ کوئی اٹھانے والا موجود ہے۔"

قرآن کریم میں سورہ نور میں فرماتے ہیں:

﴿ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۖ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٦٠﴾ ﴾ (پ ۱۸ - ۶۰)

اس سے بوڑھی عورتوں کے لئے صرف اتنی رخصت نکلتی ہے کہ ان پر چہرہ کا پردہ فرض نہیں، اس لئے ان کی طرف سے کسی غیر محرم مرد کی نظر سے کسی قسم کے فتنہ کا کوئی اندیشہ نہیں، اس کے باوجود ارشاد ہے: ''غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ'' یعنی ان کے لئے بھی اپنی زیب و زینت غیر محرم مردوں کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں، پھر آگے ارشاد ہے:

﴿ وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَهُنَّ ﴾ (پ ۱۸-۶۰)

یعنی ان کے لئے بھی چہرہ کی بے پردگی سے پرہیز ہی بہتر ہے، ذرا غور کیجئے کہ جب فتنہ کا کوئی اندیشہ نہ ہونے کی حالت میں یہ احکام ہیں تو جن مواقع میں فتنہ کا خطرہ ہو وہاں کیا حکم ہوگا؟ بوڑھی عورت کا غیر محرم مرد کے ساتھ تنہائی میں ایک جگہ جمع ہونا، اس کے ساتھ سفر کرنا، اس کے ساتھ بے حجابانہ اختلاط اور بات چیت کرنا، اس کی طرف بلاضرورت دیکھنا یہ سب کام حرام ہیں، اس لئے ان میں فتنہ کا خطرہ موجود ہے، جس کی تفصیل ابھی بتا چکا ہوں۔

نامحرم کی طرف دلی رغبت بھی حرام ہے:

میری اس تقریر پر کہ دل کی رغبت پر بھی مواخذہ ہے، شاید کسی کو اشکال ہوا ہو کہ دل کی رغبت تو غیر اختیاری ہے، اس پر مواخذہ اور عذاب کیوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دل کی رغبت کے اسباب و مقدمات اختیاری ہیں، اس لئے یہ رغبت بھی اختیاری

ہی کے حکم میں ہے، دل کی شہوت کے اسباب و مقدمات اختیاری ہیں، اس لئے یہ رغبت بھی اختیاری ہی کے حکم میں ہے، دل کی شہوت کے اسباب و مقدمات جو اختیاری ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

1. غیر محرم کو قصداً دیکھنا۔
2. غیر محرم پر ابتداءً غیر ارادی نظر پڑی مگر نظر کو فوراً ہٹایا نہیں بلکہ قصداً دیکھتا رہا۔
3. غیر ارادی نظر کو فوراً ہٹالیا مگر دل میں اس کے خیال کو قائم رکھا، یعنی قصداً سوچتا رہا۔
4. بدوں دیکھے غائبانہ ہی غیر محرم کا تصور قصداً دل میں لاکر اس سے لذت حاصل کررہا ہے۔

یہ چاروں چیزیں اختیاری ہیں، اس لئے حرام ہیں۔

البتہ اگر کسی غیر محرم پر غیر ارادی طور پر اچانک نظر پڑ گئی اور اس کو فوراً ہٹالیا اس کے باوجود غیر اختیاری طور پر اس کا اثر دل پر ہوگیا، اسے قصداً دل میں بٹھایا نہیں اور اپنے اختیار سے نہیں سوچ رہا بلکہ گندے خیال کو دل سے نکالنے کی کوشش کر رہا ہے، اس پر کوئی مواخذہ نہیں، خواہ یہ خیال آکر فوراً نکل جائے یا بلا اختیار بار بار کھٹکتا رہے، دونوں صورتوں میں کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ اس کو قصداً نہ سوچے۔

بزرگوں سے زیادہ پردہ کی ضرورت:

3. بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بزرگوں سے بالخصوص اپنے پیر سے پردہ کی ضرورت نہیں، شاید یہ لوگ انہیں نامرد سمجھتے ہیں۔

یہ بہت جہالت ہے، بزرگوں میں تو لطافت مزاج کی وجہ سے شہوت اور بھی زیادہ تیز ہوتی ہے، اور عفت کی وجہ سے قوہ باہ بھی زیادہ ہوتی ہے، البتہ ان میں نفس پر ضابطہ رکھنے کی ہمت ہوتی ہے، اس کے باوجود ان کے سامنے بے پردہ جانے میں چار

گناہ ہیں:

❶ شریعت کے حکم کی مخالفت، میں پہلے بتا چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی خواتین کو پردہ کرنے کا حکم تھا، خواتین بھی کیسی؟ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن، کیا کوئی بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بلند مقام پر پہنچ سکتا ہے؟

❷ قصداً شہوت انگیزی کے مواقع فراہم کرنا، یہ حقیقت بتا چکا ہوں کہ بزرگوں میں دوسروں سے زیادہ شہوت ہوتی ہے۔

❸ بے پردہ سامنے جانے والی عورت کے دل میں رغبت پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔

❹ بسا اوقات یہ رغبت ابتلاء کا سبب بن جاتی ہے، بالخصوص یہ عذاب ان لوگوں پر آتا ہے جو اپنے نفس کو خطرہ سے محفوظ سمجھتے ہیں، جیسا کہ ایک بزرگ کے پاس باندی چھوڑنے کا قصہ بتا چکا ہوں۔

یہ حقیقت بھی خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ جو بزرگ یا پیر عام عورتوں یا خاص مریدنیوں کو بے پردہ سامنے آنے سے روک نہیں روکتا، وہ بزرگ ہرگز نہیں ہوسکتا، درحقیقت وہ بزرگ کی صورت میں بھیڑیا ہے۔

مدت تک بے پردہ رہنے سے پردہ معاف نہیں ہوتا:

❺ بعض عورتیں کہتی ہیں کہ ہم نے فلاں فلاں سے مدت تک پردہ نہیں کیا، ان کے سامنے آتے رہے، وہ ہماری شکل وصورت کو خوب اچھی طرح دیکھ چکے ہیں، اب ان سے پردہ کرنے کا کیا فائدہ؟ یا کہتی ہیں کہ جوانی میں تو پردہ کیا نہیں اب بڑھاپے میں کیا پردہ کریں؟

یہ بھی بے سمجھی کی بات ہے، اگر کوئی سالہا سال کسی گناہ میں مبتلا رہے تو وہ گناہ اس کے لئے حلال نہیں ہو جاتا، بلکہ اس پر تو فرض ہے کہ اور بھی زیادہ [illegible] سے مالک

کے سامنے خوب گڑگڑا کر توبہ کرے، ساری عمر گناہوں میں گزار دی تو اب بڑھاپے میں جبکہ قبر میں پہنچنے والے ہیں، حساب وکتاب بہت قریب ہے، بہت جلد ہی مالک کے سامنے پیشی ہونے والی ہے، اب تو توبہ کرلو۔

؎ ظالم ابھی ہے فرصت توبہ نہ دیر کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

اچانک نظر پڑ جانے سے پردہ معاف نہیں ہوتا:

⑤ بعض خواتین کہتی ہیں کہ فلاں رشتہ دار کی کئی بار مجھ پر اچانک نظر پڑ گئی ہے، اب اس سے پردہ کا کیا فائدہ؟ یہ تو بہت بڑی حماقت ہے اگر کسی کے سامنے اچانک ستر کھل جائے تو کیا کوئی احمق عورت بھی اس سے یہ نتیجہ نکال سکتی ہے کہ اب اس سے ستر چھپانے کی ضرورت نہیں اس لئے اس کے سامنے ننگی پھرتی رہے۔

بلا قصد غیر اختیاری طور پر کوئی غلطی ہو جانے کے بعد اپنے اختیار سے قصداً وہ گناہ کرنا جائز نہیں، بلکہ پہلے بتا چکا ہوں کہ اگر قصداً بھی کسی گناہ میں ابتلا رہا اور سالہا سال اس گناہ میں مبتلا رہے تو بھی یہ گناہ حلال نہیں ہوتا بلکہ اس سے توبہ کرنے کی فکر تو بہت زیادہ ہونا چاہئے۔

شرعی پردہ کے لئے الگ مکان ضروری نہیں:

⑥ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کئی بھائی یا بہت سے رشتہ دار ایک ساتھ ایک ہی مکان میں رہتے ہیں، الگ مکان لینے کی گنجائش نہیں اس لئے پردہ مشکل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شرعی پردہ کے لئے الگ مکان لینے کی کوئی ضرورت نہیں، شریعت بہت آسان ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں پر بہت وسیع ہے، وہ بندوں کو تکلیف اور تنگی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے، بلکہ راحت وسہولت میں رکھنا چاہتے ہیں، شرعی پردہ کے بارے میں ان کی دی ہوئی سہولتوں اور کرم نوازی کی تفصیل سنیں، رحمت

ہی رحمت ہے، رحمت ہی رحمت، سراپا رحمت، اگر کسی کے دل میں ذرہ بھر بھی احساس ہوتو اس رحیم وکریم کی مہربانیوں، کرم نوازیوں اور احکام میں دی ہوئی سہولتوں پر قربان ہو جائے اور مر مٹنے کے لئے بے تاب ہو جائے، یا اللہ! تو سب کے دلوں کو احساس اور اپنی ایسی محبت سے منور فرما، شکر نعمت سے معمور فرما ناقدری اور ناشکری سے حفاظت فرما، تیری وہ رحمت جس کی وجہ سے تو نے ایسے آسان احکام دیئے، اسی رحمت کے صدقہ سے تجھ سے شکر نعمت کی توفیق طلب کرتے ہیں، سب کے دلوں پر اپنی وہی رحمت نازل فرما۔

شرعی پردہ میں شرعی آسانیاں:

اب رب کریم کی کرم نوازی اور رحمت کی تفصیل سنئے:

❶ ایسے حالات میں خواتین ذرا ہوشیار رہیں، بے پردگی کے مواقع سے حتی الامکان بچیں، لباس میں احتیاط رکھیں بالخصوص سر پر دوپٹہ رکھنے کا اہتمام رکھیں۔

❷ مرد آمد و رفت کے وقت ذرا کھنکار کر خواتین کو پردہ کی طرف متوجہ کر دیں، بعض خواتین شکایت کرتی ہیں کہ ان کے غیر محرم رشتہ دار سمجھانے کے باوجود گھر میں کھنکار کر آنے کی احتیاط نہیں کرتے، اچانک سامنے آجاتے ہیں، آمد و رفت کا یہ سلسلہ ہر وقت چلتا ہی رہتا ہے، ان سے پردہ کرنے میں ہمیں بہت مشکل پیش آتی ہے، ایسے حالات میں خواتین جتنی احتیاط ہو سکے کریں، اسے جہاد سمجھیں، جتنی زیادہ مشقت برداشت کریں گی اتنا ہی اجر زیادہ ہوگا۔

❸ غیر محرم مرد کی آمد پر خواتین اپنا رخ دوسری جانب کر لیں۔

❹ اگر رخ دوسری جانب نہ کر سکیں تو سر سے دوپٹہ سرکا کر چہرہ پر لٹکا لیں۔

❺ بلا ضرورت شدیدہ غیر محرم سے بات نہ کریں۔

❻ کسی غیر محرم کی موجودگی میں خواتین آپس میں اپنے محارم کے ساتھ بے حجابانہ

بے تکلفی کی باتوں اور ہنسی مذاق سے پرہیز کریں۔

- ان احتیاطوں کے باوجود اگر کبھی اچانک کسی غیر محرم کی نظر پڑ جائے تو معاف ہے، بلکہ اس طرح بار بار بھی نظر پڑتی رہے، ہزار بار اچانک سامنے ہو جائے تو بھی سب معاف ہے، کوئی گناہ نہیں، اس سے پریشان نہ ہوں، جو کچھ اپنے اختیار میں ہے اس میں ہرگز غفلت نہ کریں اور جو اختیار سے باہر ہے اس کے لئے پریشان نہ ہوں، اس لئے کہ اس پر کوئی گرفت نہیں، ہزاروں بار بھی غیر اختیاری طور پر ہو جائے تو بھی معاف، وہاں تو معافی ہی معافی ہے۔ دیکھئے رب کریم کا کتنا بڑا کرم ہے، مگر ان کی اس مہربانی اور معافی کو سن کر نڈر اور بے خوف نہ ہو جائیں جس حد تک احتیاط ہو سکتی ہے اس میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کریں، ورنہ خوب سمجھ لیں کہ جس طرح وہ رب کریم شکر گزار اور فرمانبردار بندوں پر بہت مہربان ہے، اسی طرح ناقدروں، ناشکروں اور نافرمانوں پر اس کا عذاب بھی بہت سخت ہے۔

ہم پانچ بھائی ہیں، بسا اوقات رمضان المبارک کا مہینہ والدین کے ساتھ گزارنے کے لئے سب بھائی بیوی بچوں سمیت والدین کے ساتھ ایک ہی مکان میں ایک دو مہینے گزارے، مگر بحمد اللہ تعالیٰ مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف سے احتیاط کی برکت سے کبھی اچانک نظر پڑنے کا بھی کوئی واقعہ پیش نہیں آیا، اور شریعت کے اس حکم پر عمل کرنے کی وجہ سے ہم میں سے کسی کو بھی کسی قسم کی کوئی تنگی اور تکلیف قطعاً محسوس نہیں ہوئی، رحمت ہی رحمت اور مسرت ہی مسرت سے وقت گزرتا ہے، میں نے اپنا یہ قصہ اس لئے بتایا ہے کہ جو تدبیریں میں نے اکٹھے رہنے کی صورت میں بتائی ہیں وہ صرف خیالی نہیں بلکہ ہم خود ان کی نافعیت کا تجربہ کر چکے ہیں، اپنے اوپر آزمانے کے بعد آپ کو بتا رہا ہوں۔

پردہ عورت پر فرض ہے نہ کہ مرد پر:

- بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم رشتہ داروں کے ہاں جاتے ہیں تو ہمارے کہنے کے

باوجود غیر محرم رشتہ دار عورتیں ہمارے سامنے آجاتی ہیں، ہم سے پردہ نہیں کرتیں۔

یہ حضرات پہلے تو یہ سمجھ لیں کہ پردہ عورت پر فرض ہے، مرد پر فرض نہیں، اس لئے اگر عورتیں بے پردہ سامنے آتی ہیں تو وہ عورتیں گناہ گار ہیں مرد پر کوئی گناہ نہیں، ایسی صورت میں ان ہدایات پر عمل کریں:

❶ اپنی نظر نیچی رکھیں۔

❷ بلاضرورت غیر محرم عورت سے بات نہ کریں۔

❸ ایسے مواقع میں پردہ کی اہمیت بیان کیا کریں، اس میں ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ آپ نے اپنا فرض تبلیغ ادا کر دیا، دوسرا فائدہ یہ کہ شاید ان عورتوں کو آپ کی تبلیغ سے ہدایت ہو جائے تو آئندہ کے لئے ان گھروں میں آپ کی آمد و رفت میں سہولت ہو جائے گی، آپ کے سامنے غیر محرم عورتیں نہیں آئیں گی، خدانخواستہ ان کو ہدایت نہ بھی ہوئی تو کم از کم اتنا فائدہ تو ہوگا ہی کہ آپ کے سامنے آنے سے شرمائیں گی، انسان کا طبعی خاصہ ہے کہ وہ غیر کے سامنے ایسی حالت میں جانے سے شرماتا ہے جو اس غیر کو ناپسند ہو، بہت سی عورتیں عوام بلکہ فساق و فجار تک سے پردہ نہیں کرتیں مگر علماء و صلحاء سے پردہ کرتی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء و صلحاء بے پردگی کو برا سمجھتے ہیں، اس لئے یہ عورتیں ان کے سامنے بے پردہ آنے سے شرماتی ہیں، آپ اپنے قول و عمل سے یہ ثابت کر دیں کہ آپ بے پردگی کو برا سمجھتے ہیں تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ غیر محرم عورتیں آپ کے سامنے آنا چھوڑ دیں گی، یہ نسخہ بہت مجرب ہے میں نے کئی لوگوں کو بتایا انہوں نے اس پر عمل کیا تو ان غیر محرم عورتوں سے نجات مل گئی۔

گھر میں شرعی پردہ کروانے کے طریقے:

❶ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم گھر میں پردہ کروانا چاہتے ہیں، اس سلسلے میں بہت کوشش اور بہت تبلیغ کرتے ہیں مگر کوئی اثر نہیں ہوتا بیوی پردہ نہیں کرتی، اس حالت

میں ہم سخت گناہ گار ہورہے ہیں کیا کریں؟ ایک مولوی صاحب نے لکھا کہ میں ایک مسجد میں امام ہوں، میری بیوی غیر محرم قریبی رشتہ داروں سے پردہ نہیں کرتی، سمجھانے کے باوجود باز نہیں آتی، بے پردگی کی وجہ سے میں فاسق ہوں اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اب میں کیا کروں؟ کیا امامت چھوڑ دوں؟

ایسی حالت میں شرعی احکام یہ ہیں:

① اپنے اعمال درست کرنے کی فکر کریں، اپنا ظاہر و باطن شریعت کے مطابق بنانے کی کوشش کریں، جب انسان خود نیک ہوتا ہے تو دوسروں پر اس کی بات اثر کرتی ہے، بلکہ لوگ اس کے عمل ہی سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

② اپنی خواہشات نفسانیہ اور دنیوی کاموں میں بیوی پر ناراض نہ ہوں اور سختی نہ کریں، ورنہ وہ سمجھے گی کہ دینی کاموں میں آپ کی ناراضی بھی آپ کی افتادِ طبع ہی ہے، دین کو صرف غصہ نکالنے کا بہانہ بنا رکھا ہے۔

③ بیوی کے لئے ہدایت کی دعا کیا کریں۔

④ نرمی اور محبت سے تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھیں۔

⑤ روزانہ بلاناغہ تھوڑی سی دیر کے لئے کوئی ایسی کتاب پڑھ کر سنایا کریں جس سے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور آخرت کی فکر پیدا ہو، جیسے ''حکایات صحابہ'' وغیرہ، زبانی بتانے کی بجائے کتاب پڑھ کر سنایا کریں، اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے، اس کی کئی وجوہ ہیں:

① قدرتی طور پر انسان کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے کہ اس پر اپنے ساتھیوں کی بات کا اثر بہت کم ہوتا ہے، بالخصوص میاں بیوی کا آپس کا ایسا تعلق ہے کہ یہ ایک دوسرے کی نصیحت کی طرف بہت کم التفات کرتے ہیں، اغیار بالخصوص اکابر اور ان سے بھی بڑھ کر گذشتہ زمانہ کے بزرگوں کی باتوں سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔

② کتاب میں اس کے مصنف کی للّٰہیت اور اخلاص کا اثر ہوتا ہے۔

❸ کتاب پڑھنے میں کسی بات کی نسبت پڑھنے والے کی طرف نہیں ہوگی بلکہ ہر بات کی نسبت کتاب کے مصنف کی طرف ہوتی ہے، اس لئے اس میں اپنے نفس کی آمیزش سے حفاظت نسبۃً آسان ہے۔

❹ کتاب پڑھ کر سنانے میں وقت کم خرچ ہوتا ہے، زبانی بتانے میں بات لمبی ہو جاتی ہے، جس سے سننے والے کی طبیعت اکتا جاتی ہے۔

❻ اگر سختی کا تحمل ہو تو بقدرِ ضرورت سختی سے کام لیں مگر خوب سوچ کر، پہلے خوب سمجھ لیں کہ اگر سختی کرنے سے بیوی روٹھ کر میکے چلی گئی یا گھر ہی میں رہ کر وبال جان بن گئی، تو آپ ان حالات کا تحمل کر سکیں گے؟ اگر خوانخواستہ پریشان ہوکر آپ نے بیوی کی خوشامد کی تو کیا عزت رہی؟ اپنی عزت برباد کرنے کے علاوہ دوسرا نقصان یہ کہ آئندہ کے لئے بیوی ہر معاملہ میں سر پر چڑھ کرناچے گی، اس لئے بلا سوچے سمجھے کوئی سخت اقدام ہرگز نہ کریں۔

❼ اگر نرمی گرمی کسی تدبیر سے بیوی ہدایت پر نہیں آتی تو شوہر پر کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ جو ہدایات بتا چکا ہوں ان میں سے کسی میں غفلت نہ کرے، اپنا اختیار پورے طور پر استعمال کرے، اس پر صرف یہی فرض ہے آگے ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، شوہر کے اختیار میں نہیں، اس لئے ہر ممکن کوشش کے باوجود بیوی پردہ نہ کرے تو شوہر پر کوئی گناہ نہیں۔

بے پردہ بیوی کو طلاق دینا بھی ضروری نہیں، جب عیسائی اور یہودی جیسی کافر عورت سے نکاح جائز ہے تو بے پردہ مسلمان عورت سے بطریق اولیٰ جائز ہے، البتہ یہ خیال رہے کہ یہودی اور عیسائی عورت سے نکاح ہو تو جاتا ہے مگر اس زمانہ میں ان سے نکاح کرنا جائز نہیں، سخت گناہ ہے، اس لئے کہ اولاً تو ایسی عورتیں شوہر ہی کو مرتد بنا دیتی ہیں، اور اگر شوہر بچ بھی جائے تو اولاد کو تو یقیناً اپنے دین پر لے جاتی ہیں، اسی طرح یہ بھی خیال رہے کہ بے پردہ بیوی کو گھر میں رکھنے کی اجازت جو میں نے بتائی

ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ شادی کے بعد اس کی بے دینی کا علم ہوا، یا علم تو شادی سے پہلے تھا مگر اس وقت خود اپنے اندر ہی آخرت کی فکر نہ تھی، بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تو پردہ کی فکر پیدا ہوئی، مقصد یہ ہے کہ ابتداءً بے پردہ عورت سے شادی کرنا جائز نہیں، البتہ شادی کے بعد ایسا ابتلاء پیش آیا تو بجبوری اس پر صبر کرنا جائز ہے۔

آخر میں ان رشتہ داروں کی فہرست سن لیجئے جن سے پردہ فرض ہے مگر دینداری کے بلند و بانگ دعوے کرنے والے لوگ بھی اس کبیرہ گناہ کے مرتکب ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اس بارہ میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی علانیہ بغاوت کر رہے ہیں۔ ① چچا زاد ② پھوپھی زاد ③ ماموں زاد ④ خالہ زاد ⑤ دیور ⑥ جیٹھ ⑦ بہنوئی ⑧ نندوئی ⑨ پھوپھا ⑩ خالو ⑪ شوہر کا چچا ⑫ شوہر کا ماموں ⑬ شوہر کا پھوپھا ⑭ شوہر کا خالو ⑮ شوہر کا بھتیجا ⑯ شوہر کا بھانجا۔

یا اللہ! تو سب کو صاحب ایمان بنا دے، اپنی محبت عطا فرما، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما، اپنی محبت اپنا تعلق ایسا عطا فرما دے جو دنیا بھر کے تعلقات پر غالب آ جائے، اپنا وہ خوف عطا فرما جو دنیا کے بھر کے خوف پر غالب آ جائے، یا اللہ! تو صحیح معنوں میں مسلمان بنا دے، ایسے مسلمان ایسے مؤمن بنا دے جن کے اسلام اور ایمان پر قرآن کریم میں تو نے بار بار شہادت دی ہے، وہ اسلام عطا فرما وہ ایمان عطا فرما، جس سے تو اور تیرا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں۔

وصل اللهم وبارك وسلم على عبدك ورسولك محمد وعلى اله وصحبه اجمعين والحمد لله رب العلمين.

صراط مستقیم

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: صراط مستقیم

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ:

بوقت: بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: محرم ۱۴۲۴ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

صراط مستقیم

()

﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ ﴾(۱ ـ ۷)

﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ ﴾(پ۱۳-۱۰۸)

سورۃ فاتحہ خلاصۂ قرآن:

سورہ فاتحہ پورے قرآن کا متن اور خلاصہ ہے، اسی لئے اس سورۃ کو ''اُم القرآن'' بھی کہتے ہیں۔ یہ پورے قرآن کی ماں اور اصل ہے اور سارا قرآن اس چھوٹی سی سورۃ کی تفصیل اور شرح ہے۔

نمازی کی عجیب شان:

سورہ فاتحہ کے شروع میں تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ '' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بندہ جب نماز میں کہتا ہے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ '' تو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے جواب ملتا ہے: ”حمدنی عبدی“ میرے بندے نے میری حمد کی۔ اللہ تعالیٰ یہ جواب کیوں دیتے ہیں؟ معلوم تو ہے ہی کہ بندے نے حمد کی ہے میرا بندہ میرے سامنے بصد عجز وانکسار دست بستہ بکمال توجہ وخشوع وتضرع، دنیا و مافیہا سے بے خبر میری حمد وثناء کر رہا ہے۔ اور نمازی جب: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ“ کہتا ہے تو اس کو بھی معلوم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف کر رہا ہے۔ عابد و معبود کے درمیان راز ہے کوئی تیسرا اس آواز کو نہیں سنتا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں: ”حمدنی عبدی“

ے میان عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین راہم خبر نیست

اللہ تعالیٰ سے لو لگائے ہوئے اس سے تعلق بنائے ہوئے بس ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہے اور وہ اس کی حرکات وسکنات سے بخوبی مطلع ہیں تو جواب دینے کا کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ کیوں جواب دیتے ہیں؟ یہ باتیں سوچا کریں ان پر غور کرنے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت بڑھتی ہے اور تعلق مع اللہ میں اضافہ ہوتا ہے۔

ے یزیدك وجهه حسنا
اذا مازدته نظرا

اللہ تعالیٰ کا کوئی قول وفعل بلا نفع اور بے فائدہ نہیں ہوتا۔ جواب میں حمدنی عبدی کہنے کا مقصد سوائے تشجیع، اکرام اور دلجوئی کے کچھ نہیں ہوسکتا کہ تو میرے سامنے کھڑا ہے میری طرف متوجہ ہے تو میں بھی تجھ سے غافل اور بے خبر نہیں بدرجہا زیادہ متوجہ ہوں، نمازی کے کان سماعت کریں یا نہ کریں، چونکہ الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا، بس ایمان اور حق الیقین ہے کہ اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں: ”حمدنی عبدی.“

اس کے بعد جب نمازی کہتا ہے: ”اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

سے جواب ملتا ہے: "اثنی علی عبدی" میرے بندے نے میری ثناء کی۔ رحمٰن کے معنی ہیں بہت زیادہ رحم کرنے والا اور رحیم کے معنی مطلق رحم کرنے والا۔

الفاظ مترادفہ سے جواب میں حکمت:

حمد وثناء میں بہت عمیق ودقیق فرق بیان کئے جاتے ہیں مگر درحقیقت دونوں کا حاصل ایک ہی ہے تو پھر ایک جملے میں: "حمدنی عبدی" اور دوسرے میں: "اثنی علی عبدی" کیوں فرمایا؟ اس کا جواب بھی وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا اکرام فرما رہے ہیں۔ اس کو مثال کے ساتھ یوں سمجھیں کہ جب کسی بڑے کو بذریعہ کلام یا خط خطاب کیا جاتا ہے تو اس میں مترادف الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں مثلاً: "محترم ومکرم، محترمی، مکرمی، معظمی" ان سب کے معنی تو ایک ہی ہیں میرے لئے قابل تعظیم وتکریم یا واجب التعظیم۔ یا "مخدومی ومطاعی" یعنی میں خادم اور اطاعت گزار ہوں یہاں بھی دونوں کے معنی ایک ہی ہیں یا "ممنون وشکر گزار ہوں" جو معنی ممنون کے ہیں وہی شکر گزار کے ہیں، تو ایک ہی معنی کے مختلف الفاظ استعمال کرنے کی غرض ومقصود "تاکید اکرام" ہوتا ہے اگر وہی الفاظ مکرر لائے جائیں تو "تاکید" اس میں بھی بن جائے گی مگر اتحاد معنی اور اختلاف الفاظ میں سرور طبع اور تفنن عبارات ہے جس سے مخاطب کو اپنی طرف متوجہ کرنا مطلب ہوتا ہے، اس مقام میں بھی اللہ تعالیٰ: "حمدنی عبدی، اثنی علی عبدی" کے الفاظ مترادفہ کے ساتھ اپنے تابع اور مطیع بندے کا اکرام اور اس کے ساتھ محبت اور تعلق کا اظہار فرما رہے ہیں۔

نمازی جب تیسرا جملہ: " مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ " کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: "فوض إلیَّ عبدی" اس دنیا میں عارضی طور پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی مالک ہیں، ایک سے کوئی کام چلتا ہے تو دوسرے سے کوئی دوسری حاجت پوری ہوتی ہے، ایک دوسرے کے کام کرتے رہتے ہیں۔ دنیا میں عارضی املاک اللہ

تعالیٰ نے بنا دی ہیں حقیقۃً مالک اللہ تعالیٰ ہی ہیں، کوئی دوسرا دم مارنے کی جرأت نہیں رکھتا مگر اس کے باوجود دنیا میں یہ چیز میری ہے یہ میری ہے، بس میری میری کی رٹ لگی ہوئی ہے روز جزاء میں عارضی ملکیت بھی ختم ہو جائے گی، تمام مجبور محض اور بے بس ہو جائیں گے جیسے حقیقۃً ملکیت انہی کی ہے ظاہراً بھی وہی مالک ہوں گے کوئی دوسرا نہیں ہے۔

یہ تعریف وتوصیف، حمد وثنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا جواب علامت قبول ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ ہم نے تمہاری حمد وثناء سن لی ہے، بس قبول ہے۔

تعلق مع اللہ اور محبت بڑھانے کا نسخہ:

نماز پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر جملے پر جو جواب دیا جاتا ہے اس کو سوچا کریں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تعلق مع اللہ میں اضافہ ہوگا، محبت وانابت وتوجہ الی اللہ میں زیادتی ہوگی، جب ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' پڑھیں تو تصور کریں کہ اللہ تعالیٰ میری اس حمد کو سن کر جواب عنایت فرما رہے ہیں: ''حمدنی عبدی'' اس ''عبدی'' کہنے پر انسان کو وجد آ جانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنا بندہ ارشاد فرما رہے ہیں کہاں وہ ذات پاک اور کہاں یہ تو دہ خاک، نمازی کو اس خطاب پر فدا ہو جانا چاہئے، کہاں وہ ذات مختار کل اور کہاں یہ سراپا عجز وانکسار، ہر جملہ اداء کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے جواب پر خوب خوب غور کریں کہ گویا ان جوابات کو اپنے کانوں سے سماعت کر رہے ہیں، کتنے خوش قسمت ہیں وہ نمازی جن کو یہ نعمت عظمیٰ حاصل ہے، اخلاص وللّٰہیت، سراپا عجز ونیاز کا پیکر بن کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور درباری ومقرب بن جاتے ہیں، حمدنی عبدی، اثنی علی عبدی وغیرھما کے تمغے حاصل کرتے ہیں۔

اس کے بعد: ’’اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ‘‘ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں: ’’اِیَّاکَ نَعۡبُدُ‘‘ ایک دعویٰ ہے کہ حمد وثناء کے بعد ہم اقرار کرتے ہیں کہ صرف تیری ہی عبادت کریں گے اس میں کسی کو بھی شریک نہیں کریں گے، حکومت وسلطنت ہے تو صرف تیری، صرف تیرے ہی احکام کا اتباع کریں گے اس کے مقابلہ میں دنیا بھر کے احکام کو پاؤں کی ٹھوکر سے اڑادیں گے، موحد ہیں، تیری ذات کے سوا کسی کو خاطر میں نہیں لائیں گے بس ہے تو صرف تو ہی ہے، یہ دعویٰ عظیم الشان ہے لیکن اس کے ساتھ: ’’وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ‘‘ کہہ کر اپنے عجز کا اظہار کررہے ہیں، کہ یا اللہ! اس بات میں کہ ہم تیری ہی بات مانیں گے، کسی اور کی نہیں، تیری ہی عبادت کریں گے، کسی اور کی نہیں اس پر استقامت وتصلب اور مضبوطی میں صرف تجھ ہی سے نصرت ومدد مانگتے ہیں، تیری امداد ہوگی تو ہم اس بات پر قائم رہ سکیں گے ورنہ نہیں، اپنا محاسبہ کیجیے، اس موقف پر قائم رہنا بہت مشکل ہے، یہ ’’لا الہ الا اللّٰہ‘‘ کی دوسری تعبیر ہے، ’’لا الہ الا اللّٰہ‘‘ کہنے کو تو بہت آسان ہے، ہر مسلمان کی زبان پر خود بخود جاری ہوجاتا ہے مگر عملی دائرہ کار میں اپنے اعمال کا احتساب کریں، حالات کا جائزہ لیں کہ کتنے مسلمان اس کے تقاضوں پر عامل وکاربند ہیں؟ ایک جانب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو اس کے تقابل میں دو قسم کی طاقتیں سامنے آتی ہیں ① بیرونی ② اندرونی، قسم اول جیسے اعزہ واقارب، حکام، برا ماحول ومعاشرہ، دوست احباب اور عام جان پہچان رکھنے والے اسی زمرہ میں شیطان بھی داخل ہے۔

دوسری قسم خود اپنے نفس کے تقاضے، یعنی خواہشات نفس تو اس تقابل کے وقت آپ کس کے حکم پر عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم پر یا عاجز مخلوق کے اشاروں پر، شادی بیاہ میں احکام الٰہیہ ملحوظ رکھتے ہیں یا اعزہ واقارب کو ترجیح دیتے ہیں، میت کے ایصال ثواب میں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع واطاعت کرتے ہیں یا احباب واقرباء کی رضا وخوشی سامنے رکھتے ہیں، مسلمان کہنا بہت آسان ہے، اس کلمہ کی عملی تعبیر

بننا بہت مشکل ہے۔

؎ اگر گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الہ الا اللہ

ایک باہمت شخص کا قصہ:

ابھی چند دن قبل کسی نے فون پر بتایا کہ ایک شخص کے والد فوت ہوئے تو انہوں نے یہ جرأت مندانہ اعلان کر دیا: ''تیجا، چالیسواں، جمعرات وغیرہ بدعات وخرافات نہیں ہوگی۔''

یہ سن کر بہت مسرت ہوئی اور میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے کسی کو تو لا الہ الا اللہ اور ایاک نعبد پر عمل کی توفیق عطا فرمادی، تمام رشتہ داروں کو چھوڑ دیا، کسی کی پروانہیں کی، اس اعلان کرنے والے کو میری طرف سے مبارک باد دے دیں'' تو فون کرنے والے نے بلا تاخیر فوراً کہا:

''دفن کرنے کے بعد کچھ لوگ سیدھے اہل میت کے گھر پہنچے ہوئے ہیں جب تک قورمہ پلاؤ نہیں کھائیں گے وہاں سے ہلیں گے نہیں۔''

میں نے کہا:

''جتنے لوگ گدھوں کی طرح (گدھ کہہ لیں یا گدھے ایک ہی بات ہے) وہاں جمع ہیں ان کو کارخانے کی صفائی میں لگائیں، ان سے کہیں کہ والد صاحب کافی دنوں سے بیمار تھے کام کاج چھوٹے ہوئے ہیں، کارخانے کی صفائی بھی نہیں ہوئی تعاون کریں اس کے بعد کھانا یہاں نہیں گھر جا کر کھائیں، جتنے لوگ وہاں آدھمکے ہیں ان سے صاحبزادے نے یہ نہیں کہا؟''

فون کرنے والے نے جواباً بتایا:

''وہ تو خاموش ہیں اور جب تک یہ لوگ کھانا نہیں کھائیں گے اس کی جان نہیں چھوڑیں گے۔''

میں نے کہا:

''میں آدھی مبارک باد واپس لیتا ہوں اس لئے کہ اعلان کرنے کے بعد اب اس پر عمل کیوں نہیں کرتے، ان کی ناراضی کو خاطر میں کیوں لا رہے ہیں، ان گدھوں، کو وہاں سے بھگاتے کیوں نہیں، اس لئے آدھی مبارک واپس۔''

اعلان تو آسان تھا مگر عمل مشکل ہوگیا، اعزہ واقارب کی رضا وخوشی کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر مقدم کر دیا کہ کہیں رشتہ دار ناراض نہ ہو جائیں، مجبوراً کھانے کا انتظام کیا، حالانکہ مسلمان کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بہرحال مقدم رہے، تعلقات ٹوٹتے ہیں تو پروا نہیں، احباب واقارب ناراض ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں، معاشرہ ساتھ نہیں دیتا تو نہ دے، وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوتا۔

؎ سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہئے

مد نظر تو مرضی جاناں نہ چاہئے

بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ

کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا کیا نہ چاہئے

یا اللہ! آپ کے ساتھ محبت کا دعویٰ تو بہت بڑا کر دیا، اب اس پر استقامت صرف آپ ہی دے سکتے ہیں، آپ کی دستگیری سے ہی تمام مسائل حل ہوں گے، اس میں ہمارے کمال کو کوئی دخل نہیں، اس لئے: ''إِيَّاكَ نَعْبُدُ'' کے بعد: ''وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ'' کی تلقین فرمائی، فرائض وسنن، نوافل وواجبات میں بار بار اس کا تذکرہ ہوتا ہے، وعدہ کرتے ہیں، محض زبانی عہد نہ ہو، دل و جان سے اس کو تسلیم

کر کے سوچا کریں، اللہ تعالٰی کے ہاں ایک دن حاضر ہونا ہے، محض زبان سے کہہ دینا کافی نہیں، ورنہ دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا ہوگا، اللہ تعالٰی سوال فرمائیں گے کہ زبان سے تو بار بار عہد کرتا تھا، کبھی اس پر عمل کا بھی سوچا تھا۔

اہل محبت کے لئے دین بہت آسان ہے:

اللہ تعالٰی بار بار ارشاد فرماتے ہیں کہ دین پر چلنا بہت ہی آسان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ارشاد فرما چکے ہیں: "الدین یسر" دین بہت آسان ہے اور میں بھی بار بار کہہ چکا ہوں کہ دین پر عمل کرنا تو بہت ہی آسان ہے مگر اس بیان میں کہہ رہا ہوں کہ دین پر چلنا، اس کے تقاضوں کو پورا کرنا، بے دین معاشرہ ماحول کا مقابلہ کرنا بہت ہی مشکل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس کا تعلق اللہ تعالٰی کے ساتھ مضبوط ہو جاتا ہے، جس کے دل میں اللہ تعالٰی کی محبت وخوف ہر چیز کی محبت وخوف پر غالب ہوتا ہے، جس کے مطمح نظر صرف اللہ تعالٰی کی رضا ہوتا ہے اس کے لئے دین پر عمل کرنا بہت ہی سہل ہے بلکہ دین کے ساتھ اس کو اس قدر محبت و الفت ہوتی ہے جس قدر مچھلی کو پانی سے بلکہ اس سے بدرجہا زیادہ، اور یہ محبت و آسانی اللہ تعالٰی خود ہی پیدا فرما دیتے ہیں:

﴿ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴾ (پ۲۱ - ۶۹)

مؤمن کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوتا، اللہ تعالٰی کے دین کو مضبوطی سے تھامے رکھتا ہے، اور جس کو دین پر عمل کرنا ہی نہ ہو اس پر کاربند ہونے کی ہمت وعزم ہی نہیں کرتا، اللہ تعالٰی کا خوف اس کے دل میں نہیں غیر اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالٰی کی رضا پر غیر اللہ کی خوشنودی کو مقدم رکھتا ہے اس کے لئے دین پر عمل کرنا بہت ہی مشکل ہے، اس کو توفیق ہی نہیں ہوتی، بعض لوگ صرف دعاء کرواتے ہیں کہ اللہ تعالٰی دین پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں، کوشش اور ہمت نہیں کرتے، حالانکہ اللہ تعالٰی نے احکام پر عمل کی

توفیق اس وقت ہوتی ہے جب انسان خود کمر بستہ ہو جائے، عزم مصمم کر لے تو کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی۔

یا اللہ! تو ہی اپنی رحمت سے قلوب میں ایسی محبت عطاء فرما کہ وہ ہر محبت پر غالب آ جائے، اپنا ایسا خوف نصیب فرما کہ ہر خوف پر غالب آ جائے، اور تیری محبت و خوف کی وجہ سے تیری ہر چھوٹی بڑی نافرمانی کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔

عبادت کا معتبر طریقہ:

''اِیَّاکَ نَعْبُدُ'' ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اب یہ کون بتائے گا کہ عبادت کیسے کریں یہ تو ممکن نہیں کہ ہر شخص پر وحی نازل ہو، جبریل علیہ السلام آ کر بتائیں یا خود اللہ تعالیٰ تشریف لائیں یہ تو نہیں ہو سکتا، وحی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نازل نہ ہوگی، اس کے بعد اس کی تشریح اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و احادیث مبارکہ کی توضیح کے لئے کچھ رجال چاہئیں کیونکہ براہ راست قرآن مجید یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو سمجھنا اور ان کی مراد و مطلوب تک صحیح رسائی حاصل کرنا ہر شخص کے لئے ممکن نہیں، ان کی تفسیر و تعبیر کچھ لوگ کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا ہے:

﴿وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٤﴾﴾ (پ۱۴ ـ ۴۴)

آپ قرآن مجید کی وضاحت فرمائیں گے، قرآن کی تشریح و تعبیر، توضیح و تفسیر، تعلیم و تبیین وہی معتبر ہوگی جو آپ فرمائیں گے، آپ جو تفسیر فرمائیں گے وہی واجب القبول ہوگی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سمجھنا بھی ہر کس و ناکس کا کام نہیں بلکہ صرف اہل تفکر مجتہدین کا کام ہے۔ جیسے فہم قرآن کے لئے حدیث کی ضرورت

ہے ایسے ہی فہم حدیث کے لئے اہل تفکر کی ضرورت ہے۔

قرآن کی اس ہدایت سے قطع نظر کر کے قرآن و حدیث کو سمجھنا ضلالت و گمراہی ہے، ایسا شخص ضال و مضل ہے خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہی و ضلالت میں دھکیلنے والا ہے۔

مضامین قرآن کی دو قسمیں:

کسی کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہاں تو "لتبین للناس" فرمایا کہ آپ اس کی تشریح فرمائیں گے اور دوسری جگہ فرمایا: ﴿ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر﴾ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کسی کی وضاحت کی ضرورت نہیں اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں دو قسم کے مضامین ہیں: ① وعظ وتذکیر ② استنباط مسائل۔

قسم اول وہ مضامین ہیں جن سے نصیحت حاصل ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور اس کی محبت دل میں پیدا ہو، انسان بننے کی فکر ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات وکمالات، اور اس کی قدرت کرکرشمے، ان مضامین کو کوئی پاگل سے پاگل بھی پڑھے گا تو اس کے قلب پر اثر ہوگا اس لئے کہ انسان جب کسی کے احسانات وکمالات محسوس کرتا ہے تو اس کے دل پر ان کا اثر ہوتا ہے محسن کی عظمت و وقعت دل میں جاگزیں ہوتی ہے اور: "الانسان عبدالاحسان" کا مصداق بن جاتا ہے، تو اس مربی حقیقی کے کمالات واحسانات وانعامات کے مضامین نصیحت حاصل کرنے کے لئے بہت آسان ہیں: ﴿ولقد یسرنا القران للذکر فھل من مدکر﴾ سے اس قسم کے مضامین مراد ہیں۔

قسم ثانی استنباط مسائل یعنی قوانین شرع، جائز و ناجائز، حلال وحرام اور دوسرے تمام مسائل شرعیہ کی تفاصیل اور حدود وقیود، ان کے بارہ میں آیت: ﴿وانزلنا الیك

الذکر لتبین للناس﴾ میں بیان فرمایا گیا کہ ہم نے قرآن اس لئے نازل کیا کہ آپ ہمارے قوانین ہماری حکومت کے قواعد وضوابط اور احکام بندوں کو بتائیں یہ خود اس قابل نہیں کہ ان کو سمجھ سکیں اور پھر تا قیامت جس قدر بھی احکام پیدا ہونے والے ہیں، جس قدر حوادث و واقعات ظاہر ہونے والے ہیں ان سب کو آپ اپنی مختصر زندگی میں کیسے بیان کر سکیں گے اس لئے فرما دیا: ''ولعلھم یتفکرون'' کہ نت نئے مسائل، حوادث و جزئیات رہتی دنیا تک پیش آتے رہیں گے اس لئے آپ کی وفات کے بعد ہم ایسے مجتہدین پیدا کریں گے کہ وہ تدبیر و تفکر، استنباط و استخراج، قوت علمیہ و عملیہ کے ذریعہ خالق کی طرف مخلوق کی صحیح رہنمائی کرتے رہیں گے، قرآن مجید اور آپ کے ارشادات واحادیث طیبہ سے استنباط کر کے احکام بیان کیا کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے خود براہ راست ہر شخص کو عبادت کا طریقہ نہیں بتایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اس کا طریقہ ارشاد فرمایا ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایسی جزئیات و مسائل پیش آتے رہے اور قیامت تک ایسے حوادث و واقعات پیدا ہوتے رہیں گے جن کا حکم صراحۃً قرآن وسنت میں موجود نہیں۔ ان کے معلوم کرنے کا طریقہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''ولعلھم یتفکرون'' کہ ان احکام کو اہل تفقہ، اہل اجتہاد اور اہل بصیرت بیان کیا کریں گے۔

اہل اجتہاد:

ان اوصاف سے متصف کون لوگ ہیں؟ یہ بات عقلاً، اجماعاً اور تجربۃً واضح ہے کہ جو لوگ براہ راست کسی سے کچھ سیکھتے ہیں وہی اس کی تعلیمات کے رموز و ارشادات کو خوب سمجھ سکتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے براہ راست بلاواسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی تعلیم حاصل کی، بلاتوسط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلامذہ ہیں، ان کے بعد ان کے شاگرد یعنی تابعین نے صحابہ کرام سے اور پھر تبع

تابعین نے تابعین سے براہ رراست علم حاصل کیا، اسی طرح قیامت تک یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا جو شخص اس سلسلہ رشد و ہدایت سے وابستہ رہا وہی صراط مستقیم پر قائم و دوائم رہے گا، اس طریقہ سے ہٹ کر جو قرآن وسنت کو سمجھنے کی کوشش کرے گا، وہ گمراہ ہوگا اس سے یا اس کی کتب سے استفادہ کرنا دین کے لئے ایسا مضر ومہلک ہے جیسا کہ بدن کے لئے سم قاتل، اس لئے اس "العروۃ الوثقی" کو مضبوط پکڑنا لازم ہے ورنہ گمراہی ورسوائی کے سوااور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

" اَهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ " ہمیں سیدھی راہ پر چلا دے، بھٹکنے نہ پائیں۔ ہر انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا مدعی ہے، یہودی، عیسائی، ہندو، سکھ غرض یہ کہ ہر شخص اس بات کا مدعی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، اس لئے یہ دعاء ارشاد فرمائی:" اَهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ "" سیدھی راہ پر چلا کر منزل تک پہنچا دے۔"

" اَهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ " کا مطلب:

بہت لوگ اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:" سیدھی راہ دکھا دے۔" مگر یہ ترجمہ صحیح نہیں، راہ دکھانا کافی نہیں، اگر کسی کو مکہ کا راستہ دکھا دیا جائے تو کیا وہ پہنچ جائے گا؟ حتیٰ کہ اس طرف چلانا بھی کافی نہیں، ممکن ہے بھٹک جائے ہوائی اڈہ پر پہنچ کر جہاز میں سوار کر کروا دینا بھی کافی نہیں کہ شاید جدہ میں اتر کر ادھر ادھر ہو جائے مکہ زادہا اللہ تعالیٰ شرفاً نہ پہنچ سکے، اس لئے رہنمائی کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچا دینا ضروری ہے۔سو " اَهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ " کے کامل ومکمل معنی یہ ہیں کہ صراط مستقیم پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچا دے اسی معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے دعاء کیا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت وضلالت کے دونوں راستے دکھا دیئے: ﴿إِنَّا هَدَيۡنَٰهُ ٱلسَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرٗا وَإِمَّا كَفُورًا ۝٣﴾ (پ۲۹ - ۳) ﴿وَهَدَيۡنَٰهُ ٱلنَّجۡدَيۡنِ ۝١٠﴾ (پ ۳۰ - ۱۰) راہ ہدایت بھی دکھا دی اور گمراہی کا راستہ بھی، اب اس

کو اختیار ہے کہ جس پر چاہے چلے، جبر و اکراہ نہیں، " اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ " میں یہ بات مدنظر رکھ کر دعاء کریں کہ سیدھی راہ پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچا دیں تو کام چلے گا۔

صراط مستقیم:

ہر شخص صراط مستقیم پر چلنے کا مدعی ہے اور یہی چیز باعث فتنہ ہے، "صراط مستقیم" کا تعین کیسے ہوگا؟ تعیین کے لئے: " صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ " فرمایا کہ میری راہ کی تعیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے ان کے راستے کی نشاندہی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کریں گے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے راستہ کی وضاحت تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کریں گے حتیٰ کہ طبقہ در طبقہ تا قیامت اس صراط مستقیم کی تعیین و توضیح ہوتی چلی جائے گی۔

"صراط مستقیم" کی وضاحت " صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ " سے فرمائی "صراطی" سے نہیں فرمائی کہ میرا راستہ سیدھا راستہ ہے، "صراط القرآن" سے بھی نہیں فرمائی کہ قرآن کا راستہ صراط مستقیم ہے، قرآن مجید جو ارشاد فرمائے وہی کرنا ہے، اور "صراط رسولی" سے بھی نہیں فرمائی کہ جو کچھ رسول فرمائے وہی راہ حق ہے، ایسا اس لئے نہیں فرمایا کہ شیطان تلبیس کرتے ہوئے یوں گمراہ کر سکتا تھا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہی اللہ تعالیٰ کا، قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے۔

فریب کاری، دغا بازی اور تلبیس ابلیس سے مامون و محفوظ رکھنے کے لئے " صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ " فرمایا کہ ہر زمانہ میں بصیرت، تقویٰ اور للٰہیت کے حامل ایسے حضرات موجود رہیں گے جو " صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ " کی عملی تعبیر و تفسیر ہوں گے، وہی اس کی تعیین کریں گے، آپ بطور خود اللہ تعالیٰ کا راستہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ، قرآن مجید کا راستہ ایک بتاتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم جو انعمت علیہم میں داخل ہیں دوسرا راستہ فرماتے ہیں تو آپ جنون کا شکار، مخبوط الحواس متصور ہوں گے، صراط مستقیم وہی ہے جس کی یہ حضرات تعیین فرمار ہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ جو کہ ام القرآن اور خلاصۂ قرآن ہے میں فرمادیا کہ اگر ہمارا راستہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ، قرآن کا راستہ معلوم کرنا چاہتے ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھنا ہوگا، ان سے رہنمائی حاصل کرنا ہوگی، ہمارے راستہ پر چلنا ان کے اتباع پر موقوف ہے، بصورت دیگر ضلالت کے اندھیروں میں گھرے رہو گے ہمارا راستہ نہیں مل سکے گا۔

گمراہی کا راستہ:

اس کے بعد بطور تنبیہ ”غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ“ فرمایا کہ جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے راستہ سے انحراف وروگردانی کریں گے اور قرآن سمجھنے کی کوشش میں اپنی عقل لڑائیں گے ایسے لوگ مغضوب، مقہور اور معذب ہیں، گمراہ ہیں، منعم علیہم کے راستہ سے ہٹ کر قرآن وحدیث سمجھنے کا کسی کو کوئی حق حاصل نہیں، یہی مضمون متعدد احادیث میں بھی وارد ہے اور اس پر میرا ایک مفصل مضمون ”معیار حق“ کے نام سے احسن الفتاویٰ جلد اوّل میں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معیار حق ہونے کی عقلی دلیل:

عقلی وتجرباتی اعتبار سے غور کیا جائے تو بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سرمو انحراف کر کے قرآن وحدیث سمجھنے کا کوئی جواز نہیں، اس لئے کہ دنیا کا یہ مسلم ضابطہ ہے کہ کسی کی بات سمجھنے کے لئے قرب ظاہر وقرب باطن از حد موثر ہے، قرب باطن سے تعلق قلبی، محبت ومودت مراد ہے، اور قرب ظاہر سے ”ساتھ رہنا“ مراد ہے، جو شخص جس قدر زیادہ قریب رہتا ہے اسی قدر مصاحب اور ساتھی کی بات صحیح طور پر

سمجھتا ہے، اسے اس کے کلام کے مقاصد کا علم ہوتا ہے، یہ مثل اور کہاوت بہت مشہور ہے کہ ''گونگے کی رمزیں اس کی ماں جانے'' بچہ گونگا ہے، ماں کے پاس رہتا ہے جو کچھ اشارات میں کہتا ہے ماں سمجھتی ہے، وجہ وہی ہے کہ ہر وقت ساتھ رہتی ہے۔

ایک عالم ایک بار یہاں دارالافتاء میں تشریف لائے، چند روز یہاں قیام فرمایا، ہم روزانہ صبح جہاد کی مشق کے لئے نکلتے تو ان کو بھی ساتھ لے جاتے تھے، کچھ روز وہ میری باتیں سماعت فرماتے رہے ایک دن فرمانے لگے:

> ''آپ کی باتیں وہ عالم سمجھ سکتا ہے جس نے کم از کم دس بارہ سال آپ کی خدمت کی ہو۔''

اس سے ان کی مراد میری مخصوص اصطلاحات ہیں جو علماء میں بیان کرنے کی ہیں، ورنہ مسائل فقہیہ اور اصلاح سے متعلقہ مسائل عوام الناس کو عام فہم زبان میں آسان کر کے سمجھاتا ہوں، اللہ تعالیٰ مزید آسان کر کے سمجھانے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ بات سمجھنے کے لئے مصاحبت کو دخل ہے، جس کو ''قرب ظاہر'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو قرآن مجید و حامل قرآن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب ظاہر و قرب باطن حاصل تھا۔ قرآن مجید سے قرب کا مطلب یہ ہے کہ جو آیت نازل ہوئی، جس حکم کا نزول ہوا، جب بھی وحی نازل ہوئی یہ حضرات موجود ہوتے تھے، ان کو ایک ایک حکم کے بارے میں معلوم تھا کہ یہ آیت، یہ حکم کس موقع پر نازل ہوا، اس کا شان نزول کیا ہے، کس موقع کی بات ہے اس لئے کہ موقع بدل جانے سے مفہوم ہی بدل جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کے معنی یہ ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لہجے کو سنتے، چہرہ مبارک کے

تغیرات کو ملاحظہ فرماتے اور بات کو بغور سن کر سمجھنے کی کوشش فرماتے تھے۔

بات سمجھنے میں چہرہ کے آثار کو دخل:

بات سمجھنے میں ہاتھوں کے اشارات کو، چہرہ کے تیوروں کو کہ اس پر بشاشت ہے یا غیظ وغضب، آنکھوں کے اشارات کو دخل ہوتا ہے بات کو سمجھنے میں ان چیزوں کو دخل ہے اور یہ اشیاء اس میں نہایت اثر انداز ہوتی ہیں۔

اس کے بے شمار قصے احادیث مقدسہ میں موجود ہیں، بعض لوگوں نے یہ تصور کیا کہ آپ ویسے کچھ ارشاد فرما رہے ہیں مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھا تو کانپ اٹھے، لرزہ براندام ہوگئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمیں تنبیہ فرما رہے ہیں۔

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سلونی ما شئتم'' جو چاہو مجھ سے پوچھو تو بعض نئے لوگوں نے (جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا زیادہ موقع نہیں ملا تھا) طرح طرح کے سوالات شروع کر دیئے:

ایک نے سوال کیا:

''میرا باپ کون ہے؟''

دوسرے نے پوچھا:

''میری اونٹنی گم ہوگئی ہے وہ کہاں ہے؟''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے بڑے درجہ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھا تو غیظ وغضب سے سرخ ہو رہا تھا سمجھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تنبیہ فرما رہے ہیں، فوراً توبہ کی، تو آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔

احادیث نقل کرنے کا ایک عجیب انداز:

اس لئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب کوئی بات بہت تاکید سے بیان کرنا چاہتے ہیں تو فرماتے ہیں: ''ابصرته عیناى وسمعته اذ ناى ووعاه قلبى'' بہت عجیب الفاظ ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ ارشاد فرما رہے تھے اس وقت میری دونوں آنکھیں آپ کے چہرہ انور اور اس کے الوان و آثار و تغیرات اور چشم و ابرو کے اشارات اور ہاتھوں کی تعبیر کو دیکھ رہی تھیں اور کلام کے محل ورود کا مشاہدہ کر رہی تھیں، چہرہ سے سمجھ رہی تھیں کہ اس ارشاد کا کیا مطلب ہے، اور آپ کے چہرہ مبارک پر مرکوز تھیں، میں کمال توجہ سے آپ کو دیکھ رہا تھا، یعنی میں ہمہ تن دونوں آنکھیں بن کر آپ کی طرف متوجہ تھا۔

یہ نہیں فرمایا کہ میں دیکھ رہا تھا بلکہ بطور تاکید فرماتے ہیں کہ میری دونوں آنکھیں دیکھ رہی تھیں، یہ فرماتے ہوئے ان حضرات کو لطف اور مزا کتنا آتا ہوگا کہ محبوب سامنے تھا اور میری آنکھیں تھیں تو مزہ لینے میں کیا کمی ہوگی؟ میں تو ان حضرات کا کلام نقل کر کے اور تصور کر کے لطف اندوز ہو رہا ہوں، بہت مزا آ رہا ہے اور جن کی آنکھیں بکمال توجہ آپ کے چہرہ انور کو ملاحظہ کر رہی ہوں گی ان کو کتنا لطف آتا ہوگا؟

یا اللہ! ہماری اس کیفیت اور اس نقل کو قبول فرما اور جنت میں یہی مزے لینے کی حرص و ہوس عطا فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ مبارک کو دیکھ کر جو لطف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم لیتے تھے ویسا ہی لطف حاصل کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ ویسا ہی لطف آئے گا، اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اتباع پر خاتمہ فرما دیں تو وہ وقت دور نہیں بہت قریب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا لطف لے رہے ہوں گے۔

''وسمعته اذ ناى'' میرے دونوں کان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو

سن رہے تھے، لہجہ کو غور سے سماعت کر رہے تھے، متکلم کے کلام کی حقیقت اس کے لہجہ سے معلوم ہو جاتی ہے، سنجیدگی سے کوئی بات کہہ رہا ہے یا غصہ سے، کچھ بتا رہا ہے، یا کچھ پوچھ رہا ہے، اس کا تعلق اس کے طرز کلام سے ہے۔

"ووعاہ قلبی" میرے دل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ کے الفاظ کو، معانی اور مفہوم کو خوب یاد اور جمع کر لیا۔ غرض یہ کہ میں ہمہ تن متوجہ تھا میرے دیکھنے، سننے اور یاد کرنے میں کوئی کوتاہی اور قصور نہیں تھا۔

یہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خصوصیت تھی کسی اور کو یہ مقام اور مرتبہ حاصل نہیں ہوسکتا، دوسرے اس مقام کے حصول سے قاصر ہیں اس لئے فہم دین انہی حضرات پر موقوف ہے، ان کے طرز و طریق سے انحراف کرتے ہوئے جو دین سمجھنے کی کوشش کرے گا گمراہ ہوگا اور اس کی اس "فہم" کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جائے گا، اس پر اعتماد جائز نہ ہوگا۔

بدعات کے مفاسد:

اس مضمون میں چند باتیں ذہن نشین کر لیں کہ جو لوگ اپنی طرف سے بدعات و رسوم کو دین میں شامل کر رہے ہیں مثلاً محرم کی بدعات، ربیع الاول کی بدعات، رجب اور شعبان کی بدعات، جمعرات کی بدعات، مرنے پر بدعات، بیماری پر بدعات، ملک الموت سے جان بچانے کے لئے دو کالے بکرے دینے اور کسی کے مرنے پر دیگیں چڑھانے کی بدعات، قرآن خوانی کی بدعات، کیا ان کا علم اللہ تعالیٰ کو نہیں تھا؟ نہیں معلوم ہوگیا کہ ایسا کرنا ثواب اور دین کا جزء ہے، اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مبتدعین اپنے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

دوسری بات ان کے ذہن میں یہ آسکتی ہے کہ ان اشیاء کا اللہ تعالیٰ کو تو علم تھا لیکن اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہیں فرمایا تو سوال یہ ہے کہ اگر یہ

چیزیں اسلام میں داخل تھیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم کیوں نہیں دیا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کرنا لازم آتا ہے کہ وہ چیزیں دین کا حصہ اور کارِ ثواب تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ظلم کیا، بندوں کو فائدہ اور ثواب کی چیزوں سے محروم رکھا۔

تیسری بات یہ ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا تھا لیکن انہوں نے راستے ہی میں خیانت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کو نہیں پہنچایا۔

چوتھی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے آتے اس حصہ کو بھول گئے، یا شیطان نے اس وحی میں جبراً تصرف کرکے یہ احکام چھین لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک ایسے احکام کو نہ پہنچنے دیا۔

ان میں سے کوئی ایک بات بھی قابلِ توجہ نہیں ہر توجیہ مردود ہے، حضرت جبریل علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿إِنَّهُۥ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿١٩﴾ ذِى قُوَّةٍ عِندَ ذِى ٱلْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿٢٠﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ﴿٢١﴾﴾ (پ۳۰ - ۱۹ تا ۲۱)

کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام قوی بھی ہیں اور امین بھی، ''قوی'' ایسے کہ ان سے شیطان زبردستی کوئی حکم، کوئی آیت چھین نہیں سکتا، اور ''امین'' ایسے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے میں امانت دار ہیں خیانت نہیں کرتے، جو کچھ جس کیفیت و ہیئت کے ساتھ ملا من وعن پہنچا دیا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ احکام پہنچائے گئے تھے تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کیوں نہیں بتائے؟ اور اگر آپ نے بتا دیے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرات تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کو کیوں نہیں بتائے؟ یہ عقیدہ رکھنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر خیانت کا الزام ہے جو سراسر کفر ہے۔

اگر کوئی کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس لئے نہیں بتائے کہ بعد میں آنے والے لوگ خود بخود ان کو سمجھ جائیں گے جیسا کہ گمراہ پیر اس کے مدعی ہیں کہ ان کا براہ راست اوپر سے تعلق ہے، وہ عرش سے احکام لیتے ہیں نہ کہ علماء اور کتابوں سے، اگر تھوڑی سی دیر کے لئے اسلامی حکومت آ جائے تو ایسے گمراہ اور مشرک پیروں، مریدوں کا قصہ ہی درست ہو جائے، حکومت مسلمانوں کی تو ہے مگر اسلام کے مطابق نہیں، ان کو مسلمان بھی ''علی السبیل التنزل'' کہہ رہا ہوں، اگر مسلمان، پکے سچے مسلمان بن جائیں تو حکومت خود بخود اسلامی حکومت بن جائے، مسلمان ہی مسلمان نہیں بنتے تو اہل اقتدار و ارباب حکومت کیسے درست ہوں؟

حکومت الٰہیہ کی متوازی حکمت:

خلاصہ یہ کہ جو شخص بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہٹ کر دین میں اپنی رائے اور اپنی ایجاد کو داخل کرتا ہے اس کا یہ عقیدہ ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اپنی متوازی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے ساتھ اپنے احکام مخترعہ بھی نافذ کرے گا سو ایسا بے دین اور مبتدع اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں خود حاکم بننا چاہتا ہے۔

بدعت دخول جہنم کا باعث ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد'' (متفق علیه)

اور فرمایا:

''کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار'' (نسائی)

''دین میں نئی چیزیں پیدا کرنا سب گناہوں سے بدتر ہے اور ہر نئی چیز بدعت

اور ہر بدعت بہت بڑی گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔'' ایسی خرافات و بدعات کے مرتکب اللہ تعالیٰ کی حکومت و سلطنت کے باغی ہیں اور دنیا بھر کا قاعدہ اور دستور ہے کہ کوئی مجرم سنگین تر جرم کر کے آئے تو اس کے جرم کو معاف کیا جا سکتا ہے، لیکن دنیا میں کسی سلطنت وحکومت کے مقابلہ میں کوئی اپنی متوازی حکومت قائم کرنا چاہے تو اس کو بغاوت کہا جاتا ہے، کوئی حکومت اس سنگین جرم کو معاف نہیں کرتی، ایسے مجرم کو سخت سے سخت اور بد سے بدتر سزا دی جاتی ہے، یہی قاعدہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں حکومت قائم کرنے کا ہے کہ کسی ایسی چیز میں ثواب بتانا جس میں اللہ تعالیٰ نے ثواب نہیں بتایا یہ بغاوت ہے، اس جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے جہنم تیار کر رکھی ہے، یہ جرم کبھی معاف نہیں ہو سکتا، دوسرے جرائم اللہ تعالیٰ چاہیں تو معاف فرمادیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تادم حیات صراط مستقیم پر قائم و دائم رکھیں جو کہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا متعین فرمودہ اراستہ ہے۔

میں نے شروع میں دوسری آیت یہ پڑھی ہے:

﴿قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِيٓ أَدْعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِيۖ وَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٨﴾﴾ (پ ۱۳ - ۱۰۸)

اس میں بھی یہی تنبیہ کی گئی ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے راستے سے ہٹ کر کوئی راہ اختیار کرنا گمراہی ہے جو جہنم میں لے جانے والی ہے۔

نجات کا راستہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے:

جن لوگوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقہ کو مضبوط پکڑا، اس پر قائم و عامل رہے، ان کا ایمان بیٹھا ہے، پکا ایمان ہے کہیں نہیں جائے گا:

﴿فَقَدِ ٱسْتَمْسَكَ بِٱلْعُرْوَةِ ٱلْوُثْقَىٰ لَا ٱنفِصَامَ لَهَاۗ﴾ (پ ۳ - ۲۵۶)

انہوں نے ایسی مضبوط اور قوی رسی کو تھاما ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتی، وہ رسی جنت تک پہنچائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ ایسے لوگ کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اتباع کی برکت سے کبھی صراط مستقیم سے بھٹک نہیں سکتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا راستہ چھوڑنے والوں کا حال:

اور جن لوگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رسی کو چھوڑ دیا، ان کے طریقہ سے ہٹ گئے ان کا ایمان کھڑا ہے، وہ گمراہ ہیں، کسی نے بھی دعوت دی اس کی طرف بھاگے چلے گئے، کسی نے تیجا، چالیسواں، جمعرات وغیرہ میں ثواب بتا دیا تو ادھر بھاگے چلے گئے، کسی نے خوانی (خلاف سنت قرآن خوانی) کا بڑا ثواب بتا دیا تو اس طرف دوڑے چلے گئے، کسی نے کہہ دیا کہ فلاں سورت پڑھ لی جائے تو اتنے ہزار کا ثواب ہے، حساب و کتاب سے حفاظت ہو جاتی ہے گناہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش نہیں کی جاتی، بس کسی نے کچھ بھی کہہ دیا اس کی بات مان لی، جس کے ہزاروں اللہ ہوں ظاہر ہے اس کی نجات کیسے ہو سکتی ہے۔

مصیبت میں ہے جان کس کس کو دیں دل
ہزاروں تو دلبر ہیں اور ہم اکیلے

میں وصیت کرتا ہوں کہ اس شعر کو یاد کر لیں ہزاروں کی رضا جوئی کی فکر میں لگے ہوئے ہیں فلاں رشتہ دار ناراض نہ ہو جائے، بیوی ناراض نہ ہو جائے، دوست ناراض نہ ہو جائیں، کوئی حاکم ناراض نہ ہو جائے، بے دین ماحول، بے دین معاشرہ اور بے دین احباب و اقارب کی رضا جوئی میں جان کو مصیبت اور پریشانی میں ڈال رکھا ہے، ارے اللہ تعالیٰ کے بندے بن جاؤ جو اللہ تعالیٰ کا بندہ بن جاتا ہے وہ دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا، اس کو سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے، اس کا مقصود صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ ہر وقت اسی کی رضا کی فکر میں رہتا ہے، اس کے برعکس مختلف معبودوں کی رضا کی فکر

مصیبت جان ہے۔

بظاہر تو یہ ایک شعر ہے مگر حقیقۃً قرآن مجید کی اس آیت کا ترجمہ ہے:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَآءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۹﴾﴾ (پ۲۳ ـ ۲۹)

یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، کیسے عجیب مضامین ہیں، ساتھ ساتھ عجیب عجیب مثالوں سے سمجھاتے ہیں:

صالح اور فاسق کی مثال:

"ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا" کا جملہ فرما کر پہلے متوجہ فرما دیا کہ آئندہ بات کو غور سے سنو کہ اللہ تعالیٰ ایک بہت اہم بات ایک عجیب وغریب مثال سے سمجھانے لگے ہیں، ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَآءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ﴾ "ارے عقلمندو! عقل سے سوچئے، غور وفکر کیجئے کہ ایک غلام کئی مالکوں کے درمیان مشترک ہو، کوئی ادھر سے کھینچتا ہے کوئی ادھر سے، اس کو راضی کرتا ہے تو دوسرا ناراض، دوسرے کو راضی کرتا ہے تو تیسرا ناراض، غرض یہ کہ اس کی جان مصیبت میں پڑی ہوئی ہے (جیسے شعر مذکور میں بیان ہے) ایسے لوگ دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا رہتے ہیں جو ہر ایک کو راضی رکھنے کی فکر میں رہتے ہیں، غلام کو ایک مالک اپنی طرف بلاتا ہے تو دوسرا اپنی طرف تیسرا اپنی طرف بلاتا ہے، جیسے یہ تمام مالکوں کو راضی نہیں رکھ سکتا مصیبت میں پھنسا ہوا ہے، یہی حال اس شخص کا ہے جس کے محبوب بہت ہوں اور سب کو بیک وقت راضی رکھنا چاہتا ہو، اس کے ہزاروں لاکھوں ٹکڑے کر دیئے جائیں تو بھی یہ راضی نہیں ہوں گے، یہ تو اس غلام کی مثال ہے جس کے مالک زیادہ بھی اور بے مروت بھی۔

''وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ'' دوسرا وہ شخص جو صرف ایک کا غلام ہے یا اللہ! تو ہمیں ایک ہی کا غلام بنا لے، تو صرف اور صرف اپنا غلام بنا لے، تو ہی غیر کی غلامی سے ہماری حفاظت فرما، اپنی غلامی کی فکر نصیب فرما۔

''هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا'' کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ان دونوں میں کبھی بھی مساوات نہیں ہو سکتی، پہلا کبھی بھی سکون میں نہیں رہ سکتا، دوسرا کبھی بھی پریشان اور غمگین نہیں ہو سکتا، تو کیا دونوں کی حالت برابر ہو سکتی ہے؟ ''الحمد للہ'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری حمد و ثناء کرو، میں کیسی کیسی عجیب و غریب مثالیں بیان کر کے تمہیں حقائق سے آگاہ کرتا ہوں۔

''بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ'' میں تو بڑے عجیب انداز سے بات سمجھاتا ہوں لیکن یہ نالائق بندے پھر بھی نہیں سمجھتے۔

ایمان کو بچانا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دامن مت چھوڑیں، ان کا کامل اتباع کریں، جس نے ان حضرات کا دامن چھوڑا، ان کے راستہ سے معمولی انحراف کیا تو اس کا ایمان کھڑا ہے، بس وہ گیا، جیسے اونٹ جب تک بیٹھا رہے گا اطمینان رہے گا، جہاں کھڑا ہوا بھاگا، پھر اس کو پکڑنا دشوار ہوگا۔

صراط مستقیم کی تفسیر خود قرآن مجید سے:

''قل هذه سبيلي'' ارشاد فرمایا آپ فرما دیں: ''هذه سبيلي'' یہ میرا راستہ ہے، ''هذه'' کی تفسیر آگے بیان کی جائے گی۔ ''ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني'' یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ وہی ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے یا قرآن مجید نے بتایا ہے، اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ وہ ہے جو میں نے بتایا ہے بلکہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ وہ ہے جس کی طرف میں نے بتایا ہے بلکہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ وہ ہے جس کی طرف میں اور میرے صحابہ بلاتے ہیں ''على

بصیرۃ" جن باتوں کی طرف میں اور میرے صحابہ بلا رہے ہیں یہ کوئی واہی تباہی اور ظنیات نہیں، دلائل و براہین سے، بصیرت و یقین سے پکی باتیں بتارہا ہوں، میرے بعد وہ لوگ آئیں گے جو یہ کہیں گے کہ صلوٰۃ وسلام کھڑے ہوکر پڑھنا باعث ثواب ہے اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام اور اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا باعث ثواب ہے، جمع ہوکر چلا چلا کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا باعث ثواب ہے، وہ بھی آئیں گے جو کہیں گے ایصال ثواب کی دیگیں چڑھانے میں ثواب ہے، یعنی مرنے پر خوشیاں منانا، ان بدعات کو ثواب بتائیں گے مگر خبردار دل کے کان کھول کر سن لو: "علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی" اللہ تعالیٰ کا راستہ وہی ہوگا جو میں اور میرے اصحاب بتائیں گے جو ہمارے قول وعمل اور راستہ سے ہٹ کر کچھ کرے گا وہ شیطان کے راستہ کا اتباع کرے گا "اَلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ" اور "اَلضَّآلِّيْنَ" میں داخل ہے، اللہ تعالیٰ کا غضب وقہر اس پر نازل ہوگا، ایسے لوگ گمراہ ہیں اس کے عذاب سے بچ نہیں سکتے۔

"وسبحن اللّٰہ وما انا من المشرکین" اللہ تعالیٰ شرک سے، نقائص و عیوب سے پاک ہیں، اس سے قبل: "انا ومن اتبعنی" مخصوص طور پر ارشاد فرمایا، اب: "سبحن اللّٰہ وما انا من المشرکین" فرماتے ہیں یعنی جو لوگ میرے اور میرے متبعین کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستے تلاش کرتے ہیں وہ اپنا خودساختہ دین میرے لائے ہوئے دین وشریعت میں ٹھونس رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کر رہے ہیں، رشتہ داروں کو، اعزہ و اقارب کو، بے دین ماحول و معاشرہ کو، احباب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنا رہے ہیں، "سبحان اللہ" اللہ تعالیٰ شرک سے پاک ہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں وہ بھی اور جن کو شریک بناتے ہیں وہ بھی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر جہنم میں جا رہے ہوں گے، مرنے والے پر خوشیاں منانے اور دیگیں چڑھانے کے عمل سے ایسا لگتا ہے کہ اگر فرشتے ان کو دھوکا دینے کے لئے جہنم کے دروازے پر دیگیں چڑھا دیں تو بس خوشی

سے بغلیں بجاتے ہوئے اس طرف بھاگیں گے کہ ایصال ثواب کی دیگیں ہیں، ایصال ثواب کے قورمے پر ایسے جھپٹتے ہیں جیسے گدھ مردار پر۔

بدعت سے بڑھ کر شرک بھی:

ایک مولوی صاحب ہیں، مولوی بھی معمولی نہیں ایک دینی مدرسہ کے مہتمم، یعنی وہ مولوی جو مولوی گر بھی ہیں، میرے شاگرد بھی ہیں، بہت مخلص، بڑی ہی محبت والے، بڑے ہی اطاعت گزار، بڑے ہی خدمت گزار، ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا، ایصال ثواب کے نام سے تیجے کی بدعت کے منصوبے بنانے لگے میں نے انہیں بہت سمجھایا کہ یہ طریقہ ناجائز و بدعت ہے، سنت کے خلاف ہے، اس طریقہ کا اسلام میں کہیں ثبوت نہیں، سنت کے مطابق ایصال ثواب کریں، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ آپ کو کیوں پسند نہیں آتا؟ مولوی صاحب نے جو اتنے خدمت گزار اور ہر بات ماننے والے تھے میری یہ بات ماننے سے انکار کر دیا کہنے لگے اگر یہ رسمیں نہ کیں تو برادری ناراض ہو جائے گی، دنیا میں ناک کٹ جائے گی، میں نے کہا کہ پہلے تو میں اس کو صرف بدعت سمجھتا رہا، اب معلوم ہوا کہ یہ شرک بھی ہے کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی خاطر نہیں کر رہے، برادری کو اللہ بنا رکھا ہے، غیر اللہ کو راضی کرنے کے لئے کر رہے ہیں، برادری میں ناک کٹ جانے کی فکر سوار ہے، آخرت میں خواہ گردن ہی کٹ جائے، اس کی فکر اور پروا نہیں۔

ایصال ثواب کا صحیح طریقہ:

اگر واقعتاً آپ ایصال ثواب کرنا چاہتے ہیں، آپ کو مرنے والے کے ساتھ محبت ہے، دل میں رحم کا جذبہ ہے تو پھر محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمودہ طریقہ آپ کے لئے کیوں کافی نہیں؟ ایصال ثواب کی حقیقت اور شرعی نقطۂ نظر سمجھ لیجئے۔ ہر نیک کام جو انسان اپنے لئے انجام دیتا ہے وہ دوسروں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کرے

تو وہ ثواب دوسروں کو پہنچے گا، آپ اپنے لئے نفل نماز پڑھتے ہیں، نفل روزے رکھتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں، تسبیحات پڑھتے ہیں، صدقہ کرتے ہیں، نفل حج کرتے ہیں، نفل عمرے کرتے ہیں، طواف کرتے ہیں، غرض یہ کہ ہر وہ عبادت جو آپ اپنے لئے کرتے ہیں اس میں صرف یہ نیت کرلیں کہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچے وہ پہنچ جائے گا، ثواب پورا پورا آپ کو بھی اور جن کی نیت کی تھی ان کو بھی پورا پورا ملے گا، یہی ایصال ثواب کی حقیقت ہے۔

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ایصال ثواب صرف مُردوں کو کیا جاتا ہے زندہ لوگوں کو نہیں، دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ جو چیز صدقہ کی جائے یعنی جس چیز سے ایصال ثواب کیا جائے وہی چیز بعینہٖ میت کو پہنچتی ہے یہ دونوں عقیدے غلط ہیں ایصال ثواب جیسے مُردوں کے لئے کرنا جائز ہے اسی طرح زندوں کے لئے بھی جائز ہے اور جو چیز میت کے ثواب کے لئے دی جائے وہ نہیں پہنچتی اس کا ثواب پہنچایا جاتا ہے۔

"سبحان اللّٰہ وما انا من المشرکین" کہہ کر واشگاف الفاظ میں اعلان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ شرک سے، عیوب ونقائص سے پاک ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں مشرک نہیں تم کیوں مشرک بنتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مقابلہ میں پوری دنیا کی رضا کو ٹھکرا رہا ہوں، پس پشت ڈال رہا ہوں، میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کر رہا، نہ کسی دوست کو، نہ اولاد کو، نہ بیوی کو، نہ برادری کو، تو تم میری امت کہلوا کر، میری محبت وعشق کے دعوے کرکے، میرے فرمانبردار کہلوا کر کیسے شرک کرتے ہو؟

بدعات کے ماحول میں وجوب وصیت:

یہاں ایک مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ جس کے خاندان میں مرنے پر بدعات کا دستور

ہو مثلاً تیجا، چالیسواں، جمعرات، رسم قل خوانیاں (خلاف سنت قرآن خوانی) وغیرہ کرنے کا اس پر یہ وصیت کرنا فرض ہے کہ ایصال ثواب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے مبارک طریقہ کے مطابق کریں، لوگوں کے بہکانے میں نہ آئیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو مقدم رکھیں، اگر کوئی شخص یہ وصیت نہیں کرتا تو قبر میں سخت ترین عذاب کے لئے تیار رہے، یہ رشتہ دار، احباب و اقارب گدھوں کی طرح دیگوں پر جھپٹ رہے ہوں گے اور قبر میں فرشتے اس کی پٹائی لگا رہے ہوں گے، اور کہہ رہے ہوں گے، جب تجھے معلوم تھا کہ مرنے کے بعد بدعات ہوں گی، خود اپنی آنکھوں سے ان بدعات کو دیکھتا رہا، تجھے معلوم تھا کہ تیرے مرنے کے بعد یہ لوگ شرک کریں گے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے مقابلہ میں اپنا راستہ اختیار کریں گے تو تو نے وصیت کیوں نہیں کی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ علیہ'' (صحیح بخاری)

ترجمہ: ''میت پر اس کے گھر والے رو رہے ہوتے ہیں ادھر اس کی پٹائی ہو رہی ہوتی ہے۔''

اہل میت کے رونے سے میت کو عذاب کیوں؟

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ برا کام تو گھر والے کر رہے ہیں اس کی سزا میت کو کیوں دی جا رہی ہے؟ گناہ ایک کرے اس کی سزا دوسرے کو دینا خلاف عقل و نقل ہے۔

حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ بیان فرمایا ہے کہ جب اس کو معلوم تھا کہ گھر والے اس پر روئیں گے، چیخیں گے، چلائیں گے تو اس نے روکا کیوں نہیں؟ اس پر وصیت کرنا فرض تھا مگر وصیت نہیں کی، گویا یہ خود ان کے اس فعل پر راضی

تھا تو اس کو اپنے فعل یعنی وصیت نہ کرنے کی سزا دی جا رہی ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں بیان مذکور کو دیکھا جائے، ایصال ثواب کی دیگیں کھانے والے یہ سوچ لیا کریں کہ وہ تو یہاں دیگیں اڑا رہے ہیں اور وہاں ان کے عزیز کی پٹائی لگ رہی ہے۔ جس خاندان میں بھی ایسی بدعات ہوتی ہیں اس کے ہر ہر فرد پر ان بدعات سے بچنے کی وصیت کرنا فرض ہے ورنہ سخت ترین مجرم ہوں گے۔

ایک نیک خاتون:

ایک عمر رسیدہ خاتون نے میرا یہ بیان سنا تو انہوں نے گھر کے افراد کو بلایا اور تاکید کے ساتھ کہا کہ میرے مرنے کے بعد تیجا، چالیسواں وغیرہ بدعات ہرگز ہرگز نہیں کرنا، سنت کے مطابق ایصال ثواب کرنا جس قدر بھی ہو سکے۔ گھر کے افراد نے یقین دلایا کہ کوئی بدعت نہیں ہوگی، شریعت کے مطابق ایصال ثواب کریں گے مگر انہوں نے کہا کہ مجھے آپ لوگوں پر یقین نہیں آتا، جب آپ لوگوں کے چند رشتہ دار جمع ہوگئے، اور بازو قورمے کھانے کے لئے چڑھا لئے تو تم پر مروت غالب آجائے گی، تم بھی یہی سوچو گے کہ اب یہ جو گدھوں کی طرح قورمے، پلاؤ کھانے کے لئے جمع ہوگئے ہیں تو دیگیں چڑھا ہی دو، پھر وہی بدعات کرو گے اس لئے ٹیپ ریکارڈ لاؤ، میری وصیت کیسٹ میں بھرو، انہوں نے ٹیپ لا کر وصیت بھر کر سنائی تو انہیں تسلی ہوئی۔ اب ان کا انتقال ہوگیا ہے بحمد اللہ تعالیٰ کوئی بدعت نہیں ہوئی، وہ کرتے بھی تو ان کا دامن صاف تھا۔

ان خاتون نے صرف ایک مرتبہ میرا یہ بیان سنا اس قدر متاثر ہوئیں، جن کے دلوں میں قبول حق کی صلاحیت ہوتی ہے ایک بات بھی اپنا اثر کر جاتی ہے، اور اگر قبول حق کی صلاحیت نہیں تو دلائل کے انبار، ایک قرآن نہیں دس قرآن بھی نازل ہو جائیں، کچھ مفید نہیں جن کے لئے ہدایت مقدر نہیں، گناہ کرتے کرتے بدعات کرتے

کرتے دل سیاہ ہو چکے ہیں ان کو کبھی بھی ہدایت نہیں ہوگی ان کے قلوب پر مہر لگ چکی ہے کہ گھر میں عزیز رشتہ دار فوت ہو چکا ہے مگر یہ قورمے، پلاؤ کھانے کے لئے بازو چڑھائے پہنچ جاتے ہیں۔ ﴿وَمَا تُغْنِي ٱلْآيَٰتُ وَٱلنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠١﴾﴾ (پ ۱۱ - ۱۰۱) آیات کی آیات بھی مفید نہیں ہوتی۔

یا اللہ! اس قوم کو غیرت عطا فرما، اوران خاتون کے درجات بلند فرما، ان کے ان حالات کو اس جہاد کو تمام مسلمانوں کے لئے درس عبرت، سامان ہدایت اور ہمت بلند کرنے کا ذریعہ بنا دے۔

ان کے حالات کو دیکھتے ہوئے جس کو بھی ہدایت و ہمت ہوگی ان سب کا ثواب ان خاتون کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جائے گا، یا اللہ! تو سب کو اس کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! ”اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ ہر نماز میں پڑھتے ہیں اس کو دلوں میں اتار دے، اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! اپنی، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت واطاعت نصیب فرما، ہمارے تمام حالات کو صراط مستقیم کے مطابق بنا دے، اپنی اس قدر محبت عطا فرما کہ تیری ادنیٰ سے ادنیٰ نافرمانی کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔

وصل اللهم وبارك وسلم على عبدك ورسولك محمد وعلى اله وصحبه اجمعين

والحمد لله رب العلمين.

صفات القرآن

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: ــ فقیہ العصر حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ــ صفات القرآن

بمقام: ــ جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ــ

بوقت: ــ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ــ رجب ۱۴۲۲ھ

مطبع: ــ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۳۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: ــ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

صفات القرآن

(۵ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ)

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ قُلْ بِفَضْلِ ٱللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِۦ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا۟ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٨﴾﴾ (پ۱۱ - ۵۷، ۵۸)

پہلی آیت میں قرآن مجید کی چار صفات بیان فرمائی ہیں۔

قرآن کی چار صفات:

① نصیحت:

یہ تمہارے رب کی طرف سے نصیحت ہے۔ کسی ایسے ویسے شخص کی طرف سے نہیں تمہارے رب کی طرف سے نصیحت ہے۔

رب کے معنی:

رب کے معنی ہیں:

''آہستہ آہستہ مناسب حال تربیت کر کے درجہ کمال تک پہنچانے والا۔''

وہ تمہارا رب ہے اس کی طرف سے یہ ایسی نصیحت ہے کہ وہ اس کے ذریعہ تمہیں دنیا و آخرت کے کمالات تک پہنچانا چاہتا ہے، اس سے اندازہ لگائیں کہ قرآن کتنی بڑی نصیحت ہے اور دنیا و آخرت دونوں کو بنانے کے لئے اس کی کتنی بڑی اہمیت ہے۔

۲ شفاء:

اس میں شفاء ہے۔ نصیحت کیسے حاصل ہوگی اور دل کی بیماریوں سے شفاء کیسے ملے گی۔ پڑھ پڑھ کر پھونکنے سے نہیں اور پلیٹوں پر زعفران سے لکھ لکھ کر دھو کر پینے سے نہیں بلکہ اس کتاب میں نسخے ہیں ان نسخوں پر عمل کرنے سے شفاء ہوگی۔

کوئی مریض ڈاکٹر کے پاس گیا ڈاکٹر نے نسخہ لکھ کر دے دیا۔ اس نے اسے موم جامہ کر کے یا پلاسٹک لپیٹ کر گلے میں ڈال لیا یا اس کو پانی میں گھول کر پی لیا اور کہنے لگا کہ فائدہ تو ہوتا نہیں۔ ڈاکٹر کہتا ہے کہ نسخہ تو بہت اچھا تھا، بہت مجرب، بہت ہی مجرب فائدہ کیوں نہیں ہوا، فائدہ تو ہونا چاہئے لیکن بہت عرصہ گزرنے کے بعد بھی مریض کہتا ہے کہ فائدہ ہوا ہی نہیں۔ ڈاکٹر کہتا ہے کہ نسخہ کا طریق استعمال تو بتایئے کیسے استعمال کرتے ہیں، مریض کہنے لگا کہ پانی میں گھول کر پی جاتا ہوں یا یہ کہ گلے میں باندھ لیتا ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا ارے نالائق! میں نے یہ نسخہ اس لئے دیا تھا کہ نسخے میں جو دوائیں اور پرہیز بتائے ہیں ان پر عمل کرو۔ سو جب قرآن مجید کے بارے میں فرمایا کہ یہ نصیحت اور دلوں کے روگوں کے لئے شفاء ہے تو اللہ کو معلوم تھا کہ آگے جا کر مسلمان یہی سمجھیں گے کہ زعفران سے لکھتے رہو اور گھول کر پیتے رہو، باندھتے رہو، پڑھ پڑھ کر دم کرتے رہو یوں شفاء مل جائے گی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرما دی۔

⑷ ہدایت:

گھول کر پینے سے کام نہیں چلے گا۔ پڑھ پڑھ کر پھونکنے سے کام نہیں چلے گا۔ تعویذ لکھ کر باندھنے سے کام نہیں چلے گا۔ ممکن ہے کہ اس کی برکت سے تھوڑی دیر کے لئے تعویذ باندھنے سے کام بن جائے۔ گھول کر پینے سے کام بن جائے اور وظیفے کے طور پر پڑھنے سے کام بن جائے لیکن آخر کب تک چند روز بنے گا پھر مصیبت، پھر بنا پھر مصیبت، ہمیشہ کے لئے فائدہ نہیں ہوگا۔ اگر ایک پریشانی جاتی رہی تو سینکڑوں، ہزاروں پریشانیاں اور سامنے آجائیں گی۔ اگر یہ سب پریشانیاں قرآن مجید کو گھول گھول کر پینے سے ختم ہو جاتیں تو پھر یہ بڑا آسان نسخہ تھا کہ گھولتے رہو پیتے رہو اور اگر تعویذ باندھنے سے سب پریشانیوں کا علاج ہو جائے تو بھی بہت آسان ہے۔ لوگوں نے تو پورے قرآن مجید کا عکس لے کر بہت چھوٹا سا بنا دیا ہے تاکہ پورے قرآن کو ہی تعویذ بنا کر گلے میں ڈال لیا جائے۔ یہاں ایک مسئلہ بھی سن لیجئے۔ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن کے حجم کو چھوٹا کرنا اس کی عظمت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ دوسرے لنگوٹے بازوں نے کیا کیا۔ فلاں سورت کے اتنے عدد، فلاں کے اتنے عدد، پوری سورت کون لکھے گا، کون باندھے گا اس لئے انہوں نے سورتوں کے عدد لے کر تعویذ لکھنے شروع کر دیئے۔ اگر قرآن گھول کر پی لینے سے یا باندھ لینے سے دم کرنے سے یا وظیفے کے طور پر پڑھنے سے مصیبت ٹل جاتی تو یہ دنیا جل کیوں رہی ہے؟ بات وہی ہے کہ جب تک قرآن پر عمل نہیں کریں گے۔ جب تک قرآن کی نافرمانی نہیں چھوڑیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش نہیں کریں گے جب تک اس مالک کو ناراض رکھیں گے۔ اس وقت تک خواہ آپ روزانہ پورا قرآن گھول کر پیتے رہیں کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ اللہ کی طرف سے عذاب برستا ہی رہے گا سکون نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ایک

زمانہ ایسا آئے گا کہ مسلمان یہ سوچے گا کہ قرآن میں جو فرمایا ہے: ”وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ“ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے گھول کر پینے سے شفاء ہو جائے گی۔ اس لئے فرما دیا کہ ہم نے جو قرآن کو شفاء کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دلوں کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے، اس سے شفاء کیسے ملے گی۔ اس سے دل کے روگ کیسے جائیں گے ”ھدی“ اس میں نسخے ہیں نسخے، ان نسخوں پر عمل کرنے سے دل کا روگ یعنی دنیا کی محبت کا علاج ہو جائے گا اور دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی۔ فکر آخرت پیدا ہو جائے گی۔

④ رحمت:

جس نے قرآن میں دیئے گئے نسخوں پر عمل کر لیا اس کے لئے دنیا میں بھی رحمت آخرت میں بھی رحمت۔ یہ نہیں فرمایا کہ صرف آخرت میں رحمت بلکہ دنیا اور آخرت دونوں میں رحمت ہے۔ کوئی بڑی سے بڑی مصیبت بھی اسے پریشان نہیں کر سکتی:

﴿أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَٰتِ اللّٰهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾﴾

(پ۱۱ - ۶۲ - ۶۴)

وہ ہر وقت مطمئن اور مسرور رہے گا۔

؎ سرورٌ سرورٌ سرورٌ سرور

بڑا لطف دیتا ہے نام سرور

ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں خوش و خرم
دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں

اس پر اللہ تعالیٰ کی ایسی رحمت ہوتی ہے کہ بظاہر بڑی سے بڑی مصیبت اور پریشانی میں کیوں نہ نظر آئے مگر اس کے دل میں سرور ہوتا ہے وہ پریشان نہیں ہوتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں نے اپنے مالک کو راضی کر لیا ہے۔ محبت کا تعلق ہے۔ اب جو بھی حالت گزر رہی ہے اس محبوب کی طرف سے ہے۔ یقیناً اس میں میرا فائدہ ہی ہے۔ دنیا میں اس سے بڑی رحمت اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان کا دل پریشان نہ ہو۔ خوب سوچیں، خوب سوچیں دنیا میں اس سے بڑی رحمت اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ انسان پر پریشانی نہ آئے اور اس کا قلب ہر وقت خوش اور مطمئن رہے۔

اس آیت میں قرآن مجید کی چار صفات بیان کرنے کے لئے جو چار الفاظ ارشاد فرمائے ہیں ان میں سے ہر لفظ میں بہت بڑا مبالغہ ہے یعنی ہر صفت کی بہت بڑی عظمت اور بڑائی بیان فرمائی ہے دو طریقے سے:

❶ دراصل قاعدہ کے مطابق کہنا تو یوں چاہئے کہ کتاب ''نصیحت کرنے والی ہے'' اور ''شفاء دینے والی ہے'' اور ''ہدایت کرنے والی ہے'' اور ''رحمت کا ذریعہ ہے۔'' لیکن ان صفات کی بجائے فرما رہے ہیں: ''نصیحت ہے اور شفاء ہے اور ہدایت ہے اور رحمت ہے۔'' یہ انداز بیان مبالغہ کے لئے یعنی عظمت و بڑائی جتانے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے، جیسے کسی کی بہت زیادہ شجاعت بیان کرنا چاہتے ہیں، تو ''فلاں بہادر اور شجاع ہے'' کی بجائے کہتے ہیں:

''فلاں تو سراسر شجاعت ہے۔''

یا کہتے ہیں:

''مجسمہ شجاعت ہے۔''

ایسے ہی یہاں بھی ''یہ کتاب نصیحت کرنے والی ہے'' کی بجائے فرمایا ''نصیحت

ہے“ نصیحت کرتے کرتے گویا خود نصیحت بن گئی، دوسرے الفاظ کو بھی اس پر قیاس کرلیں، شفاء، ہدایت اور رحمت یہ سب الفاظ بہت مبالغہ کے لئے ہیں جو ان صفات کی بڑائی اور عظمت بتارہے ہیں کہ چھوٹی سی نصیحت نہیں بہت بڑی نصیحت ہے۔

۲ ان چاروں الفاظ میں تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ ”موعظة“ بہت بڑی نصیحت ہے۔ ”وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي ٱلصُّدُورِ“ دل میں جو دنیائے مردار کی محبت بھری ہوئی ہے دل کی اس مہلک بیماری کے لئے شفاء ہے۔ چھوٹی سی شفاء نہیں بہت بڑی شفا ہے۔ اتنی بڑی کہ دنیا کی محبت کو دل سے کھرچ کر نکال دے اور بس ایک مالک کی محبت دل میں باقی رہے، اتنی بڑی شفاء ہے۔ ”ھدی“ یہ نسخے معمولی نسخے نہیں بلکہ بڑی قوت والے اور بہت ہی سریع التاثیر ہیں۔ ”وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ“ قرآن مجید کے نسخے جو استعمال کرلیتا ہے اس کے لئے چھوٹی سی نہیں بلکہ بہت بڑی رحمت ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

قرآن مجید بہت بڑی دولت ہے:

قرآن مجید کی یہ چار صفات بیان فرمانے کے بعد آگے فرماتے ہیں:

﴿قُلْ بِفَضْلِ ٱللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِۦ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا۟ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝٥٨﴾ (پ۱۱ - ۵۸)

یہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ ایسے اکسیر نسخے عطا فرمائے کہ دنیا اور آخرت دونوں میں رحمت ہی رحمت، اس کو سوچ سوچ کر خوش ہونا چاہئے۔ کبھی آپ لوگوں نے یہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں اور براہ راست نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ آپ اپنی امت سے فرمادیں کہ قرآن کی دولت پر خوش ہوا کریں۔ کیسے اکسیر نسخے، کتنی بڑی نعمت، کتنی بڑی دولت اس پر خوش ہوا کریں۔ کبھی آپ لوگوں نے یہ سوچا کہ قرآن کتنی بڑی دولت، کتنی بڑی نعمت ہے۔ ہمیں اس پر

خوش ہونا چاہئے۔ ہوسکتا ہے کہ لوگ یہ کہیں کہ ہم تو قرآن کی دولت پر بہت خوش ہوتے ہیں مجھے تعجب ہے اس خوشی پر کہ آج تک کوئی ایک ایسا نسخہ بھی معلوم نہ کیا۔ اتنے اکسیر، اتنے قیمتی نسخے جس سے دنیا بھی سنورے اور آخرت بھی بنے۔ کبھی تو پوچھا ہوتا کہ وہ نسخے کیا ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ کوئی کمپنی یہ اشتہار دے کہ ہماری کمپنی کا ایک کام ہے۔ اگر کوئی شخص وہ کام کر دے تو اسے اجرت کے علاوہ ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا تو دیکھئے اس کام کو معلوم کرنے کے لئے کمپنی کے سامنے کتنے لوگوں کی قطاریں ہوں گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آج کے مسلمان کے قلب میں قرآن سے زیادہ دنیائے مردار کی محبت ہے۔ اگر قلب میں قرآن کی محبت ہوتی، قدر ہوتی اگر اس دولت پر خوشی ہوتی تو کچھ معلوم کرتا کہ اس میں کیا ہے؟ فرمایا:

﴿هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝٥٨﴾ (پ ۱۱ - ۵۸)

دنیا بھر کی دولت جو سمیٹ رہے ہو، جمع کر رہے ہو، یہ قرآن مجید اس پوری دنیا کی دولت سے بہت زیادہ بہتر ہے۔ یہ دولت بہت بڑی دولت ہے۔ خیر اسم تفضیل کے معنی میں ہے۔ بظاہر صیغہ اسم تفضیل کا نہیں مگر لفظ خیر اسم تفضیل کے معنی میں ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی دنیا کی نعمتیں مال، منصب، جمال، کمال جو کچھ بھی دنیا میں جمع کر رہے ہو سب سے بہت زیادہ بہتر ہے۔ اتنی بڑی دولت لیکن آج کل کے نالائق مولوی اس کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ قرآن بہت بڑی دولت اس طرح ہے کہ رزق کی تنگی ہو تو منزل پڑھ لیا کرو۔ بس پھر تو ہر طرف سے رزق کے دروازے کھل جائیں گے اور اگر کوئی بیمار ہو جائے تو آیات شفاء گھول کر پی لیں۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ مجھے زعفران لادیں میں پلیٹیں لکھ کر دے دیا کروں گا ایک پلیٹ لکھنے کی بہت بڑی اجرت لیتے ہیں۔ ایک شخص نے بتایا کہ ایک مولوی صاحب ہمیں پلیٹیں لکھ لکھ کر دیتے ہیں اور ایک پلیٹ کے اتنے اتنے روپے لیتے ہیں۔ مہینے کے ہزاروں روپے تو بندھے ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم کتنے لوگوں کو اُلو بنا کر ان سے رقم

وصول کرتا ہوگا۔ میں نے ان سے کہا کہ چھوڑیں یہ دھندے اللہ کو راضی کریں۔ وہ کہنے لگے کہ وہ مولوی تو موحد ہے ایسا ویسا نہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ موحد لوگوں کا یہی کام رہ گیا ہے کہ لوگوں کو قرآن پر عمل کی تلقین کی بجائے قرآن کو پلیٹوں پر لکھ لکھ پر پلاتے رہیں۔ آج کے نالائق مولوی تو یہی بتاتے ہیں کہ لکھتے رہو، گھولتے رہو، پیتے رہو، دم کرتے رہو، وظیفے کے طور پر پڑھتے رہو۔ مگر سوچئے سب دولتوں سے بڑی دولت کیسے ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''ھدی'' اس میں نسخے ہیں وہ نسخے استعمال کرنے پڑیں گے۔ جب تک نسخے استعمال نہیں کریں گے اس وقت تک قرآن سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

دعوت قرآن:

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان نسخوں کا حاصل کیا ہے۔ نسخے تو ہیں بہت سے مگر ان سب نسخوں سے مقصود کیا ہے جسے حاصل کرنے کے لئے یہ نسخے بتائے گئے ہیں۔ سارا قرآن نسخوں سے بھرا پڑا ہے۔ ان سے مقصد ہے تقویٰ حاصل کرنے کی دعوت۔ یہ سبق دینا مقصود ہے کہ دنیا و آخرت کی ہر مصیبت سے بچنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیئے، اللہ تعالیٰ نے تنزیل قرآن کے اس مقصد کی وضاحت قرآن کے شروع میں فرما دی۔ سورہ فاتحہ میں فرمایا: '' اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ '' فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم کی ہدایت مانگا کرو، آگے سورہ فاتحہ کے آخر تک اسی صراط مستقیم کی وضاحت ہے کہ جس پر چلنے سے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ پھر آگے سورۂ بقرہ کے شروع میں فرمایا: ''هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ '' اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن مجید متقی لوگوں کو ہدایت کرتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ متقی بننا چاہتے ہیں انہیں ہدایت کرتا ہے یعنی تقویٰ حاصل کرنے کے نسخے بتاتا ہے۔

تقویٰ:

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ قرآن مجید میں بتائے گئے تمام نسخوں سے مقصد ہے تقویٰ۔ اس لئے قرآن کے شروع ہی میں اس مقصد پر تنبیہ فرمادی، سورہ فاتحہ میں، پھر سورہ بقرہ کے شروع میں۔ پھر پورے قرآن مجید میں جگہ جگہ ارشاد ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ﴾ (پ ٤ - ١)

تَرجَمۃ: ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔''

''اتقوا اللّٰہ، اتقوا ربکم'' ایک جگہ نہیں واللہ اعلم قرآن مجید میں کتنی جگہ، کتنی بار یہی ہے۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، یہاں ڈرنے کا مطلب بھی سمجھ لیں۔

کسی سے ڈرنے کی وجوہ:

① کسی قسم کی ایذا پہنچنے کا خوف:

جیسے کتے سے ڈرو کہیں کاٹ نہ لے، سانپ سے ڈرو کہیں ڈس نہ لے، شیر، بھیڑیے سے ڈرو، چور سے ڈرو، ڈاکو سے ڈرو، فلاں ظالم سے ڈرو۔ یہاں ڈرنے کے لئے کیوں کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ موذی ہے، ظالم ہے، تکلیف پہنچانے والا ہے۔

② سزا کا خوف:

کوئی بہت بڑا بادشاہ ہے۔ اس کی حکومت میں رہ کر اس کے قانون کی خلاف ورزی کی تو جتنا بڑا بادشاہ ہے سزا بھی ویسی ہی دے گا۔ ڈرو اس کی نافرمانی اور حکم عدولی سے۔

④ محبوب کی ناراضی کا خوف:

کسی سے بہت زیادہ محبت ہے اسے کوئی نصیحت کرتا ہے کہ ارے! تم فلاں سے محبت کا دعویٰ تو کرتے ہو، مگر ڈرتے رہو اس لئے کہ اگر کوئی بات محبوب کے مزاج کے خلاف ہوگئی اور محبوب نے ذراسی نظر بدلی تو قیامت آجائے گی۔ ڈرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ نے جو بار بار قرآن مجید میں فرمایا کہ مجھ سے ڈرو، یہاں پہلی قسم مراد نہیں معاذ اللہ! وہ ظالم نہیں اس لئے یہاں دوسری اور تیسری قسم مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جلالت شان وعظمت کو سوچیں وہ احکم الحاکمین اور ملک الملوک ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔

یہاں ایک مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ اللہ کے سوا کسی کو "شہنشاہ" کہنا جائز نہیں۔ شہنشاہ کا اصل ہے "شاہ شاہان" جس کے معنی ہیں "بادشاہوں کا بادشاہ۔" اس کو الٹا اور مختصر کر کے "شہنشاہ" بنا دیا، یہ لفظ غیر اللہ پر بولنا جائز نہیں۔ بادشاہوں کا بادشاہ تو صرف اللہ ہے۔ ملک الملوک، سلطان السلاطین، احکم الحاکمین، اتنا بڑا بادشاہ اس کی نافرمانی سے بچو اور اس کے عذاب سے ڈرو۔ دنیا میں مجرم کسی بادشاہ سے چھپنا چاہے، سزا سے بچنا چاہے تو اس کے مختلف طریقے ہیں:

1. جرم چھپ کر کرے کہ بادشاہ کو پتا ہی نہ چلے۔
2. مجرم اتنا طاقت ور ہو کہ بادشاہ کو علم بھی ہے کہ اس نے جرم کیا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کہاں ہے اس کے باوجود سزا دینے پر قدرت نہیں۔
3. مجرم بادشاہ کی دسترس سے کہیں باہر بھاگ جائے بادشاہ اسے پکڑ نہ سکے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مجرم ہیں گناہ کرتے ہیں، اللہ کے نافرمان ہیں، اللہ سے نہیں ڈرتے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے لئے ان طریقوں میں سے کوئی طریقہ بھی کارآمد نہیں ہوسکتا۔

﴿وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنِّيٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ ۝٣ إِلَى ٱللَّهِ مَرْجِعُكُمْ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝٤ أَلَآ إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا۟ مِنْهُ ۚ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُۥ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ۝٥﴾ (۱۱۔ ۳ تا ۵)

فرمایا: ﴿وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنِّيٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ ۝٣﴾ تم اگر گناہ نہیں چھوڑو گے تو بہت بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے۔ اللہ کی گرفت سے بچنے کے لئے کہیں ایسی جگہ بھاگ جاؤ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں وہاں سے جمع نہ کر سکیں ایسا نہیں ہوسکتا: "إِلَى ٱللَّهِ مَرْجِعُكُمْ" سب کو اس کے سامنے پیش ہونا ہے اس کا کوئی امکان نہیں کہ ایسی جگہ بھاگ جاؤ جہاں اللہ کی گرفت نہ ہو سکے۔ آگے فرماتے ہیں:

"وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" حاکم کی گرفت سے بچنے کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ مجرم اتنا طاقتور ہے کہ حاکم کو اسے سزا دینے پر قدرت ہی نہیں، وہاں ایسا بھی نہیں ہو سکے گا اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔ تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ چھپ کر جرم کر لیا بادشاہ کو معلوم نہیں کہ اس نے جرم کیا ہے۔ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُۥ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ۝٥﴾ (پ ۱۱۔ ۵)

اللہ تعالیٰ کا علم ایسا گہرا ہے کہ وہ سینوں کی باتوں سے باخبر ہیں اس لئے کسی کا جرم ان سے چھپا نہیں رہ سکتا۔

بات اس پر ہو رہی تھی کہ قرآن مجید میں نصیحت حاصل کرنے کے جو نسخے بتائے گئے ہیں ان سب سے اصل مقصد جو پورے قرآن میں جابجا بار بار بتایا گیا ہے وہ تقویٰ ہے۔ درحقیقت تقویٰ کے صحیح لغوی معنی ڈرنے کے نہیں بلکہ بچنے کے ہیں۔ ڈرنے کے معنی اس لئے کر دیئے جاتے ہیں کہ جو شخص جس چیز سے جتنا ڈرے گا اسی حد تک اس سے بچنے کا اہتمام کرے گا۔ کم ڈرے گا تو کم بچے گا۔ زیادہ ڈرے گا تو

زیادہ بچے گا۔ مثال کے طور پر بارش ہو رہی ہو تو انسان باہر نکلتے ہوئے احتیاط کرتا ہے کہ چھتری لے لی اور کہیں کیچڑ ہے تو اس سے ذرا سا بچ کر نکلے گا اور اگر کہیں آگ لگی ہوئی ہو تو اس کے قریب بھی نہیں جائے گا خواہ کوئی کتنا ہی اصرار کرے تو یہ بھی ہرگز آگ کے قریب نہیں جائے گا۔ چونکہ بارش سے زیادہ نہیں ڈرتا اس لئے زیادہ بچنے کا اہتمام نہیں کرتا جبکہ آگ سے بہت زیادہ ڈرتا ہے اس لئے اس سے زیادہ بچتا ہے۔ سو اصل معنی تقویٰ کے ہیں ''بچنا۔'' آگ سے بچو۔ اس کے معنی تو آسان ہیں کہ بچو یعنی دور بھاگو۔ اللہ سے بچو کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو، دوسری تعبیر یوں کریں گے کہ اللہ کے عذاب سے بچو، مطلب دونوں کا ایک ہی ہے چونکہ نافرمان پر اللہ کا غضب اور قہر ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس لئے: اتقوا اللّٰہ اے لوگو! اللہ سے بچو، یعنی اللہ کی نافرمانی سے بچو، اللہ کی بغاوت سے بچو، اللہ کے عذاب سے بچو، اللہ کے قہر سے بچو، اللہ کے انتقام سے بچو، اللہ کے غضب سے بچو۔ جیسے پہلے بتایا کہ کسی چیز سے بچنا اسی مقدار میں ہوتا ہے جس مقدار میں اس سے خوف ہو، اس لئے جا بجا فرماتے ہیں کہ اللہ کا عذاب بہت بڑا ہے۔ اللہ کا عذاب بہت بڑا ہے۔ قرآن مجید میں جہنم کا ذکر بار بار ہے، جہنم میں طرح طرح کے عذاب ہیں ان سے بار بار ڈرایا گیا ہے۔ جو شخص گناہوں سے نہیں بچتا اس پر دنیا میں کتنے بڑے عذاب آتے ہیں اس بارے میں بھی قرآن مجید میں بار بار ان اقوام کا تذکرہ ہے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس نافرمانی کی وجہ سے ان پر دنیا میں کیسے کیسے عذاب آئے۔ نافرمانی پر آنے والے دنیوی عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں بہت کم ہیں:

﴿وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾﴾ (پ۲۳ - ۲۶)

آخرت کا عذاب تو دنیا کے سب عذابوں سے بڑا عذاب ہے:

﴿وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢١﴾﴾ (پ۲۱ - ۲۱)

دنیا میں ہم چھوٹے چھوٹے عذاب اس لئے چکھاتے ہیں کہ شاید بڑے عذاب سے پہلے دنیا میں ہی کچھ ندامت ہو جائے، عبرت ہو جائے، شاید سدھر جائیں، نافرمانی سے باز آجائیں۔ دنیا کے عذابوں کو چھوٹے عذاب اس لئے نہیں فرمایا کہ وہ چھوٹے ہیں، چھوٹے کہاں ہیں؟ دنیا تو جل رہی ہے عذابوں میں، انہیں چھوٹے اس لئے فرمایا کہ عذاب آخرت کے مقابلہ میں چھوٹے ہیں۔

سو جو شخص قرآن کی نصیحت پر عمل کرے گا، تقویٰ اختیار کرے گا تو اس کے لئے قرآن بن جائے گا دلوں کی بیماری کی شفاء اور ہدایت اور رحمت۔

اسی طرح قرآن مجید میں بار بار فرمایا ہے:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ﴾ (پ ۳ - ۳۲)

اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ اطاعت کے معنی ہیں نافرمانی سے بچنا۔ مثلاً یوں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کی اطاعت کرتا ہے۔ فلاں شخص حکوت کی اطاعت کرتا ہے۔ آپ جس حکومت میں رہتے ہیں آپ پر لازم ہے کہ اس حکومت کی اطاعت کریں۔ ان مثالوں سے سمجھیں کہ اطاعت کا کیا مطلب ہے۔ اطاعت کا مطلب یہ ہوا کہ قانون شکنی نہ کریں۔ کوئی بات، کوئی کام اس حکومت کے قانون کے خلاف نہ کریں۔ یہ وضاحت میں نے اس لئے کر دی کہ نفس و شیطان نے آج کل کے معاشرہ نے اور سب سے بڑھ کر آج کل کے نالائق مولویوں نے بھی لوگوں کو اطاعت کے یہ معنی سمجھا رکھے ہیں کہ نفل عبادت زیادہ کیا کرو، ہزار دانہ تسبیح پکڑے رہو، اللہ اللہ کرتے رہو، تلاوت بہت کیا کرو، اشراق پڑھو، اوابین پڑھو، تہجد پڑھو، حالانکہ جو مثالیں میں نے بیان کیں اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اطاعت کا یہ مطلب ہے کہ نافرمانی نہ کرے، قانون شکنی نہ کرے، حکومت کے قانون کی خلاف ورزی نہ کرے۔ یہ ہے اطاعت اور یہی سب سے بڑی عبادت ہے کہ اللہ کے قوانین کے خلاف نہ کرے، نافرمانی نہ کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اتق المحارم تکن اعبد الناس" (ترمذی)

گناہوں سے بچو اگر گناہوں سے بچ گئے تو پوری دنیا سے بڑے عابد بن گئے۔ نفل عبادت سے آپ اللہ کے غضب سے نہیں بچ سکتے اس سے تو گناہوں کو چھوڑنے سے ہی بچیں گے، ہاں گناہوں کو چھوڑنے کے ساتھ ساتھ اگر نفل عبادت بھی کرتے ہیں تو پھر تو سبحان اللہ! نور علی نور۔ یہاں ایک بات خوب سمجھ لیں کہ جو شخص گناہوں سے بچتا ہے وہ کیوں بچتا ہے اس لئے کہ کہیں محبوب ناراض نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کو محبت کا ایسا تعلق پیدا ہو جاتا ہے کہ اسے یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ کہیں کوئی بات محبوب کی مرضی کے خلاف نہ ہو جائے۔ میرا محبوب ناراض نہ ہو جائے۔ گناہوں سے وہی بچ سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتنی محبت پیدا ہو جائے کہ ہر وقت اس کی ناراضی سے بچنے کی فکر میں رہے۔ اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب خود فیصلے کریں کہ جس کو اتنی محبت ہوگئی وہ محبوب کا نام لئے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔

؎ دم رکا سمجھو اگر دم بھر بھی یہ ساغر رکا
میرا دور زندگی ہے یہ جو دور جام ہے

جسے اتنی محبت ہو تو پھر وہ محبت اسے خالی کہاں بیٹھنے دے گی کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ انسان کے دل میں جس چیز کی محبت ہوتی ہے زبان پر اسی کا ذکر ہوتا ہے۔ اس کی تو یہ حالت ہوگی۔

ع آجا مری آنکھوں میں سما جا مرے دل میں

وہ ہر وقت محبوب کے تصور میں ہی ڈوبا رہے گا اور زبان پر بھی محبوب ہی کا ذکر رہے گا۔

؎ جب تک قلب رہے پہلو میں جب تک تن میں جان رہے
لب پہ تیرا نام رہے اور دل میں تیرا دھیان رہے
جذب میں پراں ہوش رہیں اور عقل مری حیران رہے

لیکن تجھ سے غافل ہرگز دل نہ مرا ایک آن رہے

؎ ایک تجھ سے کیا محبت ہوگئی
ساری خلقت سے ہی وحشت ہوگئی
اب تو میں ہوں اور شغل یاد دوست
سارے جھگڑوں سے فراغت ہوگئی
ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

؎ شوق کو دھن ہے کہ چل کر اس کو ڈھونڈ
لوگ کہتے ہیں کہ سودا ہوگیا
آپ کی دھن ہے کہ سودا ہوگیا
ہائے کیا جانے مجھے کیا ہوگیا

محبت کا تو یہ کرشمہ ہوا کرتا ہے محبت آرام سے بیٹھنے نہیں دیتی ؎

اک ہوک سی دل سے اٹھتی ہے اک درد سا دل میں ہوتا ہے
میں راتوں میں اٹھ کر روتا ہوں جب سارا عالم سوتا ہے

نیکی اور تقویٰ کا معیار یہ نہیں کہ نفل عبادت کثرت سے کرے بلکہ تقویٰ یہ ہے کہ گناہوں سے بچے۔ اگر کوئی دو رکعت نفل بھی نہیں پڑھتا، کبھی کوئی نفل عبادت نہیں کی مگر گناہوں سے بہت بچتا ہے۔ کسی گناہ کے قریب نہیں جاتا۔ اس کا مقام اس شخص سے لاکھوں کروڑوں درجہ بلند ہے جو ساری ساری رات عبادت کرتا ہے مگر گناہ نہیں چھوڑتا۔

مکہ مکرمہ سے ایک تیرہ سال کی بچی کا خط آیا۔ اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ میں

نافلہ نماز بالکل نہیں پڑھتی۔ عربی میں نفل نماز کو نافلہ نماز بھی کہتے ہیں۔ اس بچی نے لکھا کہ میں نافلہ نماز تو بالکل نہیں پڑھتی لیکن فرض نماز میں میں نے کبھی غفلت نہیں کی اور یہ بھی لکھا کہ مجھ سے کبائر کبھی نہیں ہوئے۔ مجھے یہ خیال آیا کہ تیرہ سال کی بچی اس کو گناہوں کا کیا خیال آ گیا۔ بعد میں مجھے خیال آیا کہ میں نے بہشتی زیور پڑھنا اس کے ذمہ لگایا ہوا ہے، بہشتی زیور کے شروع میں کبائر کی فہرست ہے۔ میں نے بہت شاباش دی کہ اصل دین تو یہی ہے۔ نفل عبادت سے کچھ نہیں بنے گا، کام بنے گا تو گناہوں کو چھوڑنے سے ہی بنے گا۔

یہاں ایک صحابی کا قصہ بھی سن لیجئے۔ ایک صحابی کو دوسرے صحابی سے کچھ تھوڑا سا انقباض رہنے لگا۔ انہوں نے محسوس کر لیا کہ یہ ذرا مجھ سے کٹے کٹے سے رہتے ہیں۔ جیسا محبت کا تعلق ہونا چاہئے وہ نہیں ہے۔ انہوں نے پوچھا آپ کا مزاج میرے حق میں کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیا بات ہے کیا کچھ ناراضی ہے؟ دوسرے صحابی نے فرمایا کہ مجھے آپ سے اس لئے انقباض ہے کہ آپ نفل عبادت کم کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اچھا یہ بتائیں کہ مجھے کسی گناہ میں مبتلا دیکھا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے قوانین میں سے کسی چھوٹے سے چھوٹے قانون کی میں نے خلاف ورزی کی؟ دوسرے صحابی نے جواب میں فرمایا کہ یہ تو میں نے کبھی نہیں دیکھا تو انہوں نے فرمایا پھر کیا ہوا جو میں نفل عبادت کرتا ہوں۔ یہ طے پایا کہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر فیصلہ کرواتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا قصہ سن کر فرمایا کہ سچ کہتے ہو جس نے گناہ چھوڑ دیئے خواہ نفل عبادت نہ کرے وہ اللہ کے ہاں کامیاب ہے۔

یہ قصہ میں نے اس لئے بتایا کہ اس سے پہلے تو میں نے ابھی یہ بتایا ہے کہ گناہ چھوٹتے ہیں محبت سے اور محبت خاموش رہنے نہیں دیتی تو جب ان صحابی میں اتنی محبت تھی کہ کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے تھے تو پھر وہ نفل عبادت کیوں نہیں

کرتے تھے؟ ان کی محبت انہیں نفل عبادت پر مجبور کیوں نہیں کرتی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نفل عبادت کی دو قسمیں ہیں۔

نفل عبادت کی دو قسمیں:

① ظاہری:

وہ عبادات نافلہ جن کا تعلق ظاہر کے ساتھ ہے جیسے اوراد و وظائف، تسبیحات، تلاوت نوافل وغیرہ یہ عبادات ظاہرہ ہیں۔

② قلبی:

نفل عبادت کی دوسری قسم ہے فکر۔ دل اٹکا رہے، محبوب کی طرف دل لگ گیا وہ غافل نہیں ہوتا ہر وقت ٹکٹکی بندھی ہوئی ہے۔ ہر وقت اس کا دیدار ہو رہا ہے، مشغول ہے اپنے مالک کی طرف۔ جو دل کی عبادت ہے دل ہر وقت اس کی طرف متوجہ ہے اس کی وجہ سے زبان پر بھی ذکر محبوب جاری رہتا ہے۔ کبھی غفلت نہیں آنے پاتی۔

اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہیں کہ دل بھی محبوب کی طرف لگا ہوا ہے۔ ساتھ ساتھ ظاہری نفل عبادت بھی کر رہے ہیں۔ دوسرے وہ کہ ان پر ایسا جذب طاری رہتا ہے کہ ہر وقت تجھے ہی دیکھتا رہوں۔ تیرے دیدار کی لذت کسی دوسرے کام کی فرصت ہی نہیں دیتی کیا کروں۔ دل ادھر متوجہ رہتا ہے۔ اور زبان پر بھی اسی کی یاد۔ انہیں کہتے ہیں قلندر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لیذکرن اللہ اقوام فی الدنیا علی الفرش الممھدۃ یدخلھم الدرجات العلی“ (صحیح ابن حبان)

ترجمۃ: ”کچھ لوگ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کو یاد کریں گے

اس کی بدولت اللہ تعالیٰ انہیں جنت کے بلند درجات میں داخل فرمائیں گے۔"

قرآن مجید ہدایت ورحمت کیسے؟

قرآن مجید کا مطلوب تک پہنچانا، ہدایت کے معنی ہیں مطلوب اور مقصود تک پہنچانا اور قرآن مجید کا دنیا وآخرت میں رحمت بن جانا اس صورت میں ہوتا ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے۔ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے ان کی نافرمانی سے بچا جائے۔

نفس وشیطان کے حملے:

نفس وشیطان انسان کو اللہ کی راہ سے ہٹانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور ہر ہر مرحلے پر انسان کے سامنے آجاتے ہیں۔

پہلا حملہ:

پہلا حملہ یہ کہ کفر وشرک میں مبتلا رکھتے ہیں۔ ایمان کی دولت سے محروم رکھتے ہیں۔

دوسرا حملہ:

اگر نفس وشیطان کے پہلے حملہ سے کوئی بچ نکلا۔ ایمان کی توفیق ہوگئی یا اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے گھر پیدا فرمایا تو نفس وشیطان اسے کبائر میں ایسا مبتلا کر دیتے ہیں کہ ہر وقت گناہوں کی لذات میں مست رہتا ہے۔ آخرت سے بالکل غافل، دیندار بننے کی کوئی فکر ہی نہیں۔

تیسرا حملہ:

اگر کسی میں دینداری کی کچھ فکر پیدا ہوگئی تو پھر نفس وشیطان آگے تیسرا وار

کرتے ہیں وہ یہ کہ بدعات کو دین بنا کر پیش کرتے ہیں اور ان کو سبق پڑھاتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ بدعات کرتے چلے جاؤ دین میں ترقی ہوتی چلی جائے گی۔ خوشی اور غم کے مواقع پر صحیح دین کو چھوڑ کر بدعات کو رواج دے دیا گیا ہے۔ ہر موقع پر نفس و شیطان نے یہ سمجھا دیا ہے کہ اپنی طرف سے کچھ طریقے ایجاد کرو۔ بدعت کبیرہ گناہوں سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے جس کی وجوہ یہ ہیں:

❶ کبیرہ گناہوں میں مبتلا شخص اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ نہیں کر رہا جبکہ بدعتی ایسی چیزوں کو جو شریعت میں نہیں انہیں شریعت میں داخل کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حکومت کے مقابلہ میں اپنی متوازی حکومت بنا رہا ہے۔ گویا اس مسئلہ کا علم نہ اللہ کو ہوا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہوا، نہ تابعین کو نہ ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ کو کسی کو علم نہیں ہوا، اسے علم ہوگیا کہ اس کام میں ثواب ہے۔ یہ اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ سے مقدم رکھتا ہے۔ اپنی رائے کو اللہ تعالیٰ کے نازل فرمودہ احکام پر ترجیح دیتا ہے۔

❷ بدعتی کو کبھی توبہ کی توفیق نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو یہ سمجھتا ہے کہ بہت بڑی عبادت کر رہا ہے۔ دوسرا شخص خواہ وہ کتنا ہی بڑا مجرم ہو، کیسے ہی بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہو اس کے دل میں یہ خیال نہیں ہوتا کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اس میں ثواب ہے یہ عبادت کے کام ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ اسے کبھی توبہ کی توفیق ہو جائے۔

❸ گناہوں میں مبتلا شخص کو اگر توبہ کی توفیق نہ بھی ہوئی تو وہ کم سے کم خود کو اقراری مجرم تو سمجھتا ہے، دل میں ندامت ہوتی ہے جبکہ بدعتی کو تو اپنی بدعت پر ناز ہوتا ہے۔ وہ خود کو مجرم نہیں سمجھتا بلکہ اسے تو دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ بہت بڑا متقی، پرہیزگار، بڑا ولی اللہ ہے۔ جتنی بدعات زیادہ کرتا ہے اتنا ہی وہ سمجھتا ہے کہ اس کے درجات بلند ہوتے جا رہے ہیں۔

بدعتی کے تین فریب:

بدعتی لوگ عوام کو گمراہ کرنے کے لئے انہیں تین فریب دیتے ہیں:

❶ ہم تو نیکی کا کام کر رہے ہیں اس میں کیا حرج ہے؟

❷ یہ لوگ جو روکتے ہیں یہ وہابی ہیں۔ عبادات کے منکر ہیں، عبادت سے نیکی کے کاموں سے روکتے ہیں۔

❸ اس کام کا اگر ثبوت نہیں تو شریعت نے اس سے روکا بھی تو نہیں، اگر کہیں منع ہو تو دکھائیں۔

پہلے دو فریبوں کا جواب:

تم اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہے ہو اس سے بڑا حرج کیا ہو سکتا ہے کہ بندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرے۔ ہم اس حرج عظیم سے روکتے ہیں۔ عبادت سے نہیں روکتے اس کا مقابلہ کرنے سے روکتے ہیں، اسے چند مثالوں سے سمجھیں۔

حقیقت سمجھنے کے لئے تین مثالیں:

پہلی مثال:

اذان اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے اور لا الہ الا اللہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ اگر موذن اسی لہجہ میں ایسی ہی بلند آواز سے لا الہ الا اللہ کے بعد کہے محمد رسول اللہ۔ اسے کوئی سمجھائے کہ اذان تو لا الہ الا اللہ پر ختم ہوگئی آپ جو اضافہ کر رہے ہیں وہ شریعت میں نہیں۔ اس پر وہ کہے کہ کیا حرج ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو کہہ رہا ہوں پھر کوئی اس کو اصرار سے روکے تو کہے کہ یہ تو وہابی ہے، رسالت کا منکر ہے، ہم رسالت کا اعلان کر رہے ہیں اور یہ ہمیں روکتا ہے۔ اس احمق کو یہ جواب دیا جائے گا کہ ہم رسالت کا انکار نہیں کرتے اور یہ جو کہتے ہو کہ اس میں کیا حرج ہے تو حرج یہی

ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کر رہے ہو انہوں نے اذان لا الہ الا اللہ تک بتائی ہے اور آپ نے ایک کلمہ کا اضافہ کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ گویا اذان ناقص تھی آپ نے اسے مکمل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں:

﴿ اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا ﴾ (پ ۶ - ۳)

میں نے آج دین کو مکمل کر دیا، کوئی نقص باقی نہیں رہا۔ آئندہ کوئی آنے والا اگر یہ جرات کرے کہ دین ناقص تھا میں اسے کامل کر رہا ہوں تو وہ خود کو اللہ تعالیٰ سے بڑا سمجھتا ہے۔ یہ دین مکمل ہو چکا ہے اس میں کوئی نقص نہیں جس کی تکمیل کوئی انسان کرے۔

دوسری مثال:

فرائض میں قعدۂ اولیٰ میں تشہد پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھنا شروع کر دیا اگر بھولے سے پڑھا ہے تو سجدۂ سہو کرے۔ اور اگر کسی نے جان بوجھ کر پڑھ لیا تو نماز نہیں ہوئی دوبارہ پڑھے۔ سزا دی گئی کہ جب ہم نے نہیں بتایا تو کیوں پڑھا، اگر کوئی کسی بدعتی کو سمجھائے کہ قعدہ اولیٰ میں درود شریف نہیں پڑھنا چاہئے، اس پر وہ کہے کہ درود شریف ہی تو ہے کیا حرج ہے اور سمجھانے والے کو یوں کہے کہ یہ تو منکر رسالت ہے، درود سے روک رہا ہے، رسول کا دشمن ہے تو اسے یہی جواب دیا جائے گا کہ درود شریف سے نہیں روک رہے جتنا چاہو پڑھو لیکن اس موقع پر تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا اس موقع پر اگر پڑھا تو درود شریف جیسی عبادت بدعت بن جائے گی۔

تیسری مثال:

امام جہری نماز پڑھا رہا ہو اس نے تلاوت میں وہ آیت پڑھی جس میں محمد رسول

اللہ ہے۔ مقتدیوں میں کوئی بدعتی ہو اس نے زور زور سے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ امام صاحب نے نماز سے فارغ ہو کر سمجھایا کہ اس موقع پر درود شریف پڑھنا جائز نہیں۔ مقتدی کہے کہ کیا حرج ہے، ہم نے درود ہی تو پڑھا ہے کوئی گناہ تو نہیں کر دیا۔

تیسرے فریب کا جواب:

تیسری بات جو بدعتی کہتے ہیں کہ اگر ثبوت نہیں تو روکا بھی تو نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے دین کو مکمل کر دیا تو اللہ نے جو چیز نہیں بتائی اس کا مطلب یہی ہوا کہ وہ منع ہے۔ اس کے بعد کوئی دین میں کچھ داخل کرے گا تو وہ اس کی طرف سے زیادتی ہوگی گویا کہ دین پہلے سے مکمل نہیں تھا، ناقص تھا اس بدعتی نے اسے مکمل کیا ہے۔ اگر خاص طور پر کسی چیز کی ممانعت نہ بھی آئی ہو تو قاعدہ کلیہ یہ ہو گیا کہ جتنا دین بتایا گیا ہے اسی پر عمل کریں باقی سب کچھ ناجائز۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”وشر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة فى النار“ (نسائی)

تَرجَمۂ: ”دین میں نئی چیزیں داخل کرنا سب گناہوں سے بدتر ہے اور ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔“

چوتھا حملہ:

اگر کوئی بدعت سے بھی بچ گیا، اس کے عقائد صحیح ہو گئے تو شیطان مردود اگلا وار یوں کرتے ہے کہ گناہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں، اللہ کی نافرمانی چھوڑے بغیر بھی انسان بہت بڑا متقی اور ولی اللہ بن سکتا ہے وہ اس طرح کہ نفل عبادت خوب کرو۔

ترک منکرات اور نفل عبادات کو چند مثالوں سے سمجھیں:

❶ گناہوں کو چھوڑنا علاج ہے اور نفل عبادت اچھی غذا ہے۔ اگر بیماری کا علاج نہیں کرتے صرف اچھی اور مقوی غذائیں دیتے چلے جارہے ہیں تو صحت نہیں ہوگی بلکہ الٹا نقصان کا اندیشہ ہے۔ نقصان کا خطرہ کیسے ہوتا ہے کہ بہت زیادہ طاقت والی غذا کا تحمل ہے نہیں۔ بیماری سے معدہ کمزور ہو رہا ہے۔ ایسی حالت میں اسے یاقوتی کھلا دیا جائے تو وہ صحت کی بجائے مرض میں شدت کا سبب بنے گی۔ معدہ میں تحمل تو ہو۔ اسی طریقہ سے اگر گناہ نہیں چھوڑتے تو کثرت ذکر اور کثرت عبادت نافلہ سے نقصان کا خطرہ ہے۔ ایسا شخص خود کو بہت بڑا ولی اللہ سمجھنے لگتا ہے، کر رہا ہے گناہ، نافرمانی کرتے ہوئے جہنم کا سامان اکٹھا کرتے ہوئے۔ یہ سمجھ رہا ہے کہ بہت بڑا ذاکر شاغل ہے۔ بڑے مجاہدے، مراقبے، ذکر، تلاوت اور نوافل کی کثرت اور کثرت سے روزے رکھنے والا ایسا عابد زاہد ہے ''جہنمی''۔ اس لئے کہ گناہ کرتا ہے۔ ہے جہنمی اور سمجھ رہا ہے کہ جنت کے بڑے بڑے خزانے حاصل کر لئے۔ ذکر اللہ جیسی مقوی غذاء سے اسے نفع کی بجائے نقصان ہوا۔ گناہوں کو چھوڑنا بیماری کا علاج ہے، دواء ہے اور نفل عبادت مقوی غذاء ہے۔ علاج کریں ساتھ ساتھ مقوی غذاء بھی استعمال ہوتی رہے تو دواء کا اثر جلدی ہوگا۔

❷ گناہوں کو چھوڑنا مضبوط تعمیر ہے اور نفل عبادت کی مثال رنگ و روغن کی ہے۔ اگر تعمیر کے ایک ایک قانون کی رعایت کرتے ہوئے تعمیر کی، خوب اچھی مضبوط تعمیر ہوگئی پھر آپ نے اس پر رنگ و روغن نہ بھی کیا تو عمارت کو کچھ نقصان پہنچنے کا خطرہ نہیں لیکن اگر اس بہترین مضبوط تعمیر پر اچھا رنگ و روغن بھی ہو جائے یعنی گناہوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ نفل عبادت کے انوار بھی حاصل کر لئے تو کیا کہنا سبحان اللہ! نور علی نور۔ اگر گناہوں سے بچ گیا اور زیادہ نافلہ عبادت نہیں کی تو کم سے کم تعمیر تو ایسی ہے کہ جان بچی رہے اور اگر تعمیر ناقص ہے یعنی گناہ نہیں چھوڑتا اور عبادت نافلہ کے انوار حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہ تو ایسے ہی ہوگیا کہ تعمیر بالکل کمزور ہے۔ اس پر اچھا رنگ و

روغن کر دیا جائے۔ خود سوچیے! کیا ایسا مکان موسموں کی سختی میں کچھ کام آئے گا؟ وہ تو طوفان کے ایک ہی جھکڑ میں زمیں بوس ہو جائے گا۔

❸ گناہوں کو چھوڑنا دل کی صفائی ہے اور نفل عبادت کرنا دل کی تجلی ہے، دل کو رنگنا ہے۔ اگر کوئی کپڑا، لوہا یا لکڑی وغیرہ رنگنا چاہیں تو جب تک کپڑے کو دھوئیں گے نہیں اور لوہے، لکڑی وغیرہ کو ریگ مال سے صاف نہیں کریں گے اس وقت تک وہ رنگ پکڑیں گے ہی نہیں اور اگر رنگ پکڑا بھی تو اس میں چمک نہیں ہوگی نہ تو صفائی آئے گی اور نہ ہی وہ رنگ دیرپا ہوگا۔ کسی بھی چیز کو رنگنے کا اصول یہ ہے کہ پہلے اس پر سے میل صاف کریں پھر اسے رنگیں۔ اسی طرح توبہ و استغفار دل کا ریگ مال ہے۔ اللہ کی نافرمانیوں سے توبہ کریں پھر نفل عبادت کریں تو قلب پر تجلیات الٰہیہ کے انوار ہوں گے اگر توبہ و استغفار کئے بغیر نفل عبادت کریں گے تو اس کا اثر نہیں ہوگا۔ یہ رنگ ناپائیدار اور فریب ہوگا۔

ایک بات اور سمجھ لیں میں جو یہ کہتا رہتا ہوں کہ گناہ چھوڑے بغیر نفل عبادت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اصل معیار گناہوں کو چھوڑنا ہے۔ اس سے کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ جب تک گناہ نہیں چھوڑتے نفل عبادت نہ کریں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دھوکے میں نہ رہیں کہ نفل عبادت آپ کے لئے کافی ہو جائے گی بلکہ نفل عبادت کو گناہ چھوڑنے کا ذریعہ بنائیں۔ یہ تو نسخہ ہے گناہ چھوڑنے کا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی ایسی محبت عطا فرما دیں کہ گناہ کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔

وصل اللهم وبارك وسلم علی عبدك ورسولك محمد
وعلی اله وصحبه اجمعين.
والحمد لله رب العلمين.

صحبت کا اثر

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: ۔ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ۔ صحبت کا اثر

بمقام: ۔ جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ۔

بوقت: ۔ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ۔ ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

مطبع: ۔ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: ۔ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

صحبت کا اثر

(۲۵؍ربیع الاول ۱۴۱۶ھ)

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ۝۱۱۹ ﴾ (پ ۱۱ - ۱۱۹)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ حاصل کرنے کے لئے یہ نسخہ ارشاد فرمایا ہے کہ سچے مسلمانوں کے ساتھ رہا کرو:

صحیح بخاری میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد منقول ہے:

"اجلس بنا نؤمن ساعة"

ذرا ایک جگہ مل کر بیٹھ کر ایمان تازہ کرلیں۔ آپ کے مخاطب حضرت اسود بن ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے (قسطلانی) جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کی ضرورت محسوس فرماتے تھے حالانکہ صحابی تھے وہ اس میں اپنے دین اور ایمان کی بہتری سمجھتے تھے کہ کبھی کسی وقت مل کر بیٹھ جایا کریں تو ایمان میں ترقی ہوگی۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

آسمان سجدہ کند بزمینی کہ برو
یک دوکس یک دو نفس بہر خدا بنشینند

زمین کے بعض ٹکڑوں کی بعض قطعات کی اتنی بڑی فضیلت ہے اور اللہ کے ہاں انہیں ایسا مقام حاصل ہے کہ آسمان بھی ان پر رشک کرتا ہے ایسا رشک کرتا ہے کہ گویا آسمان اس زمین کو سجدہ کرتا ہے، کہاں آسمان اور کہاں زمین وہ کون سی زمین ہے جسے آسمان سجدہ کرتا ہے وہ زمین جس پر یک دو کس، ایک دو انسان، کوئی بڑا مجمع نہیں صرف ایک دو انسان، یک دو نفس، ایک دو سانس کے لئے، پانچ دس منٹ یا گھنٹوں نہیں بلکہ جتنی دیر میں ایک دو سانس آ جائیں صرف اتنی سی دیر کے لئے بہر خدا بنشینند، اللہ کے لئے مل کر بیٹھ جائیں وہ زمین ایسی مقدس ہو جاتی ہے کہ آسمان بھی اسے سجدہ کرتا ہے ایسی مقدس ہو جاتی ہے اس طرح مل بیٹھ کر دین کی باتیں کرنے سے دین میں ترقی ہوتی ہے۔

مجلس کا اثر:

اس کی مثال ایسے سمجھیں جیسے گرم کھولتا ہوا پانی بہت تیز گرم کھولتا ہوا اس میں ٹھنڈے پانی کا ایک قطرہ ملا دیا جائے تو اس کھولتے ہوئے پانی کی گرمی میں یقیناً خفت آئے گی کمی ہوگی اگرچہ وہ محسوس نہ ہو پہلے بھی کھول رہا تھا ٹھنڈے پانی کا ایک قطرہ ملانے کے بعد بھی کھول رہا ہے، پہلے بھی جلا رہا تھا اب بھی جلا رہا ہے احساس تو نہیں ہوتا کہ اس میں کچھ تغیر پیدا ہوگیا ہے مگر ہوتا ضرور ہے، اگر ایک قطرے سے تغیر نہیں ہوا تو کئی لیٹر ٹھنڈا پانی ملا دینے سے تغیر کیسے آ جاتا ہے معلوم ہوا کہ تاثیر تو ایک قطرے میں بھی ہے۔ اسی طرح اگر کسی کی زندگی فسق و فجور کے جہنم میں گزر رہی ہے اور کہیں کسی صالح شخص کے پاس گزر ہوگیا تو کھولتے ہوئے پانی میں اس ٹھنڈک کا کچھ تو اثر پڑا، ہوسکتا ہے کہ اسے احساس نہ ہو اس لئے کہ اس میں معاصی کی شدت ہے، اہل جہنم کی صفات کا غلبہ ہے اگرچہ اسے اثر محسوس نہ ہو مگر کسی صالح شخص کے پاس اچھی مجلس میں بیٹھتا رہا تو ایک ایک قطرے کے اثر سے ہوتے ہوتے

جہنم کی آگ بجھنے لگے گی ان شاء اللہ تعالیٰ، اثر ہوتا ہے اور اگر مل بیٹھنے والوں میں جہنم کی حرارت پر اللہ کے عشق کی حرارت غالب ہو تو کچھ ایک میں ہے کچھ دوسرے میں کچھ تیسرے میں جتنے مل کر بیٹھیں گے حرارت اور روشنی بڑھتی چلی جائے گی۔ ایک موم بتی جل رہی ہو روشنی کم ہے اس کے ساتھ ایک موم بتی اور جلا دی جائے تو روشنی بڑھ جائے گی ایک اور بڑھا دی جائے تو روشنی اور بڑھ جائے گی جتنی ساتھ ملاتے جائیں روشنی بڑھتی جائے گی اور اگر انہیں پھیلا کر رکھیں تو بہت وسیع رقبے کو روشن کر دیں گی روشنی پھیلتی جائے گی جن لوگوں کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی روشنی ہے وہ جتنے زیادہ مل بیٹھیں گے اتنی ہی روشنی زیادہ ہوگی، اسی روشنی کا اثر ہر بیٹھنے والے پر اس کی اپنی اصل روشنی سے زیادہ پڑتا ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ سب کے جمع ہونے کے بعد جو کل روشنی ہوا سے سب پر تقسیم کر دیا جائے ایسا کرنے سے تو اتنی ہی روشنی رہے گی جتنی پہلے تھی، وہ روشنی تقسیم نہیں ہوتی بلکہ جو کل مجموعہ ہے وہ سب کے قلوب میں اللہ تعالیٰ ڈال دیتے ہیں دیکھئے کتنی ترقی ہوگئی۔ اس میں یہ نہیں فرمایا کہ مل کر بیٹھ کر کچھ دین کی باتیں بھی کریں تو روشنی بڑھتی ہے بلکہ ایسے ہی مل کر بیٹھ جائیں دنیا کی فضول باتیں نہ کریں صرف اللہ کے لئے مل کر بیٹھیں پھر خواہ دین کی باتیں کریں خواہ ہر شخص اپنے طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہے، خواہ ایک دوسرے کو ایسے ہی دیکھ رہے ہیں نہ کوئی کچھ بول رہا ہے نہ کوئی کچھ سن رہا ہے اللہ کی خاطر بیٹھے ہیں اس مجلس کا یہ اثر ہے۔ بری مجلس سے بری صحبت سے بچا کریں۔

دارالافتاء کے ایک طالب علم کا قصہ:

ابھی ابھی ایک خط میرے سامنے آیا نماز سے پہلے اسے پڑھ کر آ رہا ہوں۔ ایک بچہ چند سال پہلے یہاں دارالافتاء میں رہا ہے، دنیوی لحاظ سے بلند لوگ ہیں اللہ نے اس بچے کو دارالافتاء میں پہنچا دیا یہاں آنے کے بعد اس نے ٹی وی دیکھنا چھوڑ

دیا، اس کا ابا اسے مار مار کر ٹی وی دکھاتا تھا مار مار کر ٹی وی کے سامنے لے جاتا تھا یہ بچہ ٹی وی کے سامنے جا کر اپنا سر زمین پر رکھ دیتا تھا تا کہ ٹی وی پر نظر نہ پڑے، ابا اوپر سے تھپڑ لگا لگا کر کہتا کہ اٹھاؤ سر دیکھو ٹی وی۔ اس بچے نے بتایا کہ ایک بار میری امی نے کہا تو مُلّا بن جائے گا تو کھائے گا کہاں سے؟ تو میں نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہاں سے کھاؤں گا۔ ہر چیز میں کچھ مقدرات ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ عبرتیں ہوتی ہیں شاید ایک یا دو سال وہ لڑکا دارالافتاء میں رہا اس کے بعد کچھ ایسا شیطان کا چکر چلا کہ وہ دارالافتاء کو چھوڑ کر چلا گیا۔ ڈاڑھی اس زمانے میں تھوڑی تھوڑی نکل رہی تھی اسے بھی منڈوانا شروع کر دیا۔ اس نے بعد میں جو حالات لکھے ان میں بتایا کہ اس زمانے میں بھی صرف دارالافتاء کی زیارت کے لئے باہر سے چکر لگایا کرتا تھا، کافروں کی صورت میں دارالافتاء کے اندر آنے کی تو ہمت نہیں ہو رہی تھی ڈاڑھی منڈانے سے تو کافروں جیسی صورت بن جاتی ہے نا اللہ کے باغیوں کی صورت میں دارالافتاء آئے ایسا بے شرم تو نہیں ہوا کہتے ہیں اندر آنے کی ہمت تو نہیں ہو رہی تھیں مگر اتنا کام کرتا رہا کہ دارالافتاء کی زیارت کے لئے کبھی کبھی سامنے سے چکر لگاتا رہا اتنا تعلق رکھا، دوسرا تعلق یہ رکھا کہ یہاں کے چھپے ہوئے مواعظ پڑھنے کا معمول رکھا تیسری بات یہ کہ مواعظ کی کیسٹیں سننے کا معمول رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا کیا کرنا ہوا کہ والدین نے دنیا کمانے کے لئے لندن پھر وہاں سے کینیڈا بھیج دیا کماؤ دنیا بیٹے دنیا کماؤ۔ اللہ کی رحمت نے ان کی دستگیری یوں فرمائی کہ جن دنوں پچھلے سال میں لندن میں تھا انہیں دنوں میں اس لڑکے کو لندن پہنچا دیا وہاں جو وعظ ہوئے تھے ان کی کیسٹیں بس نے انہیں دیں اور ان سے کہا کہ اس میں آٹھ بغاوتیں ہیں یہ آپ سنیں، انہوں نے وہ کیسٹیں سنیں اور چونکہ پہلے سے یہاں مصالحہ لگتا رہا تھا اس لئے پرانی چوٹ ابھر آئی، اللہ کی محبت کی اس چنگاری کو شیطان نے بجھانے کی کوشش کی تھی مگر وہ

وعظ سن کر پرانی چوٹ ابھر آئی اسی وقت طے کر لیا کہ اب ڈاڑھی رکھوں گا، مجھے بتایا کہ میں نے آئندہ ڈاڑھی منڈانے کٹانے سے توبہ کر لی ہے۔ اس کے بعد لندن سے واپس کینیڈا پہنچ گئے شادی بھی ہو چکی تھی بیوی وہیں کینیڈا میں تھی۔ وہاں سے خط لکھا کہ میں نے ڈاڑھی پوری کرنے کا عزم کر لیا ہے بس اب وہ منزل کی طرف بڑھ رہی ہے کٹے گی نہیں، کچھ مدت وہاں ٹھہرنے کے بعد یہاں آئے تو ڈاڑھی کافی بڑھی ہوئی تھی پوری تو نہیں ہوئی تھی مگر بڑھ رہی تھی، یہاں بھی لکھ کر دیا کہ اب یہ ڈاڑھی نہیں کٹے گی ان شاء اللہ تعالیٰ، ایک خط میں بیوی کے بارے میں لکھا کہ اس نے شرعی پردہ کر لیا ہے۔ آج ان کا خط میرے سامنے آیا آئے ہوئے تو کئی دن ہو گئے ہوں گے میرے سامنے تو ترتیب سے ڈاک آتی ہے، ان کا خط پڑھ کر معلوم ہوا کہ اللہ نے اس لڑکے کو بہت بڑا زاہد بنا دیا ان کا قصہ سننے سے پہلے زاہد اور تارک دنیا کے معنی سن لیں۔ زاہد یا تارک دنیا کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کا ہر وہ نفع چھوڑ دے جس سے آخرت کا نقصان ہوتا ہو جس سے آخرت کا نقصان ہو وہ دنیا قبیح ہے ملعون ہے ملعون، اس سے جو شخص بچتا ہے وہ ہے تارک دنیا، اس طرح بچتے ہوئے خواہ وہ پوری دنیا کا بادشاہ بن جائے ہزاروں دنیا اس کے قبضے میں آجائیں، تخت سلیمانی مل جائے سلیمان علیہ السلام جیسی بادشاہت مل جائے تو بھی وہ تارک دنیا ہے۔ انہوں نے اپنے حالات میں لکھا ہے کہ کینیڈا پہنچنے کے بعد میں نے یہاں قانون کے مطابق اپنی قابلیت کے کاغذات تیار کر کے ملازمت کے لئے درخواست دی درخواست کے جواب میں چار کمپنیوں کی طرف سے مجھے ملازمت کے لئے بلایا گیا ان میں سے تین تو بینک کے ادارے تھے میں نے وہاں جانے سے انکار کر دیا کہ میں یہاں ملازمت نہیں کروں گا۔ آگے تھوڑی سی تشریح میں کر دوں کہ جس پر اتنی بڑی لعنت ہے، اللہ کا بندہ اسے کیسے قبول کر لے۔

سودخوری بہت بڑی لعنت:

جب بھی بینک یا سود کی بات آتی ہے تو میں اس بارے میں قرآن مجید کی ایک آیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ارشاد قصداً دہرایا کرتا ہوں تاکہ آپ لوگ انہیں زیادہ سے زیادہ آگے پھیلائیں یہ معلوم نہیں کہ پھیلا رہے ہیں یا نہیں، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں، سنئے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَذَرُوا۟ مَا بَقِىَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓا۟ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٧٨﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا۟ فَأْذَنُوا۟ بِحَرْبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ﴾ (پ ۳- ۲۷۸، ۲۷۹)

سود کی لعنت، سے بچانے کے لئے اعلان کی ابتداء یوں فرمائی: "يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟" اے ایمان کے دعویدارو میرے ساتھ عشق و محبت کے دعویدارو! ایمان کے معنی ہیں اللہ کے ساتھ عشق و محبت یہ ایمان کا حاصل ہے جس میں یہ نہیں اس میں ایمان نہیں۔ ایک آپریشن تو یہیں کر دیا کہ یا تو ایمان کے دعوے چھوڑ دو اور اگر ایمان کا دعویٰ کرتے ہو تو پھر سودی لین دین چھوڑ دو۔

ہمدم گلہ اختصار می باید کرد
یک کار ازین دو کار می باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید کرد
یا قطع نظر زیار می باید کرد

ارے دغا بازو، فریبیو! ایک کام کرو صرف ایک کام کرو یا ادھر یا ادھر یہ کیا ادھر بھی اور ادھر بھی ایک طرف کو چلو، اگر ایمان کے دعوے کرتے ہو، اللہ سے محبت کے دعوے کرتے ہو تو محبت کا ثبوت پیش کرو۔ محبت کا ثبوت کیا ہے کہ چوٹی سے لے کر ایڑی تک اپنے پورے حالات اپنے دوست اپنے محبوب یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کر

دو مردہ بدست زندہ بن جاؤ اگر ایسا کرتے ہو تو محبت کا دعویٰ صحیح ہے ورنہ غلط ہے جھوٹا ہے دنیا میں کوئی بھی ایسی محبت کو قبول نہیں کرتا کہ جس سے محبت کے دعوے کریں اس کی نافرمانیاں بھی کرتے رہیں۔ دنیا کے معاملے میں تو ہر انسان بڑا ہشیار ہے بہت ہشیار، کسی سے ایسی محبت کر کے دیکھ لیں کہ ارے یار! تیری محبت میں مرا جا رہا ہوں ارے یار! کچھ نہ پوچھ میں جب تک تجھے دیکھ نہ لوں پریشان رہتا ہوں نیند ہی نہیں ہوتی، آنکھیں ہر وقت تیری ہی طرف لگی رہتی ہیں میرے دوست تیری محبت نے تو مجھے مجنوں بنا دیا ہے مگر دیکھ تیری بات ایک بھی نہیں مانوں گا یا چلو وہ باتیں مان لوں گا جس میں مجھے مزا آئے دوسری ایک بھی نہیں مانوں گا کیا دنیا میں کوئی پاگل سے پاگل احمق سے احمق بھی اس محبت کو مانے گا؟

؎ دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سرا سر موم یا پھر سنگ ہو جا

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا یا تو اللہ کے رنگ کو قبول کر لے:

﴿ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿١٣٨﴾ ﴾ (پ۱ - ۱۳۸)

اپنے دل پر اللہ کا رنگ چڑھا لے اور اللہ کے رنگ سے زیادہ بہتر رنگ کون سا ہو سکتا ہے۔

عبادت کے معنی:

آیت کے آخر میں اسی اللہ کے رنگ کی تشریح اور تفسیر ہے:

﴿ وَنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿١٣٨﴾ ﴾ (پ۱ - ۱۳۸)

تقدیم ما حقہ التأخیر حصر کے لئے ہے فرمایا: ”لَهٗ عٰبِدُوْنَ“ ہم صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں صرف اللہ کی صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ عبادت کے معنی یہ

ہیں کہ پورے کے پورے اللہ کی رضا کے تابع ہو جاؤ۔ عبادت کے لغوی معنی ہیں کسی کے اتنا تابع ہو جانا کہ اپنی کوئی خواہش باقی نہ رہے سب کچھ کسی پر قربان کر دینا اسے عبادت کہتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ تو پڑھ لیا مگر احکام مانتے نہیں یا کچھ مان لئے کچھ نہیں مانے تو یہ عبادت نہیں، عبادت کے معنی مکمل طور پر غلام بن جانا مکمل طور پر فناء ہو جانا، اپنی سب خواہشات کو اللہ کی رضا میں فنا کر دیں: ''وَنَحْنُ لَهُ عَـٰبِدُونَ'' یہ ہے اللہ کا رنگ، اللہ تعالیٰ پوری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اپنا رنگ عطا فرما دیں۔

معبود صرف اللہ ہے:

فرمایا:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱدْخُلُوا۟ فِى ٱلسِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٢٠٨﴾ فَإِن زَلَلْتُم مِّنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ ٱلْبَيِّنَـٰتُ فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٠٩﴾﴾ (۲-۲۰۸، ۲۰۹)

ایمان کے دعوے کرنے والو! ''ٱدْخُلُوا۟ فِى ٱلسِّلْمِ كَآفَّةً'' پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے کوئی حالت تمہاری اسلام کے خلاف نہ ہو تو تمہارا ایمان کا دعویٰ قبول ہوگا پورے مکمل داخل ہو جاؤ اگر اسلام کے ایک لاکھ احکام میں سے ایک کو چھوڑ دیا باقی ننانوے ہزار نو سو ننانوے احکام پر عمل کرتے رہے اور ایک حکم کو چھوٹا یا معمولی سمجھ کر چھوڑ دیا کہ اب تو ہم بہت بڑے ولی اللہ بن گئے اگر یہ ایک حکم چھوڑ دیا تو کوئی بات نہیں، تو سن لو تم اسلام میں پورے داخل نہیں ہوئے اگر اسلام کے ہزاروں لاکھوں احکام میں سے کسی ایک کو چھوڑ دیا تو یہ شیطان کا اتباع ہے اسی لئے فرمایا:

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۚ﴾ (پ۲-۲۰۸)

شیطان کے پیچھے مت لگو شیطان کی تھوڑی سی بات بھی مت مانو پورے کے پورے اللہ کے بندے بن جاؤ تو مسلمان کہلاؤ گے ورنہ نہیں اور اگر اسلام کو سمجھنے کے بعد پھر بھی شیطان کا اتباع کرنے لگے کوئی کوئی بات شیطان کی بھی ماننے لگے کہ چلئے اسے بھی راضی کرلیں۔

؎ حج بھی کعبہ کا کیا اور گنگا کا اشنان بھی
خوش رہے رحمٰن بھی راضی رہے شیطان بھی

اگر یہ مذہب بنالیا کہ دونوں کو خوش رکھیں تسبیح بھی پڑھ لیا کرو، اتنے ہزار بار درود شریف بھی پڑھ لیا کرو، اشراق، چاشت، تہجد یہ کام بھی کرلیا کرو، عمرے اور حج بھی کرتے رہو، زکوٰۃ خیرات بھی اداء کرتے رہو مگر ساتھ ساتھ شیطان کو بھی خوش رکھو۔ مثال کے طور پر سب سے پردہ کرلیا گر ایک بہنوئی سے نہیں کیا، بہنوئی کی بہت خصوصیات ہیں تا ادھر کو کہیں لمبا بیان نہ چلا جائے، بہنوئی سے پردہ نہیں کیا یا اس سے بھی زیادہ خطرناک نندوئی یا دیور کو گلے کا زیور بنا رکھا ہے ایسے کچھ کچھ تھوڑا تھوڑا شیطان کو بھی خوش رکھو دنیا میں رہنا ہے تو شیطان کو بھی خوش کرنا پڑے گا۔

ع خوش رہے رحمٰن بھی راضی رہے شیطان بھی

یا کہیں کسی بینک والے کے ہاں ناشتہ کرلیا، اس کی گاڑی میں چلے گئے۔

رحمٰن کے ساتھ شیطان کو خوش کرنے والے:

کسی نے فون پر مجھ سے پوچھا کہ ہمارے پڑوسی بینک میں ملازم ہیں اگر میں ان کی گاڑی میں انہیں مسجد لے جاؤں تو مجھے ثواب ملے گا یا نہیں؟ میں نے کہا کہ آپ بینک والے کی گاڑی کیوں استعمال کررہے ہیں یہ تو حرام ہے، وہ خود نہیں چلا سکتا آپ کیوں اسے لے کر جائیں۔ بات جو صحیح ہوتی ہے نکل ہی جاتی ہے کہتا ہے اس کی لڑکیوں سے بھی میری کچھ بات چیت ہو جاتی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا فائدہ ہے کہ اس

کی لڑکیوں سے کچھ بات چیت ہو جاتی ہے آج اسی شخص نے پھر پوچھا کہ پڑوس میں اگر کوئی بینک والا ہو اس کا بچہ بیمار ہو تو میں اس بچے کو ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں یا نہ لے جاؤں؟ میں نے کہا کہ بچے کو لے جانے میں کیا حرج ہے۔ لے جائیں۔ کہتے ہیں کہ گاڑی بینک والے کی ہوگی۔ میں نے کہا کہ نہیں آپ بینک والے کی گاڑی میں نہ بیٹھیں وہ تو وہی لعنت والا کام ہو جائے گا۔ وہ کہنے لگا کہ بچہ بیمار ہے اسے بچانا ہے۔ میں نے کہا کہ بچے کو بچانے کے لئے آپ جہنم میں جا رہے ہیں۔ یہ کہاں کی عقل مندی ہے پھر بعد میں ایک بات خیال میں آئی کہ ان کا فون تو تقریباً روزانہ ہی آتا ہے یہ اسی فکر میں رہتا ہے کہ کوئی نہ کوئی ترکیب لگ جائے پڑوسی کی لڑکیوں سے بات کرنے کی، معلوم نہیں مجھ سے پوچھنے کا کیا مطلب ہے کہ میں کہہ دوں کہ ہاں لڑکیوں سے بات چیت کر لیا کرو اور ان سے تعلق رکھو شاید وہ یہ چاہتا ہوگا کہ دارالافتاء سے بینک والوں کی لڑکیوں کو استعمال کرنے کی اجازت مل جائے۔ اللہ کرے کہ کل ہی اس کا فون آ جائے تو میں اس سے کہوں گا کہ وہ بینک والا اپنے بیٹے کو خود ڈاکٹر کے پاس نہیں لے جا سکتا؟ اتنا تو میں نے کہہ دیا تھا کہ آپ اپنی گاڑی میں لے جائیں ان کی گاڑی میں کیوں لے جاتے ہیں احسان کرنا ہی ہے تو اپنی گاڑی میں لے جائیں یا کوئی ٹیکسی کر کے اس میں لے جائیں حرام آمدنی والی گاڑی کیوں استعمال کرتے ہیں؟ یہ ہے

ع خوش رہے رحمٰن بھی راضی رہے شیطان بھی

سود خوروں کو اللہ کی دھمکی:

"یایھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ" ایک آپریشن تو کیا کہ ایمان والے ہو یا نہیں پہلے تو یہ فیصلہ کرو۔ دوسرا آپریشن یہ کہ اگر ایمان کے دعوے کرتے ہو تو: اتقوا اللّٰہ۔ اللہ سے ڈرو جو اللہ سے نہیں ڈرتا اس کا ایمان نہیں جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ سے

ڈرنے کی علامت یہ ہے: وذروا ما بقی من الربو۔ اللہ نے جس چیز پر لعنت بھیجی ہے وہ چھوڑ دو سودی لین دین چھوڑ دو۔ تیسرا آپریشن: ان کنتم مؤمنین۔ پھر کہتا ہوں کہ یا تو ایمان کا دعویٰ چھوڑ دو اور اگر ایمان ہے تو سود کو چھوڑنا پڑے گا اللہ سے ڈرو۔ ایک آیت میں تین بار سخت تنبیہ کی، آگے چوتھی بار تو اتنی زبردست تنبیہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی تنبیہ ہو ہی نہیں سکتی: فان لم تفعلوا۔ اگر سودی لین دین نہ چھوڑو گے تو: فاذنوا بحرب من اللّٰہ ورسولہ۔ تو پھر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو جنگ کا اعلان ہے، کفر اور شرک کے سوا کوئی گناہ ایسا نہیں جس پر جنگ کا اعلان کیا گیا ہو مگر سود کی لعنت اتنی بڑی لعنت ہے کہ اس پر اللہ کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سود کا ایک درہم چھتیس زنا سے بدتر ہے۔'' (احمد، طبرانی فی الکبیر والاوسط)

ایک درہم ساڑھے تین گرام چاندی کا ہوتا ہے اندازہ لگائیں کہ اگر بینک والوں کے ہاں ایک ناشتہ کیا تو کتنے درہم کھا لئے کتنے سو زنا کر لئے ایک مجلس میں چند منٹوں میں کئی سو بدکاریاں کرلیں، کھلی بغاوت کر رہا ہے سب کے سامنے کر رہا ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ اسے حلال بھی سمجھ رہا ہے بعض لوگ تو اسے ثواب سمجھتے ہیں کہتے ہیں کہ جوڑ پیدا کرنے کے لئے کر رہے ہیں اس لئے ثواب ہے اور سنیں فرمایا:

''سود میں تہتر خرابیاں ہیں ان میں سے چھوٹی سے چھوٹی خرابی ایسی ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے بدکاری کرے۔'' (حاکم علی شرط الصحیحین)

جو لوگ سودی لین دین سے پرہیز نہیں کرتے رات دن رات دن علی الاعلان اپنی ماؤں سے بدکاریاں کرتے ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے ہیں۔

اللہ کی خاطر دنیا قربان کردی:

میں اس زاہد بچے کا قصہ بتا رہا تھا چار اداروں سے ملازمت کی پیش کش آئی تین تو بینک تھے، انہیں انکار کر دیا، انہوں نے لکھا ہے کہ یہاں میرے جاننے والے لوگ مجھے سمجھا رہے تھے بہت اصرار کر رہے تھے کہ یہ تو بہت بڑی ترقی ہے اسے مت چھوڑو کرلو کرلو آگے راہیں کھلیں گی، کہتے ہیں میں نے بالکل انکار کر دیا کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، چوتھا ادارہ جہاں مجھے بلایا وہ ہوائی جہاز کا ادارہ ہے اس میں مجھے متعین کرلیا گیا بعد میں پتا چلا کہ اس میں مسافروں کو اور عملے کو شراب بھی پلانی پڑے گی تو میں نے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ میرے ذمے ایسے کام لگاؤ جس میں شراب کا لین دین نہ ہو انہوں نے کہا کہ اگر ملازمت کرو گے تو یہ کام کرنا پڑے گا ورنہ تو ملازمت نہیں ہوسکتی آپ استعفاء دے دیں۔ میں نے پہلی فرصت میں استعفاء دے دیا اب اور کوئی ملازمت سامنے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت پر اتنی بڑی دنیا کو قربان کر دیا، بڑی بڑی ملازمتیں، بڑی بڑی تنخواہ، بڑا منصب، بڑے سے بڑا اعزاز سب کچھ قربان کر دیا خالی ہاتھ بیٹھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت کا امتحان لیا جا رہا ہے اللہ کے ہاں مقام حاصل کرنے کے لئے بڑے مناصب کو ملازمتوں کو، عزت کو، جاہ کو، مال کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا ایک اللہ کی محبت پر قربان کر دیا دنیا جاتی ہے تو جائے دنیا کی وقعت ہی کیا ہے کہ اللہ کی رضا کے مقابلے میں اسے لایا جائے۔ دوسرا سبق اس سے یہ حاصل ہوا کہ کبھی کہیں کسی مصلح باطن سے کسی وقت میں تھوڑا بہت تعلق ہو جائے تو بھٹکنے کے بعد بھی اللہ کی رحمت متوجہ ہو جاتی ہے، یہ درمیان میں بھٹک گئے ڈاڑھی منڈا دی اور علم دین حاصل کرنا چھوڑ دیا اس کے باوجود اتنا سا تعلق رکھا کہ باہر سے گزرتے ہوئے دارالافتاء کی زیارت کر جاتے تھے کہتے ہیں کہ دارالافتاء کی زیارت کرنے کے لئے اس کے سامنے سے گزرتا تھا اندر آنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی

بھنگیوں کی، یہودیوں کی عیسائیوں کی صورت بنا کر اندر کیسے آتا شرم آتی تھی اس لئے اندر آنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی باہر سے گزر جاتا تھا جن کے ساتھ محبت کا تعلق رہا چلئے ان کی گلی ہی سے گزر جائیں، مکان ہی پر نظر پڑ جائے۔ دوسری بات یہ رہی کہ چھپے ہوئے مواعظ پڑھتے رہے وعظ کی کیسٹیں سنتے رہے آخر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اس سے یہ سبق حاصل کریں کہ جس میں تھوڑی بہت کچھ نہ کچھ طلب رہے اپنی کوشش میں لگا رہے تو بھٹکنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت دستگیری فرماتی ہے۔ صحیح دیندار بننے کے لے وعظ ''علم کے مطابق عمل کیوں نہیں ہوتا؟'' ضرور پڑھتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو فکر آخرت عطا فرمائیں۔

وصل اللهم وبارك وسلم علي عبدك ورسولك محمد وعلى اٰله وصحبه اجمعين.

والحمد لله رب العلمين.

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ اُن کے لئے محبت پیدا کر دے گا (مریم: ۹۶)

شامتِ اعمال

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: شامتِ اعمال

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ:

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

شامتِ اعمال

(۲؍صفر ۱۴۱۱ھ)

﴿ وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٢٩﴾ ﴾

(پ۸ - ۱۲۹)

"وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم كما تكونون كذلك يؤمر عليكم" (در منثور)

حکومتوں کے تبدیل ہونے سے اسباق حاصل کریں ہر بات سے اپنی آخرت کی فکر پیدا کرنی چاہئے اور ایسے مواقع پر عمل کیا رہنا چاہئے اس بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ پاکستان میں تو ہر ایک دو سال بعد حکومت تبدیل ہوتی ہے۔ ایک کافر نے کسی وقت میں یہ کہا تھا کہ میں جتنے پاجامے بدلتا ہوں پاکستان میں وزارتیں حکومتیں اس سے زیادہ بدلتی ہیں۔ دھوتی لگانے والا مشرک یہ کہتا ہے۔ حکومتیں تو جلدی جلدی بدل ہی رہی ہیں ساتھ یہ بھی کہ عوام ہر حکومت کے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ یہ حاکم بڑا ظالم ہے اسے ہٹاؤ، اسے ہٹا کر یوم نجات منایا اس کے باوجود جو آیا تو وہ اس سے بھی زیادہ ظالم، تیسرا اس سے زیادہ، چوتھا اس سے بھی زیادہ۔

ایک غلام کا قصہ ہے کہ اس کا مالک خود تو میدے کی روٹی کھاتا تھا غلام کو چھنے

ہوئے آٹے کی روٹی کھلاتا تھا، غلام نے بہت احتجاج کیا کہ یا تو مجھے بھی میدے کی روٹی کھلاؤ ورنہ مجھے فروخت کردو مالک نے اسے فروخت کر دیا۔ اب جو مالک ملا وہ خود تو چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھاتا غلام کو ان چھنے آٹے کی روٹی کھلاتا، غلام نے یہاں بھی اصرار کیا کہ جو خود کھاتے ہو وہی مجھے بھی کھلاؤ ورنہ مجھے بیچ دو۔ مالک نے کسی اور کو بیچ دیا وہ خود تو چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھاتا غلام کو بھوسی کی کھلاتا، غلام نے بہت شور کیا ارے یہ حاکم تو بڑا ظالم ہے اس سے بھی بیچنے کا مطالبہ شروع کر دیا، اس نے بیچ دیا۔ اب جو مالک ملا وہ خود تو کھاتا بھوسی کی روٹی اور اسے کھانے کو کچھ نہیں دیتا تھا، اس کا سر مونڈھ کر اس پہ چراغ رکھ کر کتاب دیکھتا تھا اب وہ سر بھی نہیں ہلا سکتا کیونکہ چراغ گر جائے گا تو پٹائی ہوگی۔ غلام کی یہ حالت دیکھ کر کسی نے کہا کہ اللہ کے بندے! تجھے پہلے مالک پہ صبر نہ آیا وہاں تو اچھی حالت میں تھا چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھاتا تھا، دوسرے کے پاس بھی تجھے اطمینان نہ ہوا تجھے ان چھنے آٹے کی روٹی کھلاتا تھا تو وہاں بھی شور کرتا رہا پھر تیسرے کے پاس بھی تو احتجاج کرتا رہا حالانکہ وہاں بھوسی ہی سہی کچھ تو کھاتا تھا اور اب یہ حال ہے کہ مالک تیرا سر مونڈ کر چراغ رکھتا ہے اور کھانے کو کچھ بھی نہیں دیتا تو بھوکا مر رہا ہے پھر یہ کہ ہل بھی نہیں سکتا تو اب تو صبر سے کیسے بیٹھا ہوا ہے؟ غلام نے جواب میں کہا کہ گذشتہ تجارب نے ثابت کر دیا کہ اگر میں نے آئندہ بھی خود کو بیچنے کا مطالبہ کیا تو پھر مالک ایسے ملے گا جو میری آنکھ میں بتی ڈال کر جلائے گا اس لئے اب میں یہاں صبر سے بیٹھا ہوا ہوں۔

اگر اللہ کی نافرمانی نہیں چھوڑی تو ہر آنے والا کوڑا پہلے کوڑے کی بنسبت زیادہ برسے گا یہ میرے اللہ کا فیصلہ ہے:

﴿ وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٢٩﴾ ﴾

(پ۸ - ۱۲۹)

یہ ہمارا دستور ہے جو ابتدائے آفرینش سے ہے اور قیامت تک چلتا رہے گا کہ

ہم ظالموں کو ظالموں سے مرواتے ہیں اس لئے کہ یہ نافرمان ہیں نافرمان۔ ظالم کے معنی صرف یہ نہیں کہ دوسروں پر ظلم کرے بلکہ سب سے بڑا ظالم تو وہ ہے جو اپنے اوپر ظلم کرے اللہ کی نافرمانی کر کے جہنم میں جائے اس سے بڑا ظالم کون ہوگا۔ لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے نافرمانیوں کی وجہ سے، بغاوتوں کی وجہ سے میں ظالموں کو ظالموں سے پٹواتا رہوں گا خوب بجاؤ ایک دوسرے کو خوب لگاؤ ہمارے عذاب کا کوڑا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ ظالموں کو ظالموں کے ذریعہ عذاب دینے میں کئی حکمتیں ہیں، ایک حکمت تو یہ ہے کہ ایک مارتے مارتے تھک گیا تو اللہ تعالیٰ دوسرے کو مسلط فرما دیتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ''کل جدید لذیذ'' ہر نئی چیز مزیدار ہوتی ہے تو کوڑا بھی ذرا پرانا ہوگیا مارنے والا بھی پرانا ہوگیا اب مارنے والا بھی نیا ہو اور کوڑا بھی نیا۔ تیسری حکمت یہ کہ مارنے والا بھی تو نافرمانوں میں سے ہی ہے اسے بھی تو لگانا ہے اس لئے اس کی جگہ کسی اور کو مسلط فرما دیتے ہیں تاکہ کوئی نافرمان ٹھکائی سے نہ بچ سکے۔ فرمایا:

﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم بَدَّلْنَٰهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا۟ ٱلْعَذَابَ﴾ (پ۵-٥٦)

اہل جہنم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب انہیں جہنم میں ڈالا جائے گا اور آگ سے ان کی کھالیں جل جانے کی وجہ سے عذاب کا احساس کم ہونے لگے گا تو اللہ تعالیٰ انہیں پھر نئی کھال دیں گے تاکہ عذاب میں کمی نہ آنے پائے، ایسے ہی نافرمان لوگ اللہ کی نافرمانیوں سے باز نہیں آتے پھر انہیں عذاب کے کوڑے لگتے لگتے جب عادت ہونے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ نئے سرے سے نیا کوڑا لگاتے ہیں، بات سمجھ میں آئی، چودہ اگست کو یوم نجات منانے والو! حکومتیں تبدیل ہونے پر یوم نجات منانے والو! یوم نجات تو جب بنے گا جب آپ گناہ چھوڑ دیں گے ورنہ وہ تو عذاب ہی عذاب ہے مصیبت ہی مصیبت ہے، چند دنوں میں پھر چلائیں گے کہ یا اللہ! اس سے نجات

دے، یا اللہ اس سے نجات دے، گناہ چھوڑے بغیر جو یوم نجات منائے جائیں گے وہ یوم نجات نہیں بلکہ سارے ماتم کے دن ہیں۔

اعمالکم عمالکم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہوں کا مالک ہوں اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں، میرے بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں میں ان کے بادشاہوں کے دل میں ان کی طرف رحمت اور شفقت سے متوجہ کر دیتا ہوں اور بندے جب میری نافرمانی کرتے ہیں میں ان کی طرف بادشاہوں کے دل غصہ اور انتقام سے متوجہ کر دیتا ہوں سو وہ انہیں سخت عذاب چکھاتے ہیں اس لئے خود کو بادشاہوں پر بددعاء میں مشغول نہ کرو بلکہ خود کو ذکر اللہ اور تضرع میں مشغول کرو تاکہ میں تمہیں تمہارے بادشاہوں کے مظالم سے محفوظ رکھوں۔'' (مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث ہے:

''بے شک تمہارے اعمال تم پر حاکم بنائے جاتے ہیں اور جیسے تم ہو گے ویسے ہی تم پر حاکم مسلط کئے جائیں گے۔'' (المقاصد الحسنۃ: ۳۲۶)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فیصلہ ہے کہ جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسی ہی تم پر حکومت متعین فرمادیں گے یہ اپنے اعمال کا ثمرہ ہے، جسے کسی حاکم کے بارے میں اعتراض ہو کہ یہ ایسا برا حاکم ہم پر مسلط ہوگیا تو اس حاکم کو برا کہنے کی بجائے آئینہ پاس رکھا کرے جیسے ہی خیال آئے آئینہ دیکھ لیا کرے کہ ارے ارے! یہ تو بالکل میں ہی ہوں۔ بس جو حاکم آئے جو آئیں گے، جو ہوا جو ہوگا وہ مسلمانوں کے اعمال ہیں

اعمال، اگر صالح حکومت لانا چاہتے ہیں تو جب تک بداعمالیاں نہیں چھوڑیں گے یہ نہیں ہوسکتا جیسے اعمال ہوں گے ویسی ہی حکومت آئے گی۔

ایک شیر جنگل میں رہتا تھا، جنگل کے دوسرے چھوٹے چھوٹے جانوروں کو پریشان کرتا تھا کبھی کسی کو چیر دیا کبھی کسی کو کھا گیا۔ جانوروں نے اپنے دو تین نمائندے شیر کے پاس بھیجے انہوں نے شیر سے کہا کہ روزانہ ہم میں سے ایک ایک آپ کی خدمت میں خود ہی پہنچ جایا کرے گا آپ زحمت نہ فرمایا کریں۔ سیاست کے طور پر یہ متعین ہوگیا کہ کبھی کوئی آگیا کبھی کوئی آگیا، ایک خرگوش کو متعین کردیا گیا کہ وہ روزانہ ایک جانور شیر کے پاس لایا کرے، وہ بے چارے جاتے رہے ایک ایک کرکے وقت آتا رہا ایک بار ایک خرگوش کی باری تھی اس نے ذمہ دار خرگوش سے کہا کہ ایسا کرو ذرا دیر سے جاؤ اس کے بعد پھر دیکھیں گے کوئی ترکیب لڑاتے ہیں کیونکہ اگر ایک ایک کرکے سارے جانور شیر کھاتا رہا تو سارا جنگل خالی ہو جائے گا اس تجویز کے مطابق خرگوش بہت دیر سے گیا۔ شیر بہت ہی زیادہ غصہ میں تھا کہ یہ بڑے بدعہد ہیں وعدہ کیا تھا کہ روزانہ میری خوراک بننے کے لئے کوئی نہ کوئی آیا کرے گا آج ابھی تک نہیں آیا دیکھئے آج آتا ہے تو میں پھر کیسے خبر لیتا ہوں، بہت غصے میں تھا، خرگوش پہنچا تو شیر غصے میں بپھرا ہوا تھا، خرگوش نے کہا حضور! پہلے میری ایک عرض سن لیجئے۔ شیر نے کہا بتاؤ کیا ہے۔ خرگوش کہنے لگا کہ جنگل میں ایک شیر بالکل آپ جیسا ہی ہے، ہم دو آرہے تھے تو ایک کو اس نے جھپٹ لیا میں جلدی سے بھاگ کر آپ کو اطلاع کرنے کے لئے آیا ہوں، حضور! اگر آپ کو جنگل پر حکومت چاہئے اور یہ کہ روزانہ کوئی نہ کوئی جانور آپ کا لقمہ بنتا رہے تو پھر پہلے اس شیر کا کچھ انتظام کریں۔ شیر کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا کہنے لگا اچھا جنگل میں میرا کوئی شریک بھی ہے؟ خرگوش نے کہا ہاں ہاں آیئے میں آپ کو دکھاتا ہوں اس نے اسے کنویں پر لے جا کر کہا کہ وہ شیر اس کے اندر ہے جھانک کر دیکھیں، جب شیر کنویں میں جھانکنے کے لئے آگے بڑھا تو خرگوش

کہتا ہے حضور! مجھے ذرا اپنی بغل میں دبا لیں۔ تاکہ وہ مجھے نہ دبوچ لے شیر نے اسے بغل میں دبا لیا آگے بڑھ کر کنویں میں جھانکا تو کنویں میں شیر نظر آیا جس کی بغل میں ایک خرگوش تھا۔ خرگوش بولا کہ دیکھو وہ ہے تیرا شریک اور اس کی بغل میں وہ خرگوش بھی ہے جو مجھ سے چھین کر لے گیا تھا۔ جب ہوس بڑھتی ہے تو عقل رخصت ہو جاتی ہے شیر نے یہ نہ سوچا کہ یہ خرگوش کو اب تک بغل میں دبا کر بیٹھا ہے اسے کھایا کیوں نہیں۔ اس نے سمجھا کہ واقعۃً کنویں میں شیر ہے اس نے خرگوش کو چھوڑا اور کود گیا کنویں میں شیر کو مارنے کے لئے۔ خرگوش نے جا کر سارے جنگل میں اعلان کر دیا کہ تمہارے بادشاہ کا خاتمہ کر آیا ہوں مبارک ہو مبارک ہو۔

قصہ بتانے سے مقصد یہ ہے کہ وہ شیر بظاہر دوسرے پر حملہ کر رہا ہے لیکن درحقیقت خود اپنے اوپر حملہ کر رہا ہے اسی طرح حاکموں کو برا کہنا، حکومتوں کو برا کہنا، دوسروں پر طعن و تشنیع کرنا برا کہنا یہ بظاہر حملے کر رہے ہیں دوسروں پر باتیں کر رہے ہیں دوسروں کی لیکن دراصل یہ ان کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ (۱۳ - ۱۱)

جب تک لوگ اپنے اندر بداعمالیاں پیدا نہیں کرتے اللہ کبھی ایسی ہی سزا نہیں دیتا۔ قرآن پر ایمان ہے تو، ارے! وہ بات پھر ادھر کو جا رہی ہے اس لئے کہ اگر آج کے مسلمان کو قرآن پر ایمان ہوتا تو پھر بات بہت آسان تھی پھر تو اشارہ بھی کافی تھا بنیادی بات یہ ہے کہ قرآن پر ایمان نہیں بس قرآن سے تعلق اتنا رکھا ہوا ہے کہ خوانیاں کرواؤ، لڈو کھاؤ، چائے پیو، دعا کر لیجئے یا اللہ! قرآن پر ایمان عطا فرما، قرآن کی حقیقت ہمارے دلوں میں اتار دے، محبت قرآن، لذت قرآن، اطاعت قرآن، قرآن مجید پر عمل کی توفیق عطا فرما، نافرمانیوں سے بچا لے۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جہاں کہیں حکومت کے بارے میں خیال آئے کہ یہ حکومت ظالم ہے، حقوق ادا نہیں کرتی، کسی بھی قسم کی کوئی خرابی ہو تو اسے زائل کرنے کا

یہ طریقہ نہیں کہ شکایتیں کرتے رہو، ہنگامے کرتے رہو، جلوس نکالو، ہڑتالیں کرو، اس کا طریقہ یہ ہے کہ سب اللہ کی نافرمانی چھوڑ دیں جب نافرمانیوں سے توبہ کریں گے تو اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی، صالح اقتدار آئے گا ورنہ نہیں، نافرمانی چھوڑے بغیر راحت وسکون نہیں مل سکتا یہ اللہ کا اعلان ہے:

﴿ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىٓ أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ ءَايَٰتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ ٱلْيَوْمَ تُنسَىٰ ﴿١٢٦﴾ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنۢ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِۦ ۚ وَلَعَذَابُ ٱلْءَاخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَىٰٓ ﴿١٢٧﴾ ﴾ (پ١٦- ١٢٤ تا ١٢٧)

ترجمہ: ”اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا کرکے اٹھائیں گے وہ کہے گا کہ اے میرے رب! آپ نے مجھے اندھا کرکے کیوں اٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا۔ ارشاد ہوگا کہ ایسے ہی تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسے ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا اور اسی طرح اس شخص کو ہم سزا دیں گے جو حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور واقعۂ آخرت کا عذاب ہے بڑا سخت اور بڑا دیرپا۔“

پانچ کام:

حکومتوں اور حکام کو برا کہنے کی بجائے یہ پانچ کام کریں نمبروار بتاتا ہوں انہیں خوب یاد کرلیں خود بھی ان پر عمل کریں اور دوسروں تک بھی زیادہ سے زیادہ پہنچانے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور قدرت سے توفیق عطا فرمائیں۔

① اپنی بداعمالیوں کا اقرار کریں:

اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کریں کہ یا اللہ! دنیا میں جتنے فتنے فسادات ہیں جو کچھ وبال اور عذاب آ رہے ہیں جو مصائب نازل ہو رہے ہیں یہ سارے کے سارے ہماری بداعمالیوں اور ہمارے کرتوتوں پر وبال اور عذاب ہیں، اس کا اقرار کریں اور اقراری مجرم بنیں، ہر شخص اپنے اعمال کو دیکھے جو شخص خود کو پاک سمجھتا ہے اور دوسروں کے گناہوں پر نظر رکھتا ہے وہ تو سب سے بڑا مجرم ہے ہر شخص اپنے اعمال کا محاسبہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ دنیا میں آفات و مصائب انسانوں کی نافرمانیوں اور گناہوں کا نتیجہ ہیں گناہوں کو چھوڑ کر اور نافرمانیوں سے توبہ کر کے اگر انہیں راضی کر لیا جائے تو وہ دنیوی راحت و سکون کے تمام اسباب کو موافق بنا دیتے ہیں اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد سنئے:

﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝٤١ ﴾ (پ۲۱ - ۴۱)

تَرجَمۃ: ”خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا مزا انہیں چکھا دے تاکہ وہ باز آ جائیں۔“

اس آیت میں صریح فیصلہ مذکور ہے کہ بحر و بر یعنی سمندر اور خشکی میں آنے والی تمام آفات انسانوں کی بداعمالیوں کی پاداش ہیں پھر فرمایا کہ یہ پوری سزا نہیں بلکہ کچھ نمونہ ہے پوری سزا تو آخرت میں ملے گی، دنیا دار جزاء نہیں اس کے باوجود اس میں کچھ مزا چکھا دیتے ہیں۔ دنیا میں آفات و مصائب کے طوفان دیکھ کر اندازہ لگائیے کہ یہ مصائب جب کہ پوری سزا نہیں تو بداعمالیوں اور گناہوں کی طغیانی کس حد تک ہے

اوران کی پوری سزا کا کیا عالم ہوگا؟ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَآ أَصَٰبَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُواْ عَن كَثِيرٍ ﴿٣٠﴾ ﴾ (پ۲۵ ـ ۳۰)

تَرجَمۃ: ''اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے کاموں سے اور بہت سے تو وہ درگزر کر ہی دیتا ہے۔''

اس آیت میں بھی یہی ارشاد ہے کہ اکثر بداعمالیوں سے تو وہ دنیا میں درگزر ہی فرمادیتے ہیں، دنیا میں جو مصائب نظر آرہے ہیں وہ بعض گناہوں کی پاداش ہیں اس کے باوجود دنیا میں اتنے مصائب، اتنی آفات، اتنی پریشانیاں اس سے اندازہ لگائیں کہ گناہ کتنے زیادہ ہیں۔

۲ استغفار کریں:

تمام باطنی اور ظاہری گناہوں سے استغفار کریں توبہ کریں، خاص طور پر جو گناہ معاشرے میں اس طرح داخل ہوگئے کہ انہیں گناہوں کی فہرست ہی سے نکال دیا گیا، ان گناہوں میں مبتلا مسلمان اللہ کے باغی ہیں کیونکہ یہ کھلی نافرمانیاں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کل امتی معافی الا المجاهرین'' (صحیح بخاری)

تَرجَمۃ: ''میری پوری امت کو معاف کیا جاسکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی علانیہ بغاوت کرنے والوں کو ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ کی کھلی بغاوتیں یہ ہیں:

❶ ڈاڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا، کٹانا یا منڈانا، دل میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت تو ایمان کہاں؟

❷ شرعی پردہ نہ کرنا۔ وہ قریبی رشتہ دار جن سے پردہ فرض ہے یہ ہیں:

① چچازاد ② پھوپھی زاد ③ ماموں زاد ④ خالہ زاد ⑤ دیور ⑥ جیٹھ ⑦ نندوئی ⑧ بہنوئی ⑨ پھوپھا ⑩ خالو ⑪ شوہر کا بھتیجا ⑫ شوہر کا بھانجا ⑬ شوہر کا چچا ⑭ شوہر کا ماموں ⑮ شوہر کا پھوپھا ⑯ شوہر کا خالو۔

❸ مردوں کا ٹخنے ڈھانکنا۔

❹ بلاضرورت کسی جاندار کی تصویر کھینچنا، کھنچوانا، دیکھنا رکھنا اور تصویر والی جگہ جانا۔

❺ گانا باجا سننا۔

❻ ٹی وی دیکھنا۔

❼ حرام کھانا جیسے بنک اور انشورنس کی کمائی۔

❽ غیبت کرنا اور سننا۔

یہ تو ظاہری گناہ ہیں ان کے علاوہ باطنی گناہ جیسے کبر، عجب، حسد، ریاء، حب مال، حب جاہ وغیرہ ان سب گناہوں سے استغفار کریں۔

③ ہمت بلند کریں:

آئندہ کے لئے گناہ چھوڑنے اور گناہوں سے بچنے کے لئے ہمت بلند کریں پکا عزم کریں پکا ارادہ کریں کہ آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں گے اللہ تعالیٰ کی چھوٹی بڑی کوئی نافرمانی نہیں کریں گے۔

④ دعاء:

اس دعاء کا معمول بنائیں کہ یا اللہ، تو ہمیں سب ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما، آئندہ کے لئے ہماری حفاظت فرما۔ ہمت پہلے دعاء بعد میں اس لئے کہ ہمت کے بغیر دعاء قبول نہیں ہوتی۔ یہ دعاء خاص طور پر جاری رکھیں کہ جو کچھ بھی ہو جیسے بھی ہو اس کے اسباب کچھ بھی ہوئے اس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ ایسا مقدر فرمائیں کہ تمام امت مسلمہ کے حق میں نافع اور مفید ہو۔

⑤ تبصروں میں وقت ضائع نہ کریں:

حکومتیں بدلنے کے مواقع پر لوگ خبریں سن سن کر تبصرے کرتے رہتے ہیں ان حالات میں اچھے اچھے لوگ بھی وقت بہت ضائع کرتے ہیں یہ صحیح طریقہ نہیں وقت ضائع کرنے کی بجائے دنیا کے طلب گاروں کے حالات سے اسباق حاصل کئے جائیں، ہمت پیدا کی جائے، ایک تو اس طریقے سے کہ وہ لوگ ہمت کر رہے ہیں جل رہے ہیں مر رہے ہیں جانیں دے رہے ہیں، اقتدار کی ہوس میں دنیا طلب کرنے میں یہ لوگ کتنی محنتیں کرتے ہیں رات دن رات دن کوشش محنت، آرام نہیں کرتے بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں چلا چلا کر چلا چلا کر گلے بیٹھ گئے، پہلی بات تو یہ کہ یہ طریقہ ہی بتاتا ہے کہ یہ لوگ حکومت کے قابل نہیں حاکم بھی کبھی ایسے کام کرتا ہے جن لوگوں میں انسانیت ہی نہ ہو وہ حکومت کیا کریں گے، یہ الگ بات ہے کہ گدھوں پر بڑے گدھے کی حکومت، کتوں پر بڑے کتے کی حکومت یہ تو کہہ سکتے ہیں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ لوگ اپنی ہوس کے لئے کتنی محنت کرتے ہیں تو آپ یہ سوچیں کہ ان کے بارے میں تبصرے کر کے اپنا نقصان کیوں کر رہے ہیں جو ہونا ہوگا ہو جائے گا بلکہ اس موقع پر تو رجوع الی اللہ زیادہ سے زیادہ ہونا چاہئے کہ یا اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما ہم پر رحم فرما اور اچھے حاکم مقدر فرما۔ یہ سوچیں کہ ان لوگوں کے بارے میں تبصرے کرنے میں آپ کا فائدہ ہے یا نقصان اگر آپ کا کوئی محبوب لیڈر برسر اقتدار آگیا تو بھی آپ کو کچھ نہیں ملے گا وہ جیسے دوسروں کو بجائے گا آپ کو بھی ساتھ ہی بجائے گا اور اگر آپ کا محبوب لیڈر ناکام ہو گیا تو پھر بھی آپ کا کوئی نقصان نہ ہوگا، نہ کسی کے آنے میں آپ کا نفع نہ کسی کے نہ آنے میں آپ کا نقصان، اگر نفع و نقصان ہے تو اس میں ہے کہ آپ نے اللہ کی نافرمانی چھوڑی یا نہیں چھوڑی۔ وہ لوگ دنیا کی ہوس میں رات دن محنتیں کر رہے ہیں اور آپ ان پر فضول تبصرے کر کے اپنی دنیا اور

آخرت کا نقصان کر رہے ہیں۔

دنیا غیر اختیاری آخرت اختیاری:

دوسری بات یہ ہے کہ جس کام کے لئے وہ ہمت کر رہے ہیں مجاہدے، مشقتیں، محنتیں برداشت کر رہے ہیں وہ کام اختیاری نہیں اس کا حاصل کرنا ان کے اختیار میں نہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محنت کرنا، جنت حاصل کرنے کے لئے محنت کرنا، جہنم سے بچنے کے لئے محنت کرنا اس کے نتائج اللہ نے انسان کے اختیار میں دیئے ہیں اللہ کا وعدہ ہے کہ جو بھی اللہ کے راستے میں کوشش کرے گا اللہ یقیناً یقیناً یقیناً دستگیری فرمائے گا اور اسے کامیاب کرے گا:

﴿ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾ ﴾ (پ۲۱-۶۹)

ترجمہ: ''اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقت برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنے راستے ضرور بالضرور دکھائیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے۔''

جو لوگ بھی ہیں راضی کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں ''لَنَهْدِيَنَّهُمْ'' یقیناً یقیناً، نون ثقیلہ لام تاکید اور لام تاکید جواب قسم میں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں یقیناً ان پر اپنے راستے کھول دوں گا ایک راستہ نہیں بلکہ راستے ''لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا'' اللہ کا وعدہ ہے کہ طلب دنیا میں مرنے مارنے والوں کی عمریں کھپ جائیں تو بھی ضروری نہیں کہ انہیں دنیا مل بھی جائے اور اللہ کی رضا کے لئے جو محنت کرتے ہیں انہیں یقیناً اپنے مقصد میں کامیابی ہوتی ہے:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ﴿١٨﴾ ﴾ (پ۱۵-۱۸)

یہ ضروری نہیں کہ ہم دنیا کے طالب کو دنیا دے بھی دیں اور وہ جتنی مانگے اتنی دیں بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ بھی نہ دیں ایسے ہی مرتا رہے، ہم جسے چاہیں گے دیں گے جسے چاہیں گے نہیں دیں گے اور جسے دیں گے وہ اس کی چاہت اور خواہش کے مطابق نہیں بلکہ اپنی مرضی سے دیں گے۔

یا اللہ! تو ہم سب کو صحیح معنی میں دنیا اور آخرت کی آفات و مصائب سے نجات عطاء فرما دے، یا اللہ! ہم تجھ سے قاعدے کے مطابق نجات کی دعا کر رہے ہیں، قاعدہ کیا؟ ہم سب کو صحیح معنی میں مسلمان بنا دے، ہر قسم کے ظاہری و باطنی گناہوں سے سچے دل سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرما اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح محبت عطاء فرما ایسی محبت عطاء فرما کہ چھوٹے سے چھوٹے گناہ کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔

وصل اللهم وبارك وسلم على عبدك ورسولك محمد وعلى اله وصحبه اجمعين۔

والحمد لله رب العلمين۔

اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ (البقرہ ۱۸۹)

قوی مومن اللہ کے ہاں ضعیف مومن سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے (صحیح مسلم)

طریقِ اصلاح

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: طریقِ اصلاح

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ:

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

طریق اصلاح

(۱۴ رجب ۱۴۱۷ھ)

﴿أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَٰتِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾﴾ (پ ۱۱ - ۶۲ تا ۶۴)

دو اصلاح طلب موضوع:

اصلاح باطن کے بارے میں دو موضوع بہت مدت سے خیال میں آتے رہتے ہیں کہ ان کی اصلاح بہت ضروری ہے بالآخر اب تین چار مہینوں سے یہ فتنہ بہت زیادہ بڑھ گیا تو بہت شدت سے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ان دونوں کی کچھ تفصیل بتائی جائے۔

① مقامات کی طرف توجہ:

ایک تو ہے تشریح مقامات، سالک پر گزرنے والے حالات میں سے بعض کو تصوف کی اصطلاح میں ''مقامات'' کہا جاتا ہے، اس لئے ان مقامات کی تشریح کی

جاتی ہے کہ فلاں مقام کا کیا مطلب، فلاں کا کیا مطلب، پھر اس کی تحصیل کے طریقے کہ یہ مقام ایسے حاصل ہوتا ہے اور یہ ایسے حاصل ہوتا ہے اور اس کی علامات بتائی جاتی ہیں کہ یہ علامت پائی جائے تو سمجھ لیں کہ آپ کو یہ مقام حاصل ہوگیا۔

۲ ازالۂ رذائل وتحصیل فضائل:

دوسرا موضوع ہے ازالۂ رذائل وتحصیل فضائل۔ رذائل کیا کیا ہیں ان کے نام، ان کی تشریح اور ان کے ازالہ کی تدابیر فضائل کیا کیا ہیں، ان کے نام، ان کی تشریح اور ان کی تحصیل کے طریقے۔ یہ دو موضوع ہیں۔

مقامات کی طرف توجہ مضر ہے:

ان میں سے جو پہلا موضوع ہے یعنی مقامات کے نام پھر ان کی تشریح پھر ان کی تحصیل کے طریقے اور کامیاب ہوجانے کی علامات، یہ موضوع بہت خطرناک ہے بہت ہی خطرناک یہ جاننے کی کوئی ضرورت نہیں کہ آپ فلاں مقام پر ہیں یا فلاں مقام پر، سیدھے سیدھے مقصد کی طرف چلتے جائیں مقصد ہے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا، دنیا کی محبت دل سے نکل جائے اللہ تعالیٰ کی محبت اور آخرت کی فکر پیدا ہو جائے، اصل مقصد ہے رضائے الٰہی ادھر کو چلتے جائیں درمیان میں کن کن مقامات پر آپ کا گزر ہوا اور اس وقت آپ کس مقام پر ہیں اور ان مقامات کی تشریح کیا ہے، یہ مباحث بہت سخت مضر ہیں۔ ایک چھوٹا سا ضرر بتادوں، مثال کے طور پر آپ مکہ مکرمہ جانا چاہتے ہیں راستے میں مختلف مقامات پر آپ کا گزر ہوگا، کہیں سمندر پر، کہیں پہاڑوں پر، کہیں خشکی پر، کہیں سبزے پر، کہیں بہت خوبصورت شہروں پر، مختلف جگہوں پر گزر ہوگا۔ آپ کو مکہ پہنچنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ ہوائی جہاز کے کل پرزے درست ہوں اور پائلٹ ماہر قابل اعتماد ہو، یہ دونوں شرطیں موجود ہوں تو جہاز میں بیٹھ کر آرام سے بے فکر ہوکر سو جایئے مکہ پہنچ جائیں گے۔ اور اگر یہ سوچنے لگے کہ اب جہاز کہاں

پہنچا، اب کہاں پہنچا، اب فلاں سمندر پر ہے، اب فلاں ریگستان پر ہے، اب فلاں پہاڑ پر ہے، اب فلاں فلاں باغ پر سے گزر رہا ہے، اب بہت اچھے اچھے شہروں پر گزر رہا ہے، یہ فلاں شہر ہے اور یہ فلاں۔ ایسا سوچنے سے اگر کسی کو یہ شوق ہو جائے کہ ذرا یہ شہر دیکھ لوں، یہ باغ دیکھ لوں، ہوائی جہاز سے تو خیر شوق ہی کرتے رہیں گے اتر تو سکتے نہیں اور اگر بذریعہ خشکی جا رہے ہوں راستہ میں کوئی مچھلی خانہ آگیا اسے دیکھنا شروع کر دیا، کہیں کوئی شہر آگیا تو اس کا چڑیا گھر دیکھنا شروع کر دیا، مختلف تفریح گاہوں کو دیکھنا شروع کر دیا کہیں سمندر آگیا تو اس میں نہانے کا شوق پیدا ہو گیا، کہیں کوئی باغ آگیا تو اس کے پھل وغیرہ کھانے کا شوق ہو گیا پھر تو آپ مکہ پہنچنے سے رہے، راستے میں ہی ایسی چیزوں میں ساری عمر کھپا دیں گے، ہو سکتا ہے ایسا دل لگ جائے کہ بس یہیں رہ پڑو، جیسے گرو اور چیلے کو ''انیاؤ پور'' میں رہنے کا شوق ہو گیا تھا۔

انیاؤ پور:

انیاؤ پور کے معنی ہیں بے انصافی سے بھرا ہوا، ''نیاؤ'' کے معنی انصاف، اس سے پہلے ''ان'' نافیہ ہے جیسے ''انجان'' میں ہے، انیاؤ پور کے معنی ''ناانصافی سے بھرا ہوا'' اس شہر کے راجہ نے ہر چیز ایک ہی بھاؤ کر رکھی تھی جس بھاؤ میں سونا اسی بھاؤ میں دال، وہاں سے گرو چیلے کا گزر ہوا چیلے نے جب دیکھا کہ گھی بہت سستا ہے تو کہنے لگا کہ کچھ دن یہاں ٹھہریں گھی کھا کر ذرا طاقتور ہو جائیں، گرو نے سمجھایا کہ بیٹا! جہاں کھری کھوٹی ایک بھاؤ تلتی ہو وہ شہر رہنے کے قابل نہیں۔ چیلے نے کہا کہ حضور! تھوڑے سے دن تو ٹھہر جائیں پھر چلے جائیں گے، گرو نے اجازت دے دی، ٹھہر گئے! اتنے میں وہاں ایک چوری ہو گئی، دو چور کسی مکان میں چوری کرنے گئے ایک نے نقب لگائی دوسرا پہرے داری کے لئے دور کھڑا رہا، نقب لگانے والے پر مکان کی دیوار گر گئی اور وہ مر گیا۔ دوسرے ساتھی نے راجہ کے ہاں مقدمہ دائر کر دیا کہ ہم دو

ساتھی چوری کرنے گئے تھے تو نقب لگانے والے پر مکان کی دیوار گر گئی جس سے میرا ساتھی مر گیا صاحب مکان نے ایسی کمزور دیوار کیوں بنائی۔ راجہ نے کہا کہ واقعۃً اس کا قصور ہے بلاؤ اسے، مالک مکان کو حاضر کیا گیا، اس سے پوچھا کہ تو نے دیوار اتنی کمزور کیوں بنائی کہ نقب لگانے والا چور اس کے نیچے دب کر مر گیا؟ اس نے کہا کہ حضور! میرا کیا قصور وہ تو معمار نے ایسی کمزور بنا دی۔ حکم ہوا کہ معمار کو بلاؤ اسے لایا گیا تو اس سے پوچھا تو نے دیوار اتنی کمزور کیوں بنائی جس کے نتیجے میں چور مر گیا؟ اس نے کہا یہ گارا بنانے والے مزدور کا قصور ہے اس نے گارا پتلا بنا دیا۔ حکم ہوا کہ اس مزدور کو حاضر کرو۔ وہ آیا تو اس سے پوچھا کہ تو نے گارا اتنا پتلا کیوں بنا دیا جس کے نتیجے میں دیوار کمزور بنی جو نقب لگانے والے چور پر گر گئی اور وہ مر گیا؟ اس نے کہا کہ یہ پانی ڈالنے والے ماشکی کا قصور ہے اس نے پانی زیادہ ڈال دیا تو گارا پتلا ہو گیا۔ حکم ہوا کہ اس ماشکی کو بلاؤ۔ وہ حاضر ہوا تو اسے پوچھا کہ تو نے پانی اتنا زیادہ کیوں ڈال دیا کہ گارا پتلا ہو گیا اور اس سے دیوار کمزور ہو کر گر گئی چور اس کے نیچے دب کر مر گیا؟ اس نے کہا یہ تو راجہ کے فیل بان کا قصور ہے جب پانی ڈالنے لگا ایک ہاتھی میری طرف لپکا ڈر کے مارے میرے ہاتھ سے مشکیزے کا منہ چھوٹ گیا اور پانی زیادہ پڑ گیا حکم ہوا کہ فیل بان کو بلواؤ۔ اس سے پوچھا تو نے ہاتھیوں کی نگرانی صحیح کیوں نہ کی جس کے نتیجے میں چور مر گیا؟ اس نے کہا کہ حضور! ایک عورت قریب سے پازیب پہنے جا رہی تھی اس کی پازیب کی آواز سے ہاتھی بدک گیا اور میرے قابو سے باہر ہو گیا۔ تو حکم ہوا کہ اس عورت کو بلاؤ اسے حاضر کیا گیا اس سے پوچھا گیا کہ ایسا زیور کیوں پہنا کہ ہاتھی بدک گیا اور یہ حادثہ پیش آیا؟ اس نے کہا کہ سنار نے ایسا زیور بنا دیا اس کا قصور ہے۔ حکم ہوا کہ سنار کو بلاؤ، اسے پیش کیا گیا، اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا زیور کیوں بنایا جس کی آواز سے ہاتھی بدک گیا مشکیزے کا منہ چھوٹ گیا گارا پتلا ہو گیا دیوار کمزور بن گئی اور چور اس کے نیچے دب کر مر گیا؟ سنار کوئی جواب نہ دے سکا اس لئے اس پر

فرد جرم عائد کر دی گئی حکم ہوا کہ اسی کو پھانسی دو مگر دوسری چیزوں کی طرح ''انیاؤ پور'' کی پھانسی کا پھندا بھی ایک ہی معیار کا تھا جو نہ کشادہ ہو سکے نہ تنگ۔ پھانسی کا پھندا سنار کی گردن سے زیادہ کشادہ تھا سنار کی گردن پتلی تھی، پھانسی دینے والے راجہ کے پاس پہنچے کہ اب کیا کریں؟ راجہ نے کہا کہ دیکھ لو جسے بھی پھندا پورا آجائے اسے پھانسی دے دو، انہوں نے تلاش کیا اتنے میں چیلا گھی کھا کھا کر بہت موٹا ہو چکا تھا انہوں نے اسی کو پھانسی کے لئے پکڑ لیا چیلے نے گرو سے کہا: حضور! آپ کا فرمان صحیح تھا اب آپ ہی نجات کی کوئی صورت نکالیں۔ گرو نے کہا کہ بیٹا! میں نے کہا نہیں تھا کہ جہاں کھری کھوٹی ایک بھاؤ تلتی ہو وہ شہر رہنے کے قابل نہیں بس اب تو پھنس گئے۔ چیلے نے کہا کہ حضور! غلطی ہوگئی آپ ہی سب کچھ ہیں اب آپ ہی نجات کی کوئی صورت نکالیں۔ گرو نے کہا ایک تدبیر لگاتے ہیں شاید اس سے کامیابی ہو جائے، پھانسی کے پاس جا کر دونوں میں سے ہر ایک یہ اصرار کرے کہ مجھے پھانسی دو، ان دونوں نے اس تدبیر پر عمل کیا دونوں نے جھگڑا شروع کر دیا ہر ایک آگے بڑھ بڑھ کر کہہ رہا ہے کہ مجھے پھانسی دو دوسرے کو دھکے دے دے کر ہٹا رہا ہے۔ ان لوگوں نے راجہ کو جا کر یہ سارا حال بتایا راجہ نے ان سے اس عجوبے کا سبب معلوم کیا تو گرو نے بتایا کہ یہ ایسی ساعت ہے کہ اس میں جو پھانسی چڑھ جاتا ہے وہ سیدھا بکنٹھ (بہشت) میں چلا جاتا ہے۔ یہ سن کر راجہ نے کہا کہ پھر بہتر یہ ہے کہ مجھے ہی پھانسی چڑھا دو۔ انہوں نے راجہ کو پھانسی چڑھا دیا:

خس کم جہاں پاک

مکہ پہنچنے کی بات ہو رہی تھی مکہ پہنچنا جو اصل مقصد تھا وہ ویسے ہی ذہن سے محو ہو جائے۔ اس لئے ان مقامات کی طرف توجہ ہرگز نہیں کرنی چاہئے بس اصل مقصد کو سامنے رکھ کر کسی شیخ کامل کا دامن پکڑ کر چلتے رہیں شیخ کی ہدایت کے بغیر کوئی کام نہ کریں۔

؎ نفس نتوان کشت الا ظل پیر
دامن این نفس کش را وامگیر

یہ تو چھوٹی سی خرابی ہے بڑی خرابیاں جن کی وجہ سے اس طرف زیادہ توجہ ہوئی کہ اس جہالت، ضلالت اور گمرہی کی اصلاح فرض ہے، وہ یہ کہ جو شخص مقامات کے بارے میں کتابیں دیکھنے لگتا ہے اس کی عقل پر پہلا حملہ تو ہوتا ہے علمی پندار کا وہ سمجھتا ہے کہ میں نے مقامات کی تشریح ایسی معلوم کر لی کہ بڑے بڑے صوفیہ، بڑے بڑے اولیاء، بڑے بڑے علماء کو بھی اس کا پتا نہیں، مجھے پتا چل گیا کہ فلاں مقام فلاں مقام فلاں مقام، بس وہی حالت: انف فی الماء واست فی السماء ''ناک پانی میں اور چوتڑ آسمان میں'' علمی پندار اور عجب پیدا ہو جاتا ہے خود کو کوئی بہت بڑا نکتہ رس امام طریقت سمجھنے لگتا ہے، یہ تو ہوا علمی وبال پھر وہ اس سے آگے بڑھ کر اس تحقیق میں لگ جاتا ہے کہ یہ مقامات کیسے حاصل کئے جاتے ہیں، پھر ان مقامات پر پہنچنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے، پھر سوچتا ہے کہ میں اس مقام پر پہنچ گیا یا نہیں پہنچا تو کچھ تسویل نفس اور کچھ اوہام کے غلبے کی وجہ سے سمجھنے لگتا ہے کہ ہاں اب مجھے یہ مقام حاصل ہو گیا، ہوتا کچھ بھی نہیں ایسے ہی اپنے خیال میں شیخ چلی کی طرح سمجھتا رہتا ہے کہ اب یہ مقام حاصل ہو گیا، اب یہ حاصل ہو گیا پھر ایک دو مہینے کے اندر کہتا ہے کہ جتنے بھی مقامات تھے سارے ہی حاصل ہو گئے پھر دعوے بھی کرنے لگتا ہے کہ میں نے تو ایک دو مہینے کے اندر اندر اتنے بڑے مقامات حاصل کر لئے کہ لوگ تو کئی کئی سالوں میں ان کی گرد تک بھی نہیں پہنچ پاتے، عجیب عجیب الحادی باتیں کرنے لگتا ہے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے باتیں کر رہے ہیں، کبھی کچھ بکواس کرتا ہے کبھی کچھ۔ یہ عملی قباحت علمی قباحت سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی ہے، اس سے بڑے بڑے فساد پیدا ہوتے ہیں۔ مردان سے ایک شخص نے خط لکھا کہ وہ جب بیت الخلاء میں جا کر بیٹھتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ اس پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ بعد میں کسی نے بتایا کہ وہ پاگل ہو گیا ہے میں

نے کہا کہ وہ پاگل تو پہلے ہی ہوگیا تھا جبھی تو ایسی ایسی باتیں کرتا تھا۔ یہ اصحاب مقامات بھی ایسے ہی ہوتے ہیں یہی سوچتے رہتے ہیں کہ اب میں فلاں مقام پر ہوں، اب فلاں مقام پر ہوں، اب فلاں مقام پر ہوں پھر اسی طرح سوچتے سوچتے بالآخر پاگل ہو جاتے ہیں۔

ایسے لوگوں کی اصلاح کی طرف توجہ اس سے ہوئی کہ ایک کتاب ہے ’’شریعت اور طریقت‘‘ جو حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختلف مضامین کو جمع کر کے لکھی گئی ہے، اس کے سرورق پر لکھا ہوا ہے: ’’از افادات حکیم الامۃ‘‘ اس لئے عوام اسے حضرت حکیم الامۃ کی تصنیف سمجھتے ہیں اس کتاب میں مقامات کی تشریح پڑھ کر کئی لوگ اپنی نادانی سے مقامات کے چکروں میں ایسے پڑے کہ پاگل ہوگئے، اس بارے میں تین قصے سن لیں۔

مقامات کے چکروں میں پاگل ہونے والے:

پاگل نمبر ایک:

تقریباً چونتیس پینتیس سال پہلے کی بات ہے ایک شخص کا یہاں اصلاحی تعلق تھا انہوں نے بتایا کہ وہ کتاب ’’شریعت اور طریقت‘‘ دیکھتے ہیں۔ میں نے پوچھا کس کی تصنیف ہے؟ کہتے ہیں کہ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ؟ کی۔ اس سے مجھے دو غلط فہمیاں ہوئیں، ایک یہ کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بار بار تنبیہ فرمائی ہے کہ طریقت کو شریعت سے الگ سمجھنا الحاد ہے، ملحد جاہل صوفیہ نے یہ گھڑا ہوا ہے کہ علماء شریعت والے ہیں اور یہ جاہل صوفی طریقت والے ہیں اور طریقت والے شریعت والوں سے افضل ہوتے ہیں، شریعت والے تو کچھ بھی نہیں جانتے۔ یہ سب الحاد ہے، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ میں نے بھی احسن الفتاویٰ کی پہلی جلد میں کتاب السلوک میں شریعت، طریقت، حقیقت اور

معرفت ان چاروں اصطلاحات کی وضاحت کی ہے اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ شریعت وطریقت الگ الگ نہیں ایک ہی چیز ہے، کتاب کے نام سے مجھے غلط فہی ہوئی کہ اس میں یہی موضوع ہوگا ملحدین کے رد پر ہوگی، پھر جب بتایا کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے تو اور بھی زیادہ اس پر اطمینان ہوگیا کہ اس میں یہی مضمون ہوگا کہ شریعت وطریقت ایک ہی چیز ہے۔ اس خیال سے میں نے انہیں کتاب پڑھنے کی اجازت دے دی۔ وہ شخص کتاب میں مقامات کی تشریح پڑھ پڑھ کر انہیں حاصل کرنے کے چکر میں مکمل پاگل ہوگیا تو اسے پاگل خانے میں داخل کر دیا گیا، ایک دن وہ پاگل خانے کے کمرے کی کھڑکی سے باہر کودا جس کی وجہ سے اس کا سر پھٹ گیا اور موت واقع ہوگئی اس طرح وہ شہیدِ مقامات ہوگیا۔ پہلے تو اس کے بارے میں مجھے خیال تھا کہ شاید کوئی اور بیماری ہوگئی ہوگی مگر اب پے بہ پے جو تازہ واقعات ہوئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے کوئی اور بیماری نہیں ہوئی تھی بلکہ یہی بیماری ہوئی تھی کہ صاحب مقامات بن رہا تھا اس لئے پاگل ہوگیا، دماغ میں خیالات کا ایک ہجوم کہ اب یہ مقام حاصل ہوگیا، اب یہ حاصل ہوگیا یہی سوچ سوچ کر پاگل ہوگیا۔

پاگل نمبر دو:

تقریباً دو تین مہینے پہلے ایک شخص پاگل ہوگیا اس کے جنون کی باتیں کچھ تھوڑی سی بتاتا ہوں۔ اس نے بھی پہلے پوچھا کہ میں کتاب ''شریعت اور طریقت'' دیکھنا چاہتا ہوں اجازت ہے؟ میں نے کہہ دیا کہ کچھ حرج نہیں، اجازت ہے۔ اس بناء پر کہ یہ کتاب حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے تو یقیناً ملحدین کے رد پر ہوگی۔ وہ شخص کتاب میں مقامات کی تشریح پڑھ پڑھ کر دوستوں کو بتاتا تھا کہ مجھے اتنے مقامات ایک مہینے کے اندر حاصل ہوگئے کہ میری اتنی عمر میں حاصل نہیں ہوئے تھے

اور اس کے ساتھ ساتھ میرا نام لے کر یہ بھی کہتا تھا کہ انہوں نے ایک جست میں مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا، حضرت شیخ کی توجہ ایسی ہوئی کہ ایک جست میں افلاک پر پہنچا دیا، پھر یہ دعوے کرنے شروع کر دیئے کہ میں ہر بات شیخ سے پوچھ کر کرتا ہوں، اتنے اعلیٰ مقامات حاصل کر لئے ہیں کہ دور بیٹھے بیٹھے شیخ سے رابطہ ہو جاتا ہے۔ پھر میں عمرے کے لئے گیا تو کہا کہ میں اتنی دور سے بھی شیخ سے پوچھ پوچھ کر کام کرتا ہوں۔ کسی نے کہا ذرا فلاں بات پوچھ کر بتائیں تو کہنے لگا اچھا ابھی پوچھتا ہوں پھر کہنے لگے کہ اس وقت شیخ آرام فرما رہے ہیں بعد میں پوچھیں گے۔ دیکھئے کیسی ہوشیاری دکھائی، اور بھی بہت سی پاگل پن کی باتیں کرنے لگے، کبھی بلب کو دیکھنا شروع کر دیا تو آنکھ جھپکے بغیر گھنٹا گھنٹا بھر دیکھتے رہتے ہیں اور بھی نجانے کیسی کیسی پاگلوں والی حرکتیں ہیں۔ جب مجھے اپنے مقامات بتاتے تھے کہ ایسے ہوگیا ایسے ہوگیا تو میں کہتا تھا کہ میری ہدایات پر عمل کرو اور کسی طبیب سے رجوع کرو اپنے دماغ کا علاج کرواؤ تمہارا دماغ خراب ہو رہا ہے، مگر اس نے میری بات نہ مانی نہ میری بتائی ہوئی تدابیر پر عمل کیا نہ ہی کسی طبیب کی طرف رجوع کیا، بالآخر جب جنون کے بہت زبردست دورے پڑنے لگے تو اس کے گھر والے زبردستی ہسپتال میں لے گئے، مجھے اس وقت تک کتاب ''شریعت اور طریقت'' کی حقیقت کا علم نہ تھا ورنہ میں ایسے مبتدی کو ہرگز اجازت نہ دیتا بعد میں علم ہوا تو اسے پڑھنے سے روک دیا، اب اس کی حالت کچھ بہتر ہے۔

پاگل نمبر تین:

ایک شخص نے اپنے حالات میں بتایا کہ میں نے ایک عالم سے پوچھا کہ کتاب ''شریعت اور طریقت'' پڑھوں یا نہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ تو بہت مشکل ہے آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی، پڑھ کر دیکھیں اگر سمجھ میں آئے تو پھر مجھے بتائیں تو میں نے

انہیں بتایا کہ میری سمجھ تو آ رہی ہے تو انہوں نے اجازت دے دی کہ ٹھیک ہے پڑھ لیں۔

اس شخص نے کتاب کچھ کچھ دیکھنی شروع کی تو اس کا اثر یہ ہوا کہ اب فون پر مجھ سے کبھی کہتے ہیں کہ مجھے وصول ہوگیا کبھی کہتے ہیں حصول ہوگیا کبھی کہتے ہیں کہ فلاں مقام پر پہنچ گیا، ایک بار کہنے لگے ''مقام سکینہ'' حاصل ہوگیا۔ میں نے پوچھا آپ تصوف کی کوئی کتاب دیکھ رہے ہیں؟ کہنے لگے ''شریعت اور طریقت'' پڑھ رہا ہوں۔ میرے زعم میں اب تک وہی بات تھی کہ یہ کتاب ملحدین کے رد میں ہوگی۔ مگر جب مسلسل اس قسم کے کئی واقعات سامنے آئے تو میں نے کتاب منگوا کر دیکھی تو معلوم ہوا کہ اس میں تصوف کی اصطلاحات ہیں، مقامات کی تشریح، ان کی تحصیل کی تدابیر اور اشغال و مراقبات وغیرہ کا بیان ہے۔ لوگ شیخ کی اجازت کے بغیر مقامات کے چکروں میں پڑ کر پاگل ہو رہے ہیں، اس پاگل نمبر تین کے جنون کی ابتداء ہی میں مجھے پتا چل گیا تو میں نے اسے تنبیہ کی یہ کتاب پڑھنے سے روک دیا تو وہ بحمد اللہ مکمل جنون سے بچ گیا اب بھی دماغ پورے طور پر صحیح نہیں مگر نسبۃً کافی بہتر ہے۔

طالبان مقامات کے قصے:

طالبان مقامات کے کچھ قصے بھی سن لیجئے:

❶ پاگل خانے کی کھڑکی سے کودا تو سر پھٹ جانے سے مر گیا۔

❷ شیخ سے مکالمہ قلبیہ۔

❸ مقام ''سکینہ'' پر پہنچ گیا۔ یہ تینوں قصے ان پاگلوں کے ہیں جو مقامات کی تشریح پڑھ کر پاگل ہوئے، ان کی تفصیل پہلے بتا چکا ہوں۔

④ دن میں تارے نظر آنے لگے:

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ کے مریدوں میں سے ایک مرید طالب

مقامات تھے انہوں نے اپنے حالات میں لکھا کہ وہ اندھیرے کمرے میں ذکر کرتے ہیں کمرے کے دروازے، کھڑکیاں، روشن دان سب بند ہوتے ہیں اس وقت انہیں آسمان کے ستارے نظر آتے ہیں۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تمہارا دماغ خراب ہو رہا ہے ذکر بالکل چھوڑ دو اور کسی طبیب سے معائنہ کرواؤ دماغ کا علاج کرواؤ۔ یہ جو طالبان مقامات کتاب ''شریعت اور طریقت'' پڑھ پڑھ کر پاگل ہو رہے ہیں وہ بھی انہیں کا بھائی تھا غنیمت ہے شیخ کو بتا دیا ورنہ وہ بھی پاگل ہو جاتا۔

⑤ درندوں کی انتڑیاں نظر آنے لگیں:

ایک صوفی صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ جنگل میں جا کر ذکر کرتے تھے اس وقت جنگل کے درندے جب ان کے سامنے سے گزرتے تھے تو ان درندوں کے پیٹ کے اندر کی چیزیں انتڑیاں وغیرہ انہیں صاف صاف نظر آتی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ پھر میں نے وہ طریقہ چھوڑ دیا۔ میں نے ان سے کہا کہ اچھا ہوا بچ گئے ورنہ آپ کو بھی کسی پاگل خانے میں بھیجنا پڑتا اور اگر پاگل خانے میں نہ بھیجتے تو لوگ یہ سمجھتے کہ کوئی بہت بڑا قطب بن گیا ہے بلکہ غوث بن گیا، ایسے دنیا گمراہ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی بچا لیا اور آپ کے شر سے لوگوں کو بھی بچا لیا۔

⑥ ولایت کے ابواب:

ایک شخص نے مجھے خط لکھا کہ میں اپنے شیخ سے ولایت کبریٰ کا سترھواں باب پڑھ رہا تھا میرے شیخ کا انتقال ہو گیا میں نے باقی ابواب پڑھنے کے لئے نظر دوڑائی کہ کس شیخ سے یہ سارے باب پورے کروں تو پورے پاکستان میں اور پاکستان سے باہر بھی مجھے آپ کے سوا کوئی نظر نہیں آیا اس لئے آپ مجھے یہ باب پورے کروا دیں۔ میں نے انہیں جواب لکھوایا کہ آپ یہاں آئیں پھر دیکھیں آپ کو کیسے سترھواں باب

پڑھاتے ہیں، وہ آ گئے تو انہیں سمجھایا کہ یہ ابواب، ولایت صغریٰ اور ولایت کبریٰ وغیرہ کچھ نہیں ہیں سیدھے سیدھے مسلمان بنیں سیدھے سیدھے مسلمان، اللہ کی نافرمانیاں چھوڑیں، دل کے اندر جو روگ ہیں ان سے دل کو صاف کریں، دنیا کی محبت دل سے نکالیں، اللہ تعالیٰ کی محبت سے دل کو منور کریں، ظاہری باطنی معاصی سے نجات مل جائے بس تصوف اور سلوک کا حاصل یہی ہے۔ معلوم نہیں انہوں نے ولایت کبریٰ کا مطلب کیا سمجھ رکھا ہوگا اور باب میں کیا پڑھتے ہوں گے پھر اس باب کے بارے میں سمجھ رہے ہوں گے کہ اتنے فیصد ''ولی اکبر'' بن گئے مکمل پاگل ہو جاتے تو سمجھتے کہ ولایت کبریٰ حاصل ہوگئی، غنیمت ہے اس سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں یہاں بھیج دیا تو دماغ صحیح ہوگیا۔

⑦ مقام احدیت کا مراقبہ:

وزیرستان میران شاہ سے ایک مولانا صاحب نے لکھا ''میں اپنے شیخ سے مقام احدیت کے مراقبے کی مشق کر رہا تھا کامیابی سے پہلے ہی شیخ کا انتقال ہوگیا دوسرے شیخ سے تعلق قائم کیا اور ان کی ہدایت کے مطابق مقام احدیت کا مراقبہ کرتا رہا پھر بھی یہ مقام حاصل نہ ہوا اور ان شیخ صاحب کا بھی انتقال ہوگیا، اب مجھے آپ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا آپ تکمیل کروا دیں۔''

میں نے انہیں سمجھایا کہ ایسے مراقبات کے خیالات چھوڑیں، سیدھے سیدھے مسلمان بنیں دوسروں کو مسلمان بنائیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑنے چھڑوانے کا کام کریں۔ معلوم نہیں ان مشائخ نے کیا کیا مراقبات بتائے ہوں گے پھر مقام احدیت حاصل کرنے کے لئے معلوم نہیں وہ کتنی محنتیں کرتے رہے ہوں گے، پھر اس میں کامیابی کا کیا مطلب سمجھتے ہوں گے واللہ اعلم ان کے پاس کامیابی کا کیا معیار ہے، یہ کیسے پتا چلے کہ کامیاب ہوئے یا نہیں؟

اس پر ایک قصہ بھی یاد آ گیا حیدر آباد میں ایک شخص کو وہم ہو گیا کہ وہ گدھا بن جائے گا میں اس زمانے میں حیدر آباد کے قریب ایک قصبے میں پڑھاتا تھا وہ بار بار میرے پاس آ کر پوچھتا کہ میں گدھا تو نہیں بن جاؤں گا، میں اسے سمجھاتا کہ نہیں نہیں گدھے نہیں بنو گے بہت سمجھاتا بہت سمجھاتا کہ ارے نہیں بنے گا نہیں بنے گا مگر اسے کسی صورت بھی تسلی نہیں ہو رہی تھی دور دور سے چل کر میرے پاس یہی پوچھنے آتا تھا حتیٰ کہ ایک بار میں اپنے گھر خیر پور گیا تو وہ اتنی لمبی مسافت طے کر کے وہاں بھی پہنچ گیا۔ مجلس میں میرے بڑے بھائی بھی تشریف رکھتے تھے میں نے انہیں اس کی پریشانی کی وجہ بتائی تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے اس کا علاج تو بہت آسان ہے، جب بھی ایسی پریشانی کا دباؤ پڑے تو اپنے پیچھے ہاتھ لگا کر دیکھ لیا کریں اگر دم پیدا ہو رہی ہو تو گدھا بن رہا ہے ورنہ نہیں۔ مگر اس کے لئے یہ نسخہ بھی کارگر ثابت نہ ہوا اس لئے پھر پریشان ہو کر بار بار میرے پاس آتا رہا مجھے بہت تنگ کرتا تھا، بالآخر ایک بار میں نے تنگ آ کر اس سے کہہ دیا کہ ہاں آپ گدھے بن جائیں گے، یہ سن کر وہ بہت زیادہ پریشان ہوا بہت بے تاب ہو کر تڑپنے لگا اور بہت منت سماجت کر کے بار بار مجھ سے وہی سوال دہرانے لگا کہ میں گدھا تو نہیں بن جاؤں گا۔ میں نے بھی طے کر لیا کہ اب اسے یہی جواب دوں گا کہ آپ گدھے بن جائیں گے۔ وہ بہت پریشان ہوا کبھی میری ڈاڑھی کو ہاتھ لگاتا کبھی پاؤں پکڑتا اور بہت منت سماجت سے گڑگڑا کر کہتا ہے کہ اللہ کے لئے بتائیں میں گدھا تو نہیں بن جاؤں گا اور کبھی دھمکی بھی دیتا کہ قیامت کے دن گریبان پکڑوں گا۔ میں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو یقین ہو گیا کہ یہ مجھے ایسے نہیں چھوڑے گا اس لئے میں نے کہہ دیا کہ آپ گدھے نہیں بنیں گے۔ یہ سنتے ہی وہ فوراً بگٹٹ بھاگا پھر اس کے بعد کبھی میرے پاس نہیں آیا اس خوف سے کہ اگر پھر میں نے کہہ دیا کہ آپ گدھے بن جائیں گے تو واقعۃً بن ہی جاؤں گا۔ یہ نسخہ ایسا کارگر ثابت ہوا کہ ہمیشہ کے لئے جان چھوٹ

گئی۔

یہ قصہ اس لئے بتایا کہ یہ جو اصحاب مقامات ہیں نا ان کے ساتھ بھی اگر کوئی ایسا ہی معاملہ ہوتا کہ صاحب مقام کی کہیں دم نکل رہی ہو تو انہیں بتا دیں کہ آپ کو مقام احدیت حاصل ہوگیا یا آپ قطب بن گئے اس لئے کہ آپ کی دو دمیں نکل آئیں اور اگر تین دمیں نکل آگئیں تو آپ غوث بن گئے۔ ایسی کوئی بات ہوتی ان کے دم وم ظاہر ہونے کا کوئی قصہ ہوتا کوئی علامت ظاہر ہوجاتی تو پھر کوئی مشکل نہ ہوتی۔ دراصل اوہام باطلہ اور کچھ بخارات وغیرہ ان کے دماغ کو چڑھتے ہیں ''شریعت اور طریقت'' جیسی کتابیں پڑھ پڑھ کر پھر یہ سوچتے رہتے ہیں کہ اب میں فلاں مقام پر پہنچ گیا ہوں، اب فلاں مقام پر پہنچ گیا ہوں، ہوتا کچھ بھی نہیں ترقی کر رہے ہیں حماریت کی طرف اور سمجھ رہے ہیں کہ ولایت کے مقام طے ہو رہے ہیں، وہ خود ہی اپنے آپ کو سمجھتے رہتے ہیں کہ اب احدیت پر پہنچ گیا، قطبیت پر پہنچ گیا، غوثیت پر پہنچ گیا۔

⑧ مریدوں کو غوث اور مہدی بنادیا:

ایک پیر صاحب اپنے خلفاء کے بارے میں کہتے رہتے تھے کہ یہ خلیفہ صاحب قطب بن گئے ہیں، کسی کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ غوث بن گئے، ایک خلیفے کو غوث بنادیا اس نے بغاوت کردی پیر کے بہت سخت خلاف ہوگیا پیر کو بہت بدنام کیا سارا بھانڈا پھوڑ دیا۔ اس نے عجیب عجیب قصے بتائے کہ پیر صاحب کے ہاں کسی پر وجد چڑھتا تھا تو پیر صاحب پانی پر دم کرکے دیتے تھے وہ پانی پیتے ہی وجدی ہوش میں آجاتا تھا۔ جب یہ غوث صاحب اپنے پیر کے مخالف ہوئے تو کہتے ہیں کہ ہم نے یہ قصہ شروع کیا کہ گٹر کے پانی سے بوتل بھر کر، پیر صاحب سے دم کروا لیتے اور جب کسی پر وجد چڑھتا اسے پلا دیتے، گندا پانی گٹر کا، یہ ہیں طالبان مقامات اور اصحاب وجد۔ ایک خلیفہ کو قطب یا غوث بنا رکھا تھا اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کردیا، جب

کہیں اپنی جان کا خطرہ ہوتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ میں نے رجوع کر لیا اب مہدی نہیں ہوں۔ ویسے وہ پورا پورا رجوع نہیں کرتا یعنی مہدی تو ہے مگر دعویٰ نہیں کرتا اس لئے کہ علماء تسلیم نہیں کرتے۔

⑨ مقام مریم:

ایک لڑکی کہتی ہے کہ اسے خواب میں بشارت ملی ہے کہ اس کے پیٹ سے امام مہدی پیدا ہونے والے ہیں۔ ابھی شادی بھی نہیں ہوئی اور یہ بھی نہیں معلوم کہ شادی ہوگی بھی یا نہیں، اسے پہلے سے بشارات مل رہی ہیں کہ تیرے پیٹ سے امام مہدی پیدا ہوں گے اگر اس طالبہ مقامات کو ویسے ہی بغیر باپ کے بچہ پیدا ہوگیا تو حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مقام پر پہنچ جانے کا دعویٰ کرے گی، جیسے انہیں بغیر شوہر کے بچہ پیدا ہوگیا تھا ایسے ہی اسے بھی بغیر شوہر کے بچہ پیدا ہوگا۔ یہ حالات بتاتے ہیں طالبان مقامات کے، ان کے دماغ پر جنونی کیفیت طاری ہوجاتی ہے پھر اسی میں پھنسے رہتے ہیں۔

⑩ مقامات کافور ہوگئے:

ایک پیر صاحب جو کہ طالبان مقامات میں سے تھے اپنے مریدوں میں خوب مقامات تقسیم کرتے تھے۔ میں ایک بار کسی کام سے ایک موضع میں گیا اتفاق سے وہ پیر صاحب بھی وہاں آئے ہوئے تھے، میں نے فجر کی نماز پڑھائی، نماز کے بعد انہوں نے حسب معمول اپنے مریدوں کو حلقے میں بٹھا کر سیدھی جانب سے شروع کیا، فرداً فرداً ایک ایک کو بلا کر اس کے قلب کی ایک طرف نیزے کی طرح انگلی کا بہت زوردار اشارہ کرکے اسم ذات کی بھرپور زبردست ضربیں لگائیں مگر کوئی مرید بھی ٹس سے مس نہ ہوا، وہ یہ عمل دیر تک بار بار دہراتے رہے، ضربوں پر ضربیں مگر سب بے سود، جب دیکھا کہ کسی پر کچھ بھی اثر نہیں ہو رہا تو کہنے لگے کہ یہ جماعت تو بہت اچھی چلی ہوئی

تھی معلوم نہیں آج انہیں کیا ہوگیا۔ اب میں انہیں کیا بتاتا کہ جب تک میں یہاں موجود ہوں آپ اپنے اس کرتب میں کامیاب نہیں ہو سکتے، حالانکہ میں نے ان پر کوئی توجہ نہیں ڈالی تھی بس یہ میرے اللہ کا کرم ہے کہ میرا وہاں بیٹھنا ہی کافی ہوگیا، مجھے دیکھ کر ان کے مقامات کافور ہوجاتے ہیں، ان اصحاب مقامات کا تو کیا کہنا مجھ سے تو بڑے بڑے جنات بھی ڈرتے ہیں ڈر کے مارے بھاگ جاتے ہیں (جنات کے بھاگنے کے قصے وعظ ''آسیب کا علاج'' اور ''انوار الرشید'' میں دیکھیں۔ جامع) وہ پیر صاحب مریدوں کو ایسے ایسے تو مقامات تقسیم کر رہے تھے مگر حال یہ ہے کہ ان مریدوں کے گھروں میں شرعی نہ غیر شرعی دور دور تک پردے کا نام و نشان تک نہیں، حلال و حرام میں کوئی تمیز نہیں اور ایک دوسرے پر علانیہ کھلے کھلے مظالم کی کوئی انتہاء نہیں۔

⑪ مدعی ولایت:

ایک بار میں یہاں حلقۃ العلماء میں بیٹھا ہوا تھا ایک شخص آیا اسے حارسین نے باہر روک لیا تو اس نے پرچہ بھیجا جس میں لکھا کہ میں اللہ کا ولی ہوں مجھے حضرت غوث اعظم کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لقب ملا ہے، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام میرے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید کا تحفہ لائے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام میری پیشانی پر اللہ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھ گئے ہیں، آپ اللہ کے ولیوں کو پہچان لیتے ہیں، میں تنہائی میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے یہاں علماء کرام سے پوچھا کہ اسے کیا جواب دیا جائے؟ بعض حضرات نے مشورہ دیا کہ اسے مواعظ پڑھنے کا کہا جائے شاید ٹھیک ہو جائے۔ میں نے کہا کہ جو خود کو نبی سمجھتا ہو وہ ہمارے مواعظ کہاں پڑھے گا، اس سے کہہ دیں کہ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا دماغ درست کردیں۔

⑫ مقام حماریت:

ایک مولی صاحب نے مجھے لکھا کہ میں مقامات سلوک طے کرنا چاہتا ہوں اس کے نصاب کی تکمیل میں کتنی مدت لگے گی؟ جہالت اور حماقت کا کرشمہ دیکھئے۔ علوم اسلامیہ کی طرح اصلاح باطن کا بھی کوئی جامع نصاب اور اس کے مختلف ابواب بنا رکھے ہیں جن کی تکمیل کے لئے کوئی مدت متعین ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی گمراہی سے امت کی حفاظت فرمائیں۔

ازالۂ رذائل و تحصیل فضائل:

دوسرا موضوع ہے ازالۂ رذائل و تحصیل فضائل، اس کا بہشتی زیور میں بھی کچھ بیان ہے اور بعض دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ اس میں بھی وہی دو وبال پڑتے ہیں علمی بھی اور عملی بھی۔ علمی وبال تو یہ پڑتا ہے کہ جو شخص ان چیزوں کو دیکھنا شروع کرتا ہے تو وہ ذرا سا دیکھنے کے بعد یہ سمجھتا ہے کہ امراض باطن کا طبیب حاذق بن گیا ہے۔ میرے سامنے کی بات ہے کہ ایک بالکل جاہل صوفی ایک بہت بڑے عالم کا امتحان لے رہا تھا کہ کبر اور عجب میں کیا فرق ہے اور ان کے مقابل میں جو فضائل ہیں ان کے کیا نام ہیں، جاہل مجلس میں پوچھ رہا ہے کہ ایک بہت بڑے عالم سے پوچھنے سے مطلب استفادہ نہیں محض اپنی بڑائی جتانے کے لئے کہ ہم اتنے بڑے امام طریقت ہیں۔ ایک تو یہ علمی وبال پڑتا ہے کہ دو چار باتیں سیکھ کر سمجھتے ہیں کہ بہت بڑے امام طریقت بن گئے۔

عملی وبال یہ پڑتا ہے کہ خود ہی اپنا علاج شروع کر دیتے ہیں، کچھ معلوم نہیں نہ اپنی تشخیص صحیح ہوتی ہے نہ تجویز صحیح ہوتی ہے سمجھتے یہ ہیں کہ بہت بڑے ولی اللہ بن گئے حالانکہ عجب اور تکبر اور پندار بڑھتا جاتا ہے، جا رہے ہیں جہنم کی طرف سمجھ رہے ہیں کہ بہت بڑے ولی اللہ بن رہے ہیں۔

امراض کے بارے میں کتب کی نوعیت:

اب سنیے امراض باطنہ اور ظاہرہ پر جو کتابیں لکھی جاتی ہیں دونوں کی نوعیت ایک ہی ہے۔ امراض ظاہرہ کے بارے میں جو کتابیں لکھی جاتی ہیں وہ معالجین کے لئے ہوتی ہیں کہ وہ ان سے کچھ مدد حاصل کریں کہ یہ مرض ہے یہ نسخہ ہے یا دوسرے درجے میں ان معالجین کے لئے جنہیں کسی معالج کی سہولت میسر نہ ہو وہ وقت پر جلدی سے کچھ کام چلانے کے لئے کتاب دیکھ لیں۔ بہشتی زیور میں جو نسخے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ معالج ہیں وہ سمجھ لیں کہ یہ بیماری ایسے ہوتی ہے اس کا یہ نسخہ ہوتا ہے اور وہ معالج جسے کوئی معالج میسر نہیں وہ ذرا عارضی طور پر اس سے کچھ سکون حاصل کر لے، جس معالج کو معالج کی سہولت میسر ہو وہ کتاب سے نسخے دیکھ کر علاج نہیں کرے گا وہ تو کسی معالج کے پاس پہنچے گا اس سے علاج کروائے گا۔ کوئی بالکل ناواقف کتابوں کے نسخے دیکھ دیکھ کر خود ہی علاج کرنا شروع کر دے اس کی بھی چند مثالیں سن لیں:

❶ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے باضابطہ طب کی کتابیں پڑھی تھیں مگر کسی طبیب حاذق کے پاس رہ کر تجارب نہیں کئے تھے اس کے باوجود فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار اپنے کسی مرض کے بارے میں بہت پرانی متقدمین کی کسی طبی کتاب میں سے دیکھنا شروع کر دیا دواء کی تجویز میں جب دواؤں کی علامات دیکھتا ہوں ان کے مزاج دیکھتا ہے تو ایک دواء کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ میرے مرض کی یہ دواء ہے، دوسری دیکھی تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہے، تیسری دیکھی تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہے، فرمایا کہ میں نے سمجھ لیا کہ یہ دھندا ہی بے کار ہے کسی طبیب سے علاج کروانا چاہئے خود علاج کرنے کا قصہ چھوڑ دیا۔

❷ ایک بار ایک مولوی صاحب کو بخار ہو گیا انہوں نے کسی طبی کتاب سے نسخہ لکھا،

اور ایک اچھے ماہر طبیب کو دکھانے لے گئے، ان کا باہم دوستانہ تھا اس لئے حکیم صاحب نے نسخہ پڑھ کر انہیں نرمی سے سمجھایا ورنہ کوئی دوسرا ہوتا تو نسخہ پھاڑ کر پھینک دیتا کہتا چلو بھاگو یہاں سے آئے ہو حکیم کے پاس اور نسخہ لکھ لائے مگر انہوں نے دوستانہ تعلق کی وجہ سے وہ نسخہ دیکھا اور دیکھتے ہی فور بلا توقف بولے یہ آپ نے کسی کتاب سے نقل کیا ہے۔ دیکھئے عجیب بات ہے نا یہ خیال نہیں آیا کہ یہ کسی طبیب سے پوچھا ہوگا یا خود ہی تھوڑا بہت فن طب جانتے ہوں گے، انہوں نے پڑھتے ہی کہا کہ یہ آپ نے کسی کتاب سے نقل کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کتابوں سے دیکھ دیکھ کر خود علاج کرنا اور اس کی عادت ڈال لینا خطرناک ہے کسی طبیب سے ہی علاج کروانا چاہئے۔

پھر سمجھ لیں کتابوں کے نسخے معالجین کے لئے ہیں یا ان معالجین کے لئے ہیں جنہیں کسی معالج کی سہولت میسر نہیں۔ جن معالجین کو معالج کی سہولت میسر ہے ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کتابوں سے اپنا علاج کریں۔ امراض باطنہ کے بارے میں بہشتی زیور میں یا بعض دوسری کتابوں میں اگر کچھ لکھ دیا ہے تو اس کی کیفیت بھی یہی ہے وہ معالجین کے لئے ہیں جن حضرات کو اکابر نے اصلاح باطن کی اجازت دے دی کہ امراض باطنہ کی تشخیص کر کے ان کی اصلاح کریں وہ دیکھا کریں، پھر ایسا نہیں کہ اسی پر عمل کریں بلکہ کچھ اپنی بصیرت، فراست، تجارب اور کچھ کتابوں میں دیئے گئے طریقوں سے بھی استنباط کر کے کچھ حاصل نکالیں، اسی طریقے سے وہ معالجین جنہیں کوئی مصلح باطن میسر نہیں تو چلئے بوقت ضرورت کتاب دیکھ کر معلوم کر لیا کریں کہ عجب کیا ہوتا ہے، کبر کیا ہوتا ہے اور ان کا علاج کیا ہے، تھوڑا بہت کام چلا لیں۔ جس مریض باطن کے لئے کسی طبیب باطن سے استفادہ آسان ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ ان امراض باطنہ کی خود تشخیص کرتا پھرے کہ کیا کیا ہوتے ہیں اور کیسے کیسے ہوتے ہیں پھر ان کا علاج کیسے ہوتا ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ ان چیزوں کی

طرف توجہ کرے وہ تو معالج کو اپنے حالات بتائے پھر جو نسخے وہ دے ان پر عمل کرے اور اس طریقے سے بڑھتا چلا جائے۔ سیدھے سیدھے مسلمان بن کر سیدھے سیدھے چلتے جائیں ادھر ادھر شیاطین کی راہیں ہوتی ہیں:

﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ﴾ (پ۸ - ۱۵۳)

دین اسلام کی راہ سیدھی سیدھی ہے سیدھی سیدھی، نافرمانیوں سے بچتے بچاتے چلے جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اِدھر اُدھر کی باتیں کہ یہ مقام مل گیا اور وہ مل گیا یہ شیاطین کے فریب ہیں ان کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے۔ سیدھا سیدھا آسان راستہ یہ ہے کہ محبت پیدا کیجئے جب محبت پیدا ہو جاتی ہے تو سب رذائل خود بخود چھوٹنے لگتے ہیں ایک ایک رذیلہ کے علاج کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہی نہیں رہتی وہ خود بخود ہی ختم ہوتے چلے جاتے ہیں۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علتہائے ما
اے کہ افلاطون و جالینوس ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما

بنیادی نسخہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کی جائے اور یہ محبت پیدا کیسے ہوتی ہے اس کے لئے مختلف تدابیر ہیں ان میں سے ایک ہے کثرت ذکر و فکر، دوسری اہل محبت کی صحبت بشرطیکہ صحبت سے مقصد یہی ہو کہ محبت پیدا ہو جائے اگر یہ نیت ہی نہیں بلکہ کسی اور مقصد کے لئے گئے تو اثر ہوگا ہی نہیں یا بہت دیر سے ہوگا، اثر لینے کی نیت سے صحبت اختیار کی جائے اور تیسری بات جس کا محبت پیدا ہونے میں بہت بڑا دخل ہے وہ ہے ترک معاصی، ترک معاصی کے لئے ہمت کو بلند کیا جائے جب ہمت کر کے ترک معاصی کی کوشش میں لگا رہے گا تو اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا

ہوگی اللہ تعالیٰ کو اس کے ساتھ محبت پیدا ہوگی۔ترک معاصی کو آسان کرنے کے لئے محاسبہ اور مراقبہ کیا جائے، بہت آسان آسان نسخے ہیں لگے رہیں، رذائل ظاہرہ و باطنہ کے بارے میں سرسری محاسبہ کریں بہت زیادہ کھود کرید نہ کریں، سرسری محاسبہ کر کے زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے تک پہلے خود ہی اصلاح کی کوشش کرے اور اگر وہ رذیلہ نکل جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر اپنے مصلح کو بتائے جو کچھ وہ ہدایت کرے اس پر پوری طرح عمل کرے اور اطلاع واتباع کا سلسلہ جاری رکھے، یہ ہے صراط مستقیم سہل آسان راستہ۔غلط قسم کے پیروں نے چکروں میں لگا رکھا ہے اس لئے لوگ پیروں سے بہت ڈرتے ہیں اور کسی شیخ سے اصلاحی تعلق قائم کرتے ہوئے جھجکتے ہیں کہ پتا نہیں کسی مصیبت میں نہ پڑ جائیں۔

یہ دو باتیں ہوگئیں، ایک تو یہ کہ اپنے شیخ سے پوچھے بغیر تصوف کی کوئی کتاب ہرگز ہرگز کوئی نہ دیکھے تین پاگل ہوگئے ایک تو ہوگیا مکمل پاگل وہ پاگل خانے میں جا کر کھڑکی سے باہر کودا تو سر پھٹنے سے مرگیا دوسرا ہوگیا وہ تھوڑا تھوڑا صحت کی طرف آرہا ہے، تیسرا ہوگیا تقریباً ۱۰/۱۰۰ اس کا چونکہ شروع میں ہی پتا چل گیا مقامات کے چکروں میں پڑ کر پاگل ہو رہا ہے، اس لئے بروقت علاج ہوگیا بحمد للہ تعالیٰ وہ راہ راست پر آرہا ہے۔کوئی بھی ایسی کتاب جس میں مقامات وغیرہ کا بیان ہو ہرگز نہ دیکھیں۔دوسری بات یہ کہ رذائل وفضائل وغیرہ کے بارے میں کتابیں مشائخ کے لئے ہوتی ہیں عوام کے لئے ایسی کتابیں پڑھنا مضر ہے۔اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

وصل اللهم وبارك وسلم على عبدك ورسولك محمد وعلى اله وصحبه اجمعين والحمد لله رب العالمين.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده

مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان محفوظ رہیں (صحیح بخاری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِينَ ○ كِرَامًا كَاتِبِينَ ○ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ○

اور تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ عزت والے عمل لکھنے والے۔ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو (۸۲-۱۰ تا ۱۲)

عیسائیت پسند مسلمان

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: عیسائیت پسند مسلمان

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ:

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

عیسائیت پسند مسلمان

(محرم ۱۴۱۶ھ)

﴿أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴿٣٧﴾﴾ (پ ۲۲ - ۳۷)

ترجمہ: ''کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ اس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر لیتا (اور مزید یہ کہ) تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا، سو مزا چکھو کہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

سن چودہ سو سال ہجری شروع ہوگیا ہے۔ پرسوں جب محرم کی پہلی تاریخ تھی میں کسی تحریر میں تاریخ لکھنے لگا تو لکھنے سے پہلے کچھ دیر کے لئے سکتہ سا طاری ہوگیا۔ دل کی دھڑکنیں منظم نہ رہ سکیں۔ آپ لوگ بھی سوچیں کہ نیا سال شروع ہونے پر خوشی کے شادیانے بجائے جائیں یا رنج وصدمہ کا اظہار کیا جائے یا اس سے عبرت ونصیحت حاصل کی جائے؟ اس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ آگے چل کر بتاؤں گا اس وقت تو قمری سال سے متعلق کچھ مسائل بتانا چاہتا ہوں ذرا توجہ سے سنئے۔ پہلی بات تو یہ کہ محرم کے مہینے میں مسلمان بہت سی بدعات ومنکرات کا ارتکاب کرتے ہیں، پھر ظلم یہ کہ ان گناہوں کو کار ثواب سمجھتے ہیں۔ ہیں یہ بڑے بڑے گناہ مگر مسلمان انہیں ثواب سمجھ کر

کئے جارہے ہیں۔ ان گناہوں کی تفصیل میرے وعظ ''منکرات محرم'' میں ہے۔ اسے زیادہ سے زیادہ پڑھیں اگر پہلے پڑھ چکے ہیں تو دوبارہ پڑھیں اس لئے کہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ بات بار بار دہرائی جائے تو ذہن نشین ہوتی ہے اور دل میں بیٹھ جاتی ہے۔ کئی لوگ اپنے حالات میں لکھتے ہیں کہ ہم نے فلاں کتاب ایک بار پڑھی، دوسری بار پڑھی، تیسری بار پڑھی تو ہر بار پڑھنے میں ایسی ایسی باتیں سمجھ میں آئیں جو اس سے پہلے سمجھ میں نہ آئی تھیں۔ خاص طور پر ''انوار الرشید'' کے بارہ میں ایسی خبریں کثرت سے موصول ہو رہی ہیں کہ اس کا جتنی بار مطالعہ کیا نئی نئی باتیں کھلتی گئیں۔ پہلی بات تو یہ کہ ایک بار کتاب پڑھ لینے سے اس کے مضامین پوری طرح سمجھ میں نہیں آتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کتاب بار بار پڑھی جائے۔ دوسری بات یہ کہ اگر بات سمجھ میں آ بھی گئی تو دل میں نہیں اترتی۔ سمجھ میں آ جانا اور بات ہے دل میں اتر جانا اور دل پر اثر انداز ہونا دوسری بات ہے۔ اصل مقصد تو یہ ہے کہ دل رنگ جائے۔ بات دل میں اس وقت اترتی ہے کہ اسے بار بار دیکھا جائے، بار بار سنا جائے، بار بار اس کا تذکرہ کیا جائے۔

''منکرات محرم'' کوئی بڑی کتاب نہیں، یہ صرف نو صفحات کا مختصر سا رسالہ ہے اسے خود بھی بار بار دیکھیں اور دوسروں تک زیادہ سے زیادہ پہنچائیں، زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں اس مہینے میں تو خاص طور پر اس کی بہت زیادہ تشہیر کریں، اپنی مجلسوں میں سنائیں۔

آج کل کے مرید:

ایک بار بیرون ملک سے ایک بزرگ پاکستان تشریف لائے جب وہ واپس تشریف لے جانے لگے تو میں بھی انہیں وداع کرنے مطار (ایئرپورٹ) گیا کیونکہ ان کے ساتھ بہت محبت کا تعلق ہے۔ وہاں ان کے مریدوں کا بھی خاصا مجمع تھا جو

انہیں رخصت کرنے آیا تھا۔ مولانا نے سب مریدوں سے مخاطب ہو کر میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کا مطبوع ''وصیت نامہ'' سب لوگ پڑھیں اور اس پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں حقیقت شناسی اور دور رسی کی فکر عطا فرمائی ہے، ہر بات میں حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس کوشش میں کامیاب فرمائیں اور اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔

ان بزرگ نے جب اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں سے یہ فرمایا تو فوراً دل میں خیال پیدا ہوا کہ دیکھئے یہ لوگ ''وصیت نامہ'' پڑھتے بھی ہیں یا نہیں؟ خیال اس لئے آیا کہ آج کل کے شاگردوں اور مریدوں کی حالت مجھے معلوم ہے۔ اس خیال کے ساتھ ہی ان لوگوں کے امتحان کا طریقہ بھی ذہن میں آ گیا کہ دیکھوں یہ مرید کہاں تک اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ ان دنوں یہ چھپا ہوا ''وصیت نامہ'' یہاں دارالافتاء سے ملتا تھا جنہیں ضرورت ہوتی یہاں سے حاصل کرتے۔ بغرض امتحان میں نے یہاں دارالافتاء کے عملہ سے کہہ دیا کہ ذرا خیال رکھیں اور مجھے بھی بتاتے رہیں کہ کتنے کتابچے نکلے۔ ہفتہ دو ہفتہ تحقیق کرواتا رہا تو معلوم ہوا کہ ان مریدوں میں سے کوئی ایک بھی لینے نہیں آیا۔ ادھر ان کے عشق و محبت کا یہ عالم تھا کہ شیخ کے ہاتھ چوم رہے تھے، ان کے فراق میں رو رہے تھے، رونے کی کیفیت کیا تھی؟ آنکھوں سے آنسو رواں ہیں، ناک سے پانی بہہ رہا ہے اور ساتھ ساتھ منہ سے رال بھی بہہ رہی ہے، پھر رونے کی آوازیں بھی عجیب عجیب نکال رہے تھے، روتے روتے ان کا عجیب حال ہو رہا تھا، شیخ کے ہاتھ اور کپڑے بھی خراب کر دیئے۔ ہاتھ ملاتے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ معانقہ بھی کرتے جا رہے تھے۔ شیخ کو اپنی طرف کھینچ کھینچ کر سینے سے سینہ ملا کر نور حاصل کر رہے تھے۔ مجھے یہ منظر دیکھ کر وحشت ہو رہی تھی کہ یہ ملنے کا کون سا طریقہ ہے کہ اپنا لعاب بھی، آنکھوں اور ناک کا پانی بھی سب اپنے شیخ کے ہاتھوں اور کپڑوں پر مل دیا، بس ایسا لگ رہا تھا کہ یہ لوگ صدمۂ فراق میں مرے جا رہے ہیں،

مگر شیخ کی وصیت پر کسی ایک نے بھی عمل نہیں کیا۔ اس چھوٹے سے رسالے کو پڑھنا اور عمل کرنا تو در کنار کسی نے لینے کی بھی زحمت گوارا نہ کی۔ ان کے حال پر ایک شعر یاد آجاتا ہے۔

ہم فراق یار میں گھل گھل کے ہاتھی ہوگئے
اتنے گھلے اتنے گھلے رستم کے ساتھی ہوگئے

مریدوں کے اس قصے کے مطابق اس شعر میں یوں ترمیم کرتا ہوں۔

ہم فراق شیخ میں گھل گھل کر ہاتھی ہوگئے
اتنے گھلے اتنے گھلے رستم کے ساتھی ہوگئے

بدوی کا قصہ:

جیسے یہ مرید شیخ کے عشق میں مرے جا رہے تھے ایک ایسے ہی بدوی کا قصہ بھی سن لیجئے۔ عرب میں دیہاتی، گنوار کو "بدوی" کہتے ہیں۔ ایک بدوی بیٹھا زار و قطار رو رہا تھا ایک شخص نے اس کی یہ حالت دیکھی تو بطور ہمدردی پوچھا:

"کیوں رو رہے ہو؟"

سامنے ہی ایک کتا مر رہا تھا بدوی نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"یہ میرا کتا ہے بیچارہ مر رہا ہے مجھے اس سے بہت محبت ہے۔"

گویا میری جان اس کی جان میں ہے، یہ مرا تو میں بھی مرا بس کتے کے غم میں رو رہا ہوں۔

اس شخص نے پوچھا:

"یہ کتا کیوں مر رہا ہے؟"

بدوی نے کہا:

"بیچارہ بھوک سے مر رہا ہے؟"

پاس ہی ایک بورا بھرا رکھا تھا اس شخص نے اس کی طرف اشارہ کر کے پوچھا:

''اس میں کیا ہے؟''

بدوی نے جواب دیا:

''اس میں روٹیاں بھری ہوئی ہیں۔''

یہ سن کر اس شخص کو بڑی حیرت ہوئی کہنے لگا:

''اللہ کے بندے! کتے سے تجھے اس قدر عشق ہے کہ اس کے مرنے سے تو مرا جا رہا ہے، آنسوؤں کے دریا بہا رہا ہے، ہچکیاں تیری تھمتی نہیں، روٹیوں کا بورا بھرا رکھا ہے تو پھر اسے روٹی کیوں نہیں کھلاتے؟''

بدوی نے جواب میں بڑا عجیب جملہ کہا:

''میرے آنسو ہیں مفت کے اور روٹیوں پر پیسے خرچ ہوئے ہیں، اس لئے آنسوؤں کے تو دریا کے دریا بہا دوں گا لیکن روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہ دوں گا۔ مرتا ہے تو مر جائے کوئی بات نہیں، روٹی کا ٹکڑا نہیں دوں گا۔''

آج کل کے مریدوں کا بھی یہی حال ہے، رو رو کر ہچکیاں لے لے کر، چوم چاٹ کر کسی طرح شیخ کو راضی کر لو، ''مر گئے'' حضرت جی تو ہم تو مر گئے آپ کے فراق میں، اب تو معلوم نہیں آپ کب تشریف لائیں گے، ہمیں تو خواب میں بھی آپ ہی کی زیارت ہوتی رہتی ہے، جاگتے میں بھی آپ ہی ہماری آنکھوں کے سامنے گھومتے رہتے ہیں، آپ کے بغیر تو زندگی بے کار ہے۔

سبحان اللہ! کیا کہنے عشق و محبت کے اگر وہی شیخ کہے کہ وصیت نامہ پڑھ لو تو سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ یہ کام مشکل ہے۔ چھوٹی تختی کے نو صفحات کے رسالے کا پڑھنا تو اتنا مشکل کام نہیں بڑی مشکل تو یہ ہے کہ پڑھنے کے بعد پھر اس پر عمل بھی کرنا پڑے گا۔ جب عمل کریں گے تو دنیا سے کٹ جائیں گے ساری دنیا ناراض ہو جائے گی پھر اس دنیا میں زندہ کیسے رہیں گے؟

میں نے یہ قصہ اس قدر تفصیل سے اس لئے سنایا ہے کہ بیان کے شروع میں آپ لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ ''منکرات محرم'' پڑھیں اور ان دنوں یہ رسالہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں، دو تین دن بلکہ آئندہ جمعہ تک مہلت دیتا ہوں پھر ناشر سے پوچھوں گا کہ کتنے رسالے اب تک گئے ہیں؟ کہیں وہی قصہ نہ ہو کہ وہ کہہ دیں کہ اب تک تو ایک بھی نہیں گیا، غنیمت ہے کہ آپ لوگ میرے عشق میں رو نہیں رہے لیکن دیکھوں گا کہ آپ لوگ کتنا عمل کرتے ہیں۔ میں ایک بات کہہ کر یونہی چھوڑ نہیں دیا کرتا بلکہ تحقیق اور جستجو بھی کرتا رہتا ہوں کہ کہی ہوئی بات پر کوئی عمل بھی کر رہا ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

قمری سال کی اہمیت:

دوسری بات یہ کہ قمری سال کی شریعت میں کیا اہمیت ہے اور آج کے مسلمان نے اس کی کیا قدر کی ہے۔ شمسی سال کے مقابلہ میں قمری سال کو اہمیت دے کر شریعت نے ایک مستقل نظام کی داغ بیل ڈالی۔ حالانکہ پہلے بھی بہت سے نظام چل رہے تھے مگر ان سب سے الگ تھلگ شریعت نے قمری سال کا ایک مستقل نظام جاری کیا۔ جاری کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے پہلے یہ حساب ہوتا ہی نہیں تھا، یہ حساب تو اس وقت سے چل رہا ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین، آسمان، سورج اور چاند کو پیدا فرمایا۔ شریعت نے احکام کی بنیاد قمری سال پر رکھی تو سوال پیدا ہوا کہ نظام اسلامی کا حساب رکھنے کے لئے اس کی تقویم کی ابتداء کہاں سے کی جائے۔ اس اہم مسئلہ کو طے کرنے کے لئے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غور فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کو معیار قرار دیتے ہیں تو اس میں یہ خرابی ہوگی کہ مسلمان اس تاریخ کو دوسری قوموں کی نقالی میں خوشی کا تہوار بنالیں گے، طرح طرح کی بدعات اور منکرات ایجاد کرلیں گے اور ان خوشیوں کی بھول بھلیوں

میں پڑ کر اپنا سب کچھ کھو بیٹھیں گے۔ خوشی کے موقع پر تو اچھے بھلے عقل مند انسان بھی عقل کھو بیٹھتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اندیشہ ہوا کہ مسلمان بھی خوشی میں حدِ اعتدال سے تجاوز کر جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب رسالت سے اٹھا کر منصب الوہیت تک پہنچا دیں گے اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے غافل ہو جائیں گے، چونکہ اس میں نفع سے زیادہ نقصان کا اندیشہ تھا اس لئے ولادت باسعادت سے سال کی ابتداء نہیں کی۔

ان حضرات کا اندیشہ بھی صد فی صد درست ثابت ہوا۔ دیکھ لیجئے مسلمانوں میں سے ایک ہی قوم اس زمانہ میں ''عید میلاد النبی'' کے نام سے کیا کیا خرافات کرتی ہے۔ کیسی کیسی بدعات ان لوگوں نے ایجاد کر لیں۔ ''عشق رسول'' کے عنوان سے انہوں نے کیسے کیسے شرکیہ عقائد گھڑ گھڑ کر اسلام میں داخل کر دیئے۔

دوسری تجویز یہ تھی کہ اسلامی سال کی ابتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کی جائے۔ لیکن اس میں خدشہ یہ تھا کہ مسلمان پہلی حالت کے برعکس اس تاریخ کے آتے ہی ماتم شروع کر دیں گے، سینہ کوبی کریں گے، رونا پیٹنا شروع کر دیں گے کہ ہائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا، دنیا سے تشریف لے گئے، رونا پیٹنا تو بزدلی پیدا کرتا ہے ظاہر ہے کہ اس سے مسلمانوں میں بزدلی پیدا ہو گی اور ان کاموں میں پڑ کر وہ حقیقت سے دور ہو جائیں گے۔ اس اندیشے کی صداقت بھی دیکھ لیجئے، آج کل ایک قوم نے وہی رونے پیٹنے کا دھندا شروع کیا ہوا ہے۔ اسی کو وہ اپنا دین سمجھتے ہیں۔

ان اندیشوں کو سامنے رکھ کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دوررس نگاہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اسلامی سال کی ابتداء کسی ایسے واقعہ سے کریں جس سے مسلمان ہمت و اولوالعزمی کا سبق حاصل کریں۔ ایسا غیر معمولی واقعہ ہو جس کی یاد اس ان کی غیرت و حمیت کو مہمیز لگے اور وہ اللہ کی نافرمانی چھوڑ کر اس کے بندے بن جائیں، اس

کی رضا کے لئے پوری دنیا کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو جائیں۔ وہ واقعہ ''ہجرت'' کا ہے۔ یہ جو آپ لوگ سن ہجری سنتے رہتے ہیں یہ اسی ہجرت کی یادگار ہے۔ یاد رکھئے کہ سال کی ابتداء ہجرت سے کرنا کوئی اتفاقی امر نہیں بلکہ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیشِ نظر بڑی بڑی حکمتیں تھیں۔

پہلی حکمت:

ایک حکمت یہ تھی کہ ہر نئے سال کے شروع میں جب ہجرت کی یادگار سامنے آئے گی، روزمرہ کی عام گفتگو میں جب سن ہجری کا تذکرہ آئے گا، یا تحریر میں درج کریں گے تو واقعۂ ہجرت کی یاد تازہ ہو جائے گی اور فوراً خیال آئے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی حفاظت کے لئے سب کچھ چھوڑا حتیٰ کہ وطن سے ہجرت کی، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی دین کی خاطر سب کچھ قربان کیا، وطن سے بے وطن ہوئے، بیوی بچوں کی قربانی دی، اس کے علاوہ قیمتی جائیدادیں چھوڑیں، مال و دولت کو لات ماری، وسیع تجارتوں کو بھی خیر باد کہا غرض سب کچھ قربان کیا کس لئے؟ صرف ایک اللہ کو راضی کرنے کے لئے، ہجرت کا تصور کرتے ہی ان سب کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، اسلامی تقویم کی ابتداء ہجرت سے کرنے کی یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی یہ لفظ زبان یا قلم پر آئے، کان میں پڑے، نظر سے گزرے اس سے وابستہ یادیں تازہ ہو جائیں اور گناہ چھوڑنے پر، دین کی خاطر قربان ہونے پر ہمت بلند ہو۔

ہجرت کی بات چل رہی ہے اس ضمن میں ایک اہم بات سمجھ لیجئے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''المھاجر من ھجر ما نھی اللّٰہ عنہ'' (صحیح بخاری)

ترجمہ: ''حقیقی مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دے۔''

یہاں دو چیزیں ہیں۔ ایک ہے ہجرت کی صورت اور دوسری اس کی حقیقت،

صورت تو ہے دین کی خاطر اعزہ واقارب اور وطن کو چھوڑنا اور ہجرت کی روح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مسلمان اس کی نافرمانی سے باز آجائے، ہر قسم کے گناہ چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کو منتہا و مقصود بنا لے، اس کی خاطر تمام خواہشات کو قربان کر دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پوری تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ ان حضرات نے دین کی خاطر دونوں قسم کی ہجرتیں کیں، مکہ مکرمہ جیسا مقدس شہر بھی چھوڑا اور ساتھ ساتھ اپنی تمام خواہشات بھی قربان کیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے۔ ذرا سی غلطی صادر ہونے پر کانپ اٹھتے اور اس کی تلافی کئے بغیر چین سے نہ بیٹھتے۔ یاد رکھئے! وطن چھوڑنا صرف ہجرت کی صورت ہے، ہجرت کی روح تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑنا ہے۔ اگر کوئی مسلمان دین کی خاطر اپنا وطن نہیں چھوڑتا مگر اپنے وطن میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتا ہے، اپنے دین کو محفوظ رکھتا ہے تو اگرچہ اسے ہجرت کی صورت حاصل نہیں ہوئی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اسے ہجرت کی حقیقت اور روح حاصل ہوگئی۔ صحیح بخاری کی پہلی حدیث میں ہے:

”من كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله ومن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او إلى امرأة ينكحها فهجرته الى ما هاجر اليه.“

فرمایا کہ جس نے مکہ سے ہجرت کی، اس وقت اللہ تعالیٰ کا مطالبہ یہی تھا کہ مسلمان مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کو وطن بنائیں۔ اس وقت ان حالات میں مسلمانوں کے لئے مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے دین کی حفاظت ممکن نہ تھی تو فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کیا اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی فهجرته الى الله ورسوله اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں قبول ہے اور مہاجرین کی فہرست میں اس کا نام لکھ دیا گیا اور جس نے اللہ کا حکم سمجھ کر نہیں بلکہ کسی

دنیوی غرض سے ہجرت کی ایسی ہجرت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں قبول نہیں۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ دنیوی مال و متاع اسے کچھ نہ کچھ مل جائے، کسی حد تک مادی نفع اٹھا لے لیکن یہ ناممکن ہے کہ اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں قابل قبول ہو۔

اسلام نے اپنے متبعین کے لئے ایک مستقل نظام قائم کیا۔ ذرا سوچئے کہ جب نیا سن ہجری شروع ہوتا ہے تو آپ جب اس کا نام لیتے ہیں یا سنتے ہیں یا لکھتے ہیں تو اس کی حقیقت کی طرف کچھ توجہ ہوتی ہے کہ ہجرت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان سے بھی بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا مقاصد تھے؟ اس ضمن میں ان حضرات نے کیا کیا مشقتیں برداشت کیں؟ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس سے سبق اور عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر قسم کی نافرمانیوں سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دوسری حکمت:

دوسری حکمت ہے ''اسلامی تشخص'' تشخص کے معنی ہیں کسی جماعت کا اپنی مستقل حیثیت جتانے کے لئے کوئی امتیاز شان مقرر کرنا۔ دیکھ لیجئے دنیا میں جتنی قومیں ہیں، جتنے مذاہب رائج ہیں ہر ایک کا کوئی نہ کوئی شعار، کوئی نہ کوئی مخصوص پہچان مقرر ہے۔ کسی کا کوئی مخصوص جھنڈا ہے، کسی کا مخصوص لباس ہے۔ بعض لوگ اپنا تشخص جتانے کے لئے ہری پگڑی باندھتے ہیں، بعض کی پہچان کالی پگڑی ہے، غرض دنیا میں ہر قوم اور ہر فرقہ نے اپنا کوئی نہ کوئی نشان مقرر کر رکھا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دوسری قوموں سے ممتاز رکھنے کے لئے شعار مقرر فرمائے ہیں۔ سن ہجری بھی مسلمانوں کا شعار ہے۔ ہر قوم اپنے شعار پر سختی سے کاربند ہے۔ ہندو قوم کا شعار ہے سر کی چوٹی اور دھوتی، وہ لوگ سر پر چوٹی رکھتے ہیں اور نیچے

دھوتی باندھتے ہیں، حضرت مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

ے ہمارا میل کیا اس قوم سے یہ قوم کھوٹی ہے
کہ مذہب ان کا چوٹی اور تمدن اک لنگوٹی ہے

ہندوقوم کے تشخص میں زنار بھی داخل ہے یہ ایک تاگا ہوتا ہے جسے گلے میں لٹکاتے ہیں۔ اسی طرح سکھ قوم کا تشخص ہے ڈاڑھی پگڑی اور کرپان۔ کرپان چھوٹی سی تلوار ہوتی ہے۔ بلکہ مشہور ہے کہ سکھ قوم کا تشخص چار کاف ہیں کرپان، کڑا، کیس (سر کے بال) اور کچھا۔ اپنا تشخص قائم رکھنے کے لئے یہ لوگ سر پر بڑے بڑے بال رکھتے ہیں پھر خاص طریقے سے ان کا جوڑا باندھ لیتے ہیں پھر بالوں کے اوپر پگڑی، ہاتھ میں کڑا اور ساتھ کرپان۔ اس میں بھی مسلمانوں کے لئے دعوت فکر ہے کہ یہ سکھ قوم جہاں کہیں جائے ہر حکومت سے اس نے کرپان رکھنے کی اجازت لے رکھی ہے۔ انگریزوں سے لے کر آج تک کوئی حکومت انہیں کرپان رکھنے سے منع نہ کر سکی لیکن دوسروں کو ہتھیار رکھنے کی اجازت نہیں بلکہ بعض حالات میں حکومت کی طرف سے خصوصی حکم جاری ہو جاتا ہے کہ کسی کو چاقو رکھنے کی بھی اجازت نہیں۔ اس کے باوجود سکھ اپنی کرپان ساتھ رکھتے ہیں لیکن مسلمانوں میں چاقو رکھنے کی بھی ہمت نہیں وہ نہتے پھرتے ہیں۔

بچپن میں ایک بار سنا تھا کہ مسلمانوں نے پنجاب میں تحریک چلائی تھی کہ جیسے کرپان سکھوں کا شعار ہے ویسے ہی تلوار مسلمانوں کا شعار ہے اس لئے مسلمانوں کو تلوار رکھنے کی اجازت دی جائے۔ ان کی تحریک کامیاب ہوئی اور حکومت پنجاب نے مسلمانوں کو تلوار رکھنے کی اجازت دے دی۔ حکومت بھی انگریز کی تھی لیکن مسلمانوں کی تحریک کو دبا نہ سکی مجبوراً اسے تلوار رکھنے کی اجازت دینا پڑی مگر افسوس ہے مسلمان قوم پر کہ مطالبہ منوانے کے باوجود اس نے تلوار نہیں رکھی۔ آج کا مسلمان ایسا بزدل اور ڈرپوک ہے کہ تلوار کے نام سے بھی اسے ڈر لگتا ہے، تلوار تو بڑی چیز ہے اگر کوئی

اس پر غلیل کا غلہ چھوڑ دے یا کہیں پٹاخے کی آواز سن لے تو گویا اس کی جان نکلی جا رہی ہے۔اس شاہین کو انگریز ملعون نے ایسا بزدل بنا دیا کہ جہاد اور قتال کے نام سے اسے وحشت ہونے لگی ہے، تلوار اور اسلحہ کا نام سن کر بدکنے لگتا ہے، اس کی بزدلی عمل سے ترقی کر کے عقیدہ تک سرایت کر گئی ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ اسلحہ اٹھانا اور کافروں کو ٹھکانے لگانا دین وایمان کے خلاف ہے۔کیا عجیب بات ہے جس حکم سے قرآن کے تیس پارے اور حدیث کا ذخیرہ بھرا پڑا ہے، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگیاں جس مہم میں بسر ہوئیں وہ آج کے مسلمان کو اچھا نہیں لگتا۔اس کام سے اس کے دین وایمان پر حرف آتا ہے۔اسلحہ کو اس نے دہشت گردی کی علامت سمجھ لیا ہے، بس آج کے مسلمان کا کام یہی رہ گیا ہے کہ وہ کافروں کے سامنے بکری بنا رہے ان کے ہاتھوں ذبح ہوتا رہے۔کوئی اس کی گردن پر چھری رکھ دے تو یہ چپکا پڑا رہے گا ہلنے کا نام نہ لے گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ چھری چلاتے ہوئے کافر کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچے۔

اپنے بچپن کا قصہ یاد آ گیا ہم کوئی مرغی پکڑ کر اسے لٹا کر اس کی گردن پر تنکا رکھ دیتے وہ سمجھتی کہ چاقو یا چھری رکھی ہوئی ہے آرام سے لیٹی رہتی اس حال میں ہم اسے چھوڑ کر چلے جاتے، ادھر ادھر کھیلتے رہتے۔وہ اپنی جگہ پڑی رہتی کہ اگر ذرا حرکت کی تو چھری چل جائے گی اور گردن کٹ جائے گی۔ ہم کچھ دیر بعد اسے اٹھاتے کہ اری مرغی! اٹھ جا تو بچ گئی۔ملعون انگریز نے بھی آج کے مسلمان کا ذہن ایسا مسخ کر دیا کہ یہ اسلحہ کے نام سے ڈرتا ہے۔اس سے دور بھاگتا ہے۔کہتا ہے کہ اسلحہ اٹھانا شریفوں کا کام نہیں یہ تو دہشت گردوں اور بے دینوں کا کام ہے۔افسوس کہ جو کام دین کی ترقی کا ذریعہ تھا جس کی برکت سے دین پوری دنیا پر غالب آیا آج کل کے مسلمانوں کی نظر میں وہ بے دینی کی علامت بن گیا۔

بات ہو رہی تھی تشخص کی، ہندو، سکھ، پارسی، غرض کہ ساری قومیں اپنے مذہبی

تشخص کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کا امتیازی تشخص برقرار رکھنے کے لئے انہیں بہت سے احکام کا پابند کیا ان میں سے ایک حکم ڈاڑھی کا ہے جو مسلمانوں کا خاص شعار اور تشخص ہے۔ دوسری چیز تلوار ہے جو اسلام کی عزت اور سربلندی کا ذریعہ ہے۔ ہر مسلمان کو تلوار رکھنی چاہئے۔ یہ جہاد کی یادگار اور مسلمانوں کا تشخص ہے۔ تیسری چیز ہے قمری سال کا اہتمام، روزمرہ کے حساب کتاب میں یہ بھی اسلام کا تشخص ہے۔

تیسری حکمت:

شریعت کے بہت سے احکام قمری سال سے وابستہ ہیں۔ قمری سال کا حساب لگائے بغیر ان احکام کی تکمیل ممکن نہیں۔ وہ کون کون سے احکام ہیں؟ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف دو چیزوں کا تعلق قمری سال سے ہے یعنی روزہ اور حج مگر حقیقت یہ ہے کہ روزہ اور حج کے علاوہ بہت سے احکام ایسے ہیں جن کا تعلق قمری سال سے ہے روزہ اور حج کا مسئلہ تو سب کو معلوم ہی ہے، نماز، زکوٰۃ، قربانی اور دوسری بہت سی عبادات کا تعلق بھی قمری حساب سے ہے، اس کی کچھ تفصیل سنئے:

نماز:

نماز کی فرضیت کا مدار عمر اور ایام حیض پر ہے اور ان دونوں کا تعلق قمری حساب سے ہے شمسی سے نہیں اس کی تفصیل ذرا آگے چل کر بتاؤں گا۔

زکوٰۃ:

چاند کے جس مہینے کی جس تاریخ میں بقدر نصاب مال ملا اس تاریخ سے قمری سال پورا ہونے پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے، اس میں بھی قمری سال شمار کیا جائے گا، شمسی سال کا اعتبار نہیں۔

عیدالفطر، عیدالاضحیٰ، صدقۃ الفطر، قربانی اور تکبیرات تشریق کا تعلق قمری حساب

سے سب جانتے ہیں۔

عمر:

احکام شرعیہ میں جہاں کہیں بھی عمر کا ذکر ہے وہاں قمری حساب ہی لگانا فرض ہے شمسی حساب جائز نہیں، شریعت کے کئی احکام عمر سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً: اعتبار حمل، جواز اسقاط، مدت حمل، ثبوت نسب، مدت رضاع، حرمت رضاع، حق حضانت، جب بچہ چار سال کا ہو جائے تو آگے پیچھے سے اس کا ستر بلاضرورت دیکھنا جائز نہیں، ران وغیرہ دیکھ سکتے ہیں، سات سال کی عمر ہونے پر ران وغیرہ بھی نہیں دیکھ سکتے، سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دینا فرض ہے اور دس سال کا ہونے پر مار کر نماز پڑھوانا فرض ہے۔ دس سال کی عمر میں بستر الگ کر دینا فرض ہے، لڑکی کو نو سال کی عمر میں پردہ لڑکے سے دس سال کی عمر میں پردہ۔

لڑکی کے مراہق (قریب البلوغ) ہونے کی عمر نو سال ہے اور لڑکے کے مراہق ہونے کی بارہ سال، اس پر شریعت کے کئی احکام مرتب ہوتے ہیں۔

سن بلوغ:

بلوغ احکام کا مکلف ہونے کی بنیاد ہے، اس میں بھی بسا اوقات عمر کو دیکھنا پڑتا ہے، اگر لڑکی اور لڑکے میں بلوغ کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو دونوں کے لئے انتہائی مدت پندرہ سال ہے۔

حیض، نفاس اور استحاضہ:

ان میں بھی قمری حساب کا اعتبار ہے۔

نکاح:

نکاح اور فسخ نکاح کا اختیار اور اس پر متفرع احکام۔

طلاق:

طلاق کے وقوع اوراس سے رجوع کے احکام۔

عدت:

نابالغہ اور آئسہ کی طلاق کی عدت تین مہینے، بالغہ کی تین حیض، حاملہ کی وضع حمل۔موت کی عدت چار ماہ دس دن اور حاملہ ہوتو وضع حمل۔

مفقود:

کسی لاپتہ شخص کومفقودقرار دینااور پھراس پر مرتب ہونے والے کئی احکام۔
غرضیکہ اسلام کے جتنے احکام ہیں تقریباً سارے کے سارے قمری تاریخوں سے وابستہ ہیں کوئی بلاواسطہ کوئی بالواسطہ۔

چوتھی حکمت:

چوتھی حکمت ہے محبت کا تعلق۔ انسان کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے اس میں کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو بہرکیف اس کا تذکرہ کرتا ہے،موقع بے موقع اس کا نام لیتا ہے اور جس چیز سے محبت نہ ہواس میں خواہ کتنے ہی منافع ہوں اسے نظر انداز کر دیتا ہے، اس کا نام زبان پر لانا گوارانہیں کرتا۔غرض محبت میں بڑی کشش ہے۔اسی اصول کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کے حال کا جائزہ لیں۔ہجری تقویم کے ساتھ ان کا رویہ دشمنوں کا سا ہے۔عوام تو رہے ایک طرف بڑے بڑے علماء ومشائخ بھی اپنی تحریر وتقریر اور روز مرہ کی گفتگو میں بے دھڑک عیسوی تقویم استعمال کرتے ہیں۔کسی معمر بزرگ فاضل دیوبند سے ملاقات ہوئی دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لینے اور وہاں سے فراغت کا عیسوی سن بتایا، ہجری سن انہیں یادنہیں تھا، مجھے ان کی اس حالت پر اتنا افسوس ہوا کہ بتانہیں سکتا۔ان مولانا صاحب سے کوئی یہ پوچھے کہ اللہ کے بندے! تم جو مسلسل چار

سال دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم رہے وہاں اپنے اساتذہ سے کبھی شمسی سال کا نام سنا تھا؟ آپ نے جب داخلہ کا فارم بھرا تھا تو فارم پر شمسی تاریخ درج تھی یا قمری؟ وہاں جب ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو وظیفہ ملتا تھا اور آپ کو پہلی تاریخ کا شدت سے انتظار رہتا تھا تو وہ پہلی چاند کی ہوتی تھی یا جنوری فروری کی؟ اسی طرح اسباق کی جو تاریخ متعین تھی کہ فلاں تاریخ کو اسباق شروع ہوں گے تو وہ تاریخ کون سی ہوتی تھی اسلامی یا انگریزی اسی طرح سال کے اختتام پر جو تعطیلات ہوتی تھیں وہ کن تاریخوں میں ہوتی تھیں؟ غرض وہاں سالہا سال تک ہر چیز قمری تاریخوں کے حساب سے دیکھتے، سنتے اور پڑھتے رہے پورا نظام قمری تاریخوں سے وابستہ تھا۔ مگر مولانا صاحب اس ماحول سے باہر آتے ہی سب کچھ بھول گئے، کتنی محبت ہے انگریزی سے، آپ لوگوں نے شاید کبھی اس طرف توجہ کی ہو اب تو میں نے زیادہ کہنا چھوڑ دیا ہے پہلے بہت کہتا تھا کہ آج کل کا مسلمان انگریزی کا دلدادہ ہے، انگریزی الفاظ بڑے فخر سے بولتا ہے بلکہ بہت زیادہ بولتا ہے۔

انگریز کا پٹھا:

ایک دادا پوتے کا قصہ کبھی کبھی سناتا رہتا تھا۔ دادا بیچارہ پرانے ذہن کا تھا۔ دادا نے پوتا سے کہا کہ ''وہ پھاٹک بند کردو۔'' پوتا پوچھتا ہے ''کہاں رکھی ہے؟'' دادا نے کہا ''ارے پھاٹک بند کردو۔'' لیکن پوتا کہتا ہے ''دادا وہ رکھی کہاں ہے؟'' دادا سمجھا کہ شاید اس کی بات اسے سنائی نہیں دے رہی تو اس نے زور سے کہا ''میں کہہ رہا ہوں پھاٹک بند کردو پھاٹک۔'' لیکن پوتے کا پھر وہی سوال ''رکھی کہاں ہے؟'' آخر کافی تکرار کے بعد بیچارہ دادا سمجھا کہ یہ انگریز کا پٹھا سمجھ ہی نہیں رہا کہ پھاٹک کسے کہتے ہیں۔

؎ وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

ٹھہرا تو انگریز کا پٹھا، انگریز کا انڈا، وہ بھلا کیا سمجھے کہ پھاٹک کیا ہے۔ آخر دادا نے کہا "گیٹ بند کر دو" پوتا بولا "ہاں تو یوں کہیں نا گیٹ بند کر دو۔"

انگریزی بولنے کی حیثیت:

یہاں آپ کو ایک اہم بات بتانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ میں جو انگریزی بولنے پر ٹوکتا رہتا ہوں اور بلا ضرورت بولنے سے روکتا ہوں، اس کی وجہ یہ نہیں کہ یہ کوئی ناجائز اور حرام کام ہے۔ جیسے دنیا کی دوسری زبانیں ہیں ویسے ہی انگریزی بھی ایک زبان ہے اس کا بولنا کوئی گناہ نہیں، لیکن میں جو اس پر بار بار تنبیہ کرتا ہوں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آج کا مسلمان انگریز کی محبت میں گرفتار ہے، دل میں اس کی محبت اور عظمت بھری ہوئی ہے۔ انگریز سے محبت کا یہ عالم ہے کہ چھوٹا سا بچہ جب توتلی زبان میں بولنا شروع کرتا ہے تو والدین اور بھائی بہن اسے انگریزی الفاظ سکھاتے ہیں۔ جب وہ غلط سلط انگریزی الفاظ بولتا ہے تو یہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ ارے واہ بیٹے شاباش۔ لیکن عربی سے لگاؤ کی یہ حالت ہے کہ بوڑھا ہو جاتا ہے مگر قرآن کے دو چار لفظ بھی صحیح نہیں کر پاتا۔ مر جاتا ہے مگر قرآن کے الفاظ صحیح نہیں ہوتے، عربی زبان تو الگ رہی قرآن صحیح نہیں ہوتا۔ انگریزی کے الفاظ پیدا ہوتے ہی سیکھنا شروع کر دیتا ہے بلکہ گویا پیدا ہونے سے بھی پہلے ماں کے پیٹ سے ہی سیکھ کر آتا ہے، یہ ہے آج کے مسلمان کی انگریز پرستی کا عالم۔

انگریزی سے نفرت کا سبب:

بات سمجھ میں آرہی ہے کہ میں انگریزی بولنے سے کیوں منع کرتا ہوں؟ انگریزی سیکھنا حرام نہیں، اس کے الفاظ استعمال کرنا بھی ناجائز نہیں، میں تنبیہ صرف اس لئے کرتا ہوں کہ زبان کے الفاظ دراصل دل کی غمازی کرتے ہیں۔ زبان سے نکلنے والا ایک ایک لفظ دل کے راز کھولتا ہے۔ افسوس کہ آج کے مسلمانوں کو قرآن

سے محبت نہیں دل میں اس کی عظمت نہیں مگر انگریز مردود کی محبت اور عظمت دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، بتایئے یہ چیز خطرناک ہے یا نہیں؟ اگر قرآن سے ذرا سی بھی محبت ہوتی تو کم از کم اس کے الفاظ ہی صحیح کر لیتے مگر اتنا بھی نہیں کر پاتے۔ وعظ ''حقوق القرآن'' پڑھا کریں۔

میں بتا رہا تھا کہ کسی مولانا صاحب نے بتایا کہ وہ سن چالیس میں دیوبند پڑھنے گئے تھے، عیسوی سن بتایا، میں نے کہا مجھے تو عیسوی سن یاد نہیں ہجری یاد ہے میں سن اکسٹھ میں گیا تھا آپ اس سے پہلے تھے یا بعد؟ لیکن انہیں ہجری سال یاد نہیں، مولانا صاحبان کو سن ہجری یاد نہیں رہتا یہ تو بات تھی دارالعلوم دیوبند کی، یہاں پاکستان میں جتنے مدارس دینیہ ہیں، جتنے بھی جامعات اسلامیہ ہیں ان کا پورا نظم و نسق قمری تاریخوں سے وابستہ ہے۔ ملک بھر میں مدرسے کھلتے ہیں شوال میں اور بند ہوتے ہیں شعبان میں تعطیلات کے مہینے شعبان اور رمضان ہیں پھر تعطیلات ختم ہونے کے بعد اسباق شروع ہونے کی تاریخیں قمری ہیں۔ ان مدارس میں تنخواہیں اور وظیفے بھی قمری تاریخوں میں دیئے جاتے ہیں۔ غرض ان کا پورا ڈھانچہ قمری تاریخوں سے تیار ہوتا ہے، لیکن با ایں ہمہ مدارس کے اساتذہ اور طلبہ اپنی تحریروں میں جب تاریخ ڈالیں گے تو انگریزی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ! پتا چلا کہ ان علماء و طلبہ کے ذہن میں انگریزی کی محبت اسلام کی محبت سے زیادہ ہے۔ ان کے دلوں میں انگریزی کی محبت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ ہے۔ کسی کو انگریزی تاریخ لکھنے کی مجبوری درپیش ہو تو اس کا مسئلہ الگ ہے اس سے متعلق بعد میں بتاؤں گا لیکن اہل مدارس کو اس کی کیا ضرورت پیش آئی؟ بسا اوقات بڑے بڑے جامعات سے اساتذہ کے خطوط آتے ہیں ان پر تاریخ انگریزی درج ہوتی ہے تو میں ان لوگوں کو یہ جواب لکھتا ہوں کہ آپ کے جامعہ کا سارا نظام اسلامی تاریخوں کے مطابق چل رہا ہے وہی لکھنا بھول جاتے ہیں؟ اسلامی تاریخ یاد نہیں رہتی انگریزی یاد رہتی ہے، اپنی روز مرہ گفتگو

اور تحریروں میں وہی استعمال کرتے ہیں۔

ایک بار ایک بہت بڑے جامعہ کا اجلاس ہو رہا تھا میں بھی اس میں شریک تھا۔ کسی نے پوچھا کہ ”فلاں مولانا صاحب کہاں ہیں؟ دوسرے مولوی صاحب جواب دیتے ہیں ”لیٹرین میں گئے ہیں“ مجھے یہ سن کر بڑا تعجب ہوا، میں نے ان سے کہا کہ یہاں پاخانے میں بھی آپ کو وہی انگریزی کا لفظ یاد آیا اور کسی زبان کا نہ آیا؟ وہ جامعہ بھی کوئی معمولی نہیں ملک کے بڑے جامعات میں سے ہے۔ اس میں بڑے بڑے علماء اور مفتیوں کا اجتماع ہو رہا ہے اس موقع پر بھی انگریزی ہی سوجھی۔

اسی طرح ایک بار ایک مولانا صاحب سے پوچھا کہ ”فلاں مولانا صاحب کہاں ہیں؟“ تو کہنے لگے ”کلاس میں پڑھانے گئے ہیں“ ارے واہ مولانا! کیا کہنے اس ”کلاس“ کے جیسی آپ کی کلاس ہے ویسے ہی آپ کے کلاسی ہوں گے۔ ایک بار پھر تنبیہ کرتا ہوں کہ انگریزی سیکھنا، بولنا فی نفسہٖ ناجائز اور حرام نہیں۔ جیسے دنیا بھر کی زبانیں ہیں ویسے ہی یہ بھی ایک زبان ہے، لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ انگریزی بولنے والوں کے دل میں کیا ہے؟ وہ کون سی چیز ہے جو انگریزی بولنے پر مجبور کر رہی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ چیز دل میں گھسی ہوئی انگریزی کی عظمت و محبت ہے۔ اس محبت نے ایسا اندھا، بہرا بنا دیا ہے کہ اسلامی تاریخ لکھنا بھول جاتے ہیں۔ گویا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام پر اس کی انگریزی ہی غالب ہے۔ میں ہر سال اس پر تنبیہ کرتا ہوں مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کا بھی وہی قصہ ہے کہ آنسو بہانا آسان، روٹی کا ٹکڑا دینا مشکل۔ جہاں آپ لوگ اپنے حالات میں دوسری چیزیں لکھتے ہیں وہاں کبھی تو یہ بھی لکھ دیا کریں کہ میں پہلے انگریزی تاریخ لکھا کرتا تھا، انگریزی بولتا تھا لیکن جب سے یہ بیان سنا ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی، انگریزی کی محبت دل سے نکال دی اور اپنی محبت سے اسے منور فرما دیا، کم از کم اصلاحی خطوط میں تو کوئی ایسی اطلاع آئے۔

ضرورت کے تحت انگریزی لکھنا:

رہی یہ بات کہ کبھی کسی مسلمان کو انگریزی تاریخ لکھنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ کیا کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ضرورت کے تحت انگریزی تاریخ لکھنے میں حرج نہیں لیکن اس کے ساتھ ایک کام ضرور کرلیا کریں وہ یہ کہ اگر آپ نے ضرورت سے انگریزی تاریخ لکھی تو اس کے ساتھ اسلامی تاریخ بھی لکھ دیں بلکہ اسلامی تاریخ پہلے لکھیں۔ ہمارے ہاں یہ دستور ہے کہیں بھی کسی ضرورت سے کسی دفتر یا سرکاری محکمہ سے خط و کتابت کرنا پڑے تو پہلے اسلامی تاریخ لکھتے ہیں اس کے نیچے انگریزی تاکہ پڑھنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔ یہ دونوں تاریخیں ان کی خاطر لکھ دیتے ہیں اگر صرف اسلامی لکھیں تو شاید وہ لوگ قبول ہی نہ کریں۔

کسی کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ شادی یا کسی اور تقریب کی اطلاع کے لئے اگر وہ اسلامی تاریخ استعمال کریں تو وہ تو ایک دو دن آگے پیچھے بھی ہوسکتی ہے اس لئے چاند کے اعتبار سے قبل از وقت تعیین ممکن ہی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تاریخ تو اسلامی لکھیں لیکن تاریخ کے ساتھ دن بھی لکھ دیں، اب تو کوئی اشکال نہیں رہے گا۔ اصل معیار دن کو رکھیں کہ فلاں تاریخ اور فلاں دن میں تقریب ہے اور اگر اس طریقہ پر عمل کرنا کسی کے لئے مشکل ہو تو چلئے اسلامی تاریخ کے ساتھ انگریزی تاریخ نیچے لکھ دیں، اب تو کوئی اشتباہ نہیں رہے گا۔ لیکن کیا کیا جائے یہاں تو سارا نظام ہی انگریزی تاریخ پر چل رہا ہے۔ علماء، طلبہ، صوفیہ، صلحاء سب ہی اس کی لپیٹ میں ہیں۔ ہر ایک کی زبان پر انگریزی، قلم پر انگریزی۔

شمسی تقویم کا بے ڈھنگا پن:

جو ایک اشکال ذکر کیا گیا تھا کہ اسلامی تاریخ میں تو ایک دن آگے پیچھے ہوجاتا ہے اس لئے وقت کی صحیح تعیین نہیں ہوپاتی اس بارے میں ایک بڑی عجیب بات بتاتا

ہوں۔ شاید آپ نے پہلے کبھی نہ سنی ہو۔ وہ یہ کہ شمسی تقویم کا نہ کوئی قاعدہ ہے نہ قانون۔ پوری دنیا بس اندھی چال چل رہی ہے۔ ایک دو کانے راجہ ہیں جو پوری دنیا کو چلا رہے ہیں۔ پوری دنیا بس آنکھیں بند کئے ہمارے پیچھے چل رہی ہے ورنہ دلیل کچھ نہیں، بس جیسے ہم کہتے ہیں آنکھیں بند کئے ہمارے پیچھے چلے آؤ۔ مثلاً آج جون کی دوسری تاریخ ہے تو کوئی بتا سکتا ہے کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ کوئی دلیل نہیں سوائے اس کے کہ وہ کانے راجہ یہی کہہ رہے ہیں۔ ورنہ پوری دنیا کو آپ تحدی (چیلنج) کریں، کہیں کہ آج جون کی دوسری نہیں بلکہ جنوری کی پہلی ہے اس دعوے کو دلیل سے رد کر کے دکھاؤ مگر دلیل کسی کے پاس کچھ نہیں۔ تردید کریں گے تو یہی کہہ کر کہ سب کہہ رہے ہیں آج جون کی دوسری ہے۔ ساری دنیا کہہ رہی ہے لیکن جو دنیا کی بات نہ مانے کہے کہ ساری دنیا مل کر جھوٹ بول رہی ہے تو اس کی بات کا کسی کے پاس کوئی جواب نہیں۔ اس طرح انہوں نے ساری دنیا کو پاگل بنا رکھا ہے۔ مزید سنئے کہ لوگوں کو کس طرح الو بنایا۔ فروری یوں تو ہمیشہ اٹھائیس دن کا ہوتا ہے لیکن ہر چار سال بعد فروری انتیس دن کا مانو جسے ''لیپ کا سال'' کہتے ہیں۔ اس کی کیا دلیل ہے؟ بس ہم نے کہہ دیا۔ یوں ان کانے راجاؤں نے ساری دنیا پر اپنی بات مسلط کر رکھی ہے۔

شمسی تاریخوں کا معلوم کرنا ہر انسان کے بس کی بات نہیں اور اس کا پورا پورا حساب تو ممکن ہی نہیں۔ یہ تو ایسا معمہ ہے کہ بڑے بڑے ماہرین اس سے عاجز آچکے ہیں۔ پہلے ہر چار سال کے بعد ایک دن کا اضافہ کیا گیا پھر سولہ سال کے بعد جا کر پتا چلا کہ دس دن زیادہ ہوگئے ہیں۔ سال کو دس دن پیچھے ہٹاؤ۔ پھر ہر سو سال کے بعد ایک دن گھٹا دیا جائے، پھر ہر چار سو سال کے بعد ایک دن بڑھا دیا جائے۔ اسی ادھیڑ بن میں لگے رہتے ہیں۔ کبھی بڑھاؤ کبھی گھٹاؤ اور کوئی ان سے پوچھے کہ کیوں گھٹایا کیوں بڑھایا تو سوائے اس کے کوئی جواب نہیں۔

ع مستند ہے میرا فرمایا ہوا

اس بارے میں پوری دنیا چند بوجھ بجھکڑوں کی اندھی تقلید کر رہی ہے بس کانا راجہ جو کہہ دے ماننا پڑے گا، صدیوں تک جولیس اگسٹس اور سیزر وغیرہ یکے بعد دیگرے دنیا کے ذہنوں پر مسلط رہے پھر پوپ گریگوری نے ان کے تسلط پر اپنا قبضہ جمالیا اور ۱۹ اکتوبر ۲۹ اکتوبر کر دیا، علاوہ ازیں ہر وہ صدی جو چار پر برابر تقسیم نہ ہو اس کے آخری سال کے فروری کو اٹھائیس دن کا قرار دینے کا حکم دیا، کئی ملکوں نے پوپ کی بغاوت کی لیکن بالآخر یہ بھی سب کو اپنی ذہنی غلامی میں مبتلا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

ع آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

مسلمان کے قلب پر انگریز کا رعب:

آج کا مسلمان عیسائیوں سے بہت مرعوب ہے ایک شخص نے اپنے حالات میں لکھا کہ وہ نیویارک ایئر پورٹ پر اترے تو وہاں ایسا محسوس ہوا کہ مسلمان عیسائیوں سے اس قدر مرعوب ہیں کہ امریکیوں کے سامنے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے شرماتے ہیں۔ شرماتے ہیں کہ مسلمان گھرانے میں کیوں پیدا ہو گئے کسی امریکی گھر میں کیوں نہ پیدا ہوئے۔

مسلمانوں کی مرعوبیت پر ایک قصہ یاد آگیا۔ مجھے جب اوقات نماز کی طرف توجہ ہوئی تو شروع شروع میں کچھ نقشے مرتب کئے اور صبح صادق کا مسئلہ اٹھایا۔ علماء کو سمجھانے کی کوشش کی کہ ہر جگہ صبح کاذب کو صبح صادق سمجھا جا رہا ہے۔ ان دنوں خیال آیا کہ یہ جو لوگ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں فلکیات پڑھتے پڑھاتے ہیں ذرا معلوم کیا جائے کہ انہیں کچھ آتا بھی ہے؟ یہیں ناظم آباد نمبر چار میں دارالافتاء سے مشرق کی طرف چند مکان چھوڑ کر محکمہ موسمیات کا دفتر تھا۔ میں نے وہاں سے ایک شخص کو بلوایا اور ان سے پوچھا کہ آپ لوگ اوقات کیسے مرتب کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کا جواب میں نہیں دے سکتا مجھ سے ایک بڑے افسر ہیں میں انہیں لے

کرآؤں گا وہی بتائیں گے۔ انہیں لائے تو ان سے میں نے پوچھا کہ یہ طلوع وغروب کے اوقات آپ کیسے مرتب کرتے ہیں کہ فلاں شہر میں طلوع اتنے بجے ہے اور غروب اتنے بجے، باقی نمازوں سے تو ان کا سروکار ہی نہیں صرف طلوع اور غروب سے واسطہ ہے اور یہ کہ صبح کے وقت پہلی روشنی اتنے بجے نمودار ہوتی ہے۔ صبح کاذب یا صادق سے بھی کوئی واسطہ نہیں، ہیں ہی سارے کاذب، صادق سے ان کو کیا مطلب۔ ان سے جب میں نے یہ سوال کیا تو یہ بولے میں تو نہیں جانتا البتہ ایک تیسرے شخص مجھ سے بھی بڑے ہیں انہیں لاؤں گا وہ جواب دیں گے۔ تین چار بار تو یہی ہوا کہ ایک دوسرے پر ٹالتے رہے، آخر کئی چکروں کے بعد ان کا سب سے بڑا افسر آیا اس نے کہا کہ مرکزی دفتر میں سب سے بڑے ماہر ہیں میں انہیں لاؤں گا۔ میں نے کہا کہ ایسا نہ ہو کہ آپ جس بڑے کو لائیں وہ بھی کہہ دے کہ مجھ سے ایک اور بڑا ہے میں اسے لاؤں گا۔ خواہ مخواہ میرا اور اپنا وقت ضائع کریں گے اس لئے بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے جتنے بھی بڑے ہیں: اربابا من دون اللہ۔ سب کو مرکزی دفتر میں جمع کر لیجئے، اجتماع کی تاریخ اور وقت کی اطلاع مجھے دے دیجئے میں خود وہاں پہنچ جاؤں گا سب بڑے چھوٹوں کو انشاء اللہ ایک ہی بار میں نمٹا دوں گا۔ اس تجویز کے مطابق سب ماہرین جمع ہو گئے میں بھی حسب وعدہ پہنچ گیا۔ دیکھا کہ سب جمع ہیں میں نے ان سے پوچھا آپ لوگ اوقات کس طرح نکالتے ہیں؟ کہنے لگے یہ تو آسان سا کام ہے۔ انہوں نے ایک کتاب "نوٹیکل المینک" نکالی اور کہنے لگے کہ دیکھ لیجئے کراچی کا طول البلد اور عرض البلد کیا ہے، اس میں اٹھارہ درجات زیر افق، درجات تو میں کہہ رہا ہوں وہ تو ڈگری کہہ رہے تھے، زیر افق کو بھی اور کچھ کہتے ہوں گے۔ کہنے لگے "اٹھارہ ڈگری کے اوقات اس میں دیکھ لیجئے یہ لکھے ہوئے ہیں۔" میں نے ان سے کہا کہ یہ جو کچھ آپ دکھا رہے ہیں یہ تو کتاب میں لکھا ہے اور کتاب گرینچ لندن سے شائع ہوئی ہے، کتاب تو میں دیکھ چکا لیکن آپ لوگ کس مرض کی دواء ہیں؟

سوچیں آپ ماہر فن ہیں اور الحمد للہ! مسلمان ہیں، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپ میں سے کوئی اٹھ کر اس کا امتحان لے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے صحیح ہے یا غلط۔ آپ خود ماہر فن ہو کر دوسروں کی تقلید کیوں کر رہے ہیں؟ آپ کا تو یہ نظریہ ہونا چاہئے کہ کسی بڑے سے بڑے ماہر نے بھی جو کچھ لکھا ہوا سے پرکھے بغیر قبول نہ کریں۔ یہ عیسائی کافر کی لکھی ہوئی کتاب آپ نے مجھے تھمادی، خود بھی اس پر اعتماد کئے بیٹھے ہیں۔ آخر اس کی کیا دلیل ہے کہ کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے اور اس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں؟ یہ سن کر وہ بولے کہ یہ کتاب تو بالکل صحیح ہے بالکل صحیح اس لئے کہ ساری دنیا اس پر چل رہی ہے۔ بتایئے کسی کے پاس اس اندھی بہری تقلید کا کوئی علاج ہے؟ عیسائیوں سے اس قدر مرعوب ہیں کہ ان کی بات گویا آسمانی صحیفہ ہے۔ اس میں غلطی کا کوئی امکان ہی نہیں۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ مہینہ جون کا ہے جنوری کا نہیں، دلیل پوچھے کہ کیوں؟ تو جواب یہ ہے کہ ''ساری دنیا کہہ رہی ہے'' اگر ساری دنیا ہی کی بات پر چلنا ہے تو یہ انگریزوں کی ساری دنیا ہی کہہ رہی ہے کہ اللہ ایک نہیں تین ہیں۔ دنیا میں اکثریت انہی لوگوں کی ہے، بڑی بڑی حکومتیں امریکا، کینیڈا، انگلینڈ، یورپ سب انہی کی ہیں۔ جب ان کی ساری دنیا یہ کہہ رہی ہے کہ اللہ ایک نہیں تین ہیں تو پھر آپ بھی کہنا شروع کر دیجئے کہ اللہ تین ہیں۔ یہ ہے آج کا مسلمان۔

میں شمسی تقویم سے متعلق بتا رہا تھا کہ شمسی مہینہ ہو یا شمسی تاریخ کسی کی کوئی واضح دلیل نہیں، بلکہ اس کے بنانے والے خود بھی تذبذب کا شکار ہیں ہر وقت کاٹ چھانٹ میں لگے رہتے ہیں، سن ۱۷۵۲ عیسوی سے قبل سال کا آغاز مارچ سے ہوتا تھا پھر بدل کر جنوری سے کر دیا، علاوہ ازیں کبھی کہتے ہیں ایک دن بڑھا دو، کبھی کہتے ہیں دس دن کم کر دو پھر کبھی کہتے ہیں ایک دن بڑھا دو پھر گھٹا دو۔

؎ یورپ والے جو چاہیں دل میں بھر دیں
جس کے سر پر جو چاہیں تہمت دھر دیں

بچتے رہو ان کی تیزیوں سے اکبر
تم کیا ہو خدا کے تین ٹکڑے کردیں

شمسی مہینوں کے دنوں کی تعداد اور ان میں کمی بیشی کا معیار جاننے والے بھی پوری دنیا میں صرف چند افراد ہیں باقی ساری دنیا ان کی اندھی تقلید کر رہی ہے، جب کہ قمری مہینوں کا گھٹنا بڑھنا ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ شمسی نظام میں اپنے علم و بصیرت کا کوئی دخل نہیں، جیسے وہ کہہ دیں آپ کو ماننا پڑے گا۔

عیسوی تقویم کی ابتداء:

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سن عیسوی کی ابتداء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے لی جاتی ہے، یہ خیال صحیح نہیں حقیقت یہ ہے کہ عیسائیوں کے باطل اور من گھڑت عقیدہ کے مطابق جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے سولی چڑھایا اس وقت سے یہ لوگ سن عیسوی کی ابتداء مانتے ہیں۔ پہلے تو یہی سوچیں کہ ان کا عقیدہ کتنا مضحکہ خیز اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ ان کے اللہ کو یہودیوں نے سولی چڑھا دیا۔ یہودیوں نے عیسائیوں کا اللہ، اللہ کی بیوی کا بیٹا اور اللہ کا بیٹا مار دیا۔ پھر خود عیسائیوں کا کہنا ہے کہ جب ان کے اللہ کو سولی چڑھایا تو وہ چیخ رہا تھا، ''ایلی، ایلی، ایلی'' ایل عبرانی زبان میں اللہ کو کہتے ہیں۔ جب یہودی عیسائیوں کے اللہ کو سولی چڑھا رہے تھے تو وہ چیخ رہا تھا کہ ''میرے اللہ مجھے بچالے، میرے اللہ مجھے بچالے۔'' خود بھی اللہ ہے پھر اللہ کو پکار بھی رہا ہے کہ مجھے بچالیجئے، لیکن اللہ نے اللہ کو نہیں بچایا۔ باپ بھی اللہ، ماں بھی اللہ، بیٹا بھی اللہ، بیٹا سولی چڑھ گیا ماں اور باپ دیکھتے رہ گئے، ایسے جھوٹ اور ایسی کھلی حماقت سے ابتداء ہوئی ہے شمسی تقویم کی۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی پادری نے سوال کیا کہ ''حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظالموں نے شہید کر دیا تو آپ کے نبی کو تو اس کا علم ہو گیا ہو گا کہ

میرے نواسے کو اس بیدردی سے شہید کیا جائے گا تو آپ کے نبی نے اللہ سے دعاء کیوں نہ کی کہ یا اللہ! میرے نواسے کو ان ظالموں کے ظلم سے بچالے؟'' یہ تو پادری نے بطور اعتراض یونہی بات بنالی کہ تمہارے نبی کو علم ہو گیا ہوگا۔ معترض تو اندھا ہوتا ہے اسے اپنے عتراض سے کام ہوتا ہے خواہ بات بنے یا نہ بنے۔ اس کا اصل جواب تو یہ تھا کہ نبی کوئی عالم الغیب تھوڑا ہی ہے کہ اسے پہلے سے معلوم ہو کہ دنیا میں کیا ہونے والا ہے۔ مگر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب اس پادری کے مزاج کے مطابق دیا فرمایا ''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء تو کی تھی، کیا آپ کو معلوم نہیں؟'' پادری نے کہا ''نہیں میرے علم میں تو نہیں'' مولانا نے فرمایا کہ ''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء کی تھی کہ یا اللہ! میرے نواسے کو قتل ہونے سے بچالے لیکن اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ''میرے بیٹے کو ظالم یہودیوں نے سولی چڑھا دیا اور وہ مجھے پکارتا ہوا ایلی، ایلی، کہتا ہوا مر گیا حالانکہ وہ میرا بیٹا تھا میں نے تو اپنے بیٹے کو بھی نہیں بچایا، تیرے نواسے کو کیوں بچاؤں؟ پادری سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی حاضر جوابی ضرب المثل ہے۔

ایک بار خرگوش ذبح کیا ہوا حضرت کے سامنے رکھا ہوا تھا، ایک کتا آیا اور دور سے خرگوش کو دیکھ کر چلا گیا قریب آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ کوئی شیعہ موقع پر موجود تھا اس کی شامت آگئی اس نے حضرت کو چھیڑا، کہنے لگا ''مولانا آپ کے شکار کو تو کتے بھی نہیں کھاتے'' شیعہ مذہب میں خرگوش حرام ہے، مولانا نے فوراً جواب دیا کہ ''ہاں اسے کتے نہیں کھاتے۔'' یعنی اسے مسلمان کھاتے ہیں شیعہ نہیں کھاتے، شیعہ کو ہی کتا بنا دیا۔ یہ ہے فراست مؤمن۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسی بصیرت عطاء فرمائی تھی کیسی بصیرت:

''اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله''

ترجمہ: ''مؤمن کی فراست سے بچو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔''

ایک بزرگ کے پاس ایک ہندو صوفیوں کا سا لباس پہن کر مصلیٰ، تسبیح، صوفیوں جیسی لمبی قبا پہن کر چلا گیا۔ خود کو صوفی ظاہر کر کے پوچھنے لگا کہ یہ جو حدیث ہے "اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور اللّٰه" اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے کرتے کے نیچے جو زنار چھپا ہے اسے نکال پھینکو، اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان کی توفیق عطا فرمائی اور یہ سن کر وہ مسلمان ہو گیا۔

دارالعلوم دیوبند کا مقصد تاسیس :

یہاں ایک بات خاص طور پر سمجھ لیں اور آگے زیادہ سے زیادہ دوسروں تک پہنچائیں وہ یہ کہ سب لوگ دارالعلوم دیوبند سے متعلق عموماً یہی سمجھتے ہیں کہ یہ صرف ایک علمی ادارہ ہے۔ علوم نبوت کی حفاظت و بقاء کے لئے اس ادارہ کی بنیاد رکھی گئی یا اس سے بڑھ کر کچھ لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ دیوبند ظاہری علوم کے علاوہ باطنی فیوض اور احسان و سلوک کا بھی گہوارہ تھا۔ اس ادارہ کو چلانے والے تمام علماء صرف جید علماء ہی نہیں بلکہ اپنے وقت کے صاحب نسبت بزرگ بھی تھے بس دارالعلوم دیوبند کا مقصد تاسیس لوگ یہی سمجھتے ہیں حالانکہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھنے کا سب سے بڑا مقصد انگریزوں کے خلاف جہاد تھا۔ یہ بات آج کے اکثر علماء کی نظروں سے بھی اوجھل ہے۔ دیوبند کو صرف علم و تحقیق اور درس و تدریس کا مرکز سمجھتے ہیں۔ احسن الفتاویٰ کی ساتویں جلد جب شائع ہونے لگی تو مجھے خیال آیا کہ دارالعلوم دیوبند کا یہ پہلو بھی لوگوں پر ظاہر کرنا چاہئے۔ اس لئے کتاب کے شروع میں جہاں فہرست ختم ہوتی ہے اس سے اگلے ورق پر ایک جانب دارالعلوم دیوبند کے دارالتفسیر اور دارالحدیث کی پرشکوہ عمارت کا نقشہ دیا ہے اور اسی ورق کی دوسری جانب جہاد کا جھنڈا بنایا ہے تاکہ دیکھنے والوں کو یقین آ جائے کہ دارالعلوم دیوبند کے قیام کا اصل مقصد دنیا میں علم جہاد بلند کرنا ہے۔ اسی طرح خانقاہ تھانہ بھون کو اس زمانے کے علماء بھی خانقاہ ہی سمجھتے ہیں

حالانکہ وہ تو جہاد کا مرکز تھا اور جہاد کا آغاز ہی وہیں سے ہوا تھا، امیر المؤمنین حضرت حاجی امداد اللہ اور آپ کے خلفاء حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے علم وعرفان اور بزرگی کے واقعات تو لوگوں میں بہت مشہور ہیں مگر یہ بات بہت کم لوگوں کے علم میں ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو جہاد کے لئے امیر المؤمنین منتخب کیا گیا تھا اور آپ کی امارت کے تحت آپ جلیل القدر خلفاء حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی اور حضرت حافظ محمد ضامن شہید وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے جہاد کے بہت بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں، اصل بات یہ ہے کہ تصوف اور بزرگی کے واقعات لوگ دلچسپی سے سنتے اور پڑھتے ہیں۔ ان واقعات کو ذہنوں میں محفوظ بھی رکھتے ہیں مگر جہاد کے موضوع سے چونکہ دلچسپی نہیں اس لئے جہاد کے واقعات کو نہ کوئی اہمیت دیتے ہیں نہ ہی یاد رکھتے ہیں۔ جذبہ جہاد تو ہر مسلمان کے خمیر میں تھا لیکن انگریز مردود نے یہ جذبہ مسلمانوں کے ذہنوں سے کھرچ کر ایسا صاف کر دیا کہ وہ جہاد کی تیاری یا جہاد کی گفتگو تو درکنار جہاد سے متعلق کچھ سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ دل میں جہاد کا خیال آنا بھی گویا ایک گناہ کا وسوسہ ہے۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ صرف مولوی یا صوفی ہی نہیں تھے، بہادر مجاہد بھی تھے۔ شاملی کے جہاد میں حضرت گھمسان کی جنگ لڑتے لڑتے تھوڑی دیر کے لئے میدان جنگ سے ایک طرف کو ذرا دم لینے کے لئے کھڑے تھے، انگریزی فوج کا ایک دیوپیکر عفریت قالب سکھ سپاہی جو جسامت میں حضرت نانوتوی سے چار گنا زیادہ تھا اس نے دور سے حضرت نانوتوی کو میدان کے کنارے دیکھا تو غصہ میں لپک کر اس طرف آیا اور حضرت نانوتوی کو ڈانٹ کر کہا کہ ”تم نے بہت سر ابھارا ہے اب آ! میری ضرب کا جواب دے“ پھر تلوار بلند کرتے ہوئے چلایا کہ ”یہ تیغہ تیرے لئے موت کا پیغام ہے۔“ وہ دو دھارا تیغہ پوری قوت سے اٹھا کر حضرت نانوتوی پر چلانا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے فرمایا ”باتیں کیا بنا رہا ہے اپنے پیچھے کی تو خبر لے“ اس نے مڑ کر پیچھے کی

طرف دیکھا، اس کا مڑنا تھا کہ آپ بجلی کی طرح تڑپے اور اس کے دائیں کندھے پر تلوار کی ضرب اس قوت سے لگائی کہ تلوار دائیں کندھے کو کاٹ کر گزرتی ہوئی بائیں پاؤں پر آکر رکی، اس سپاہی کا عفریتی جسم اس طرح خاک پر پڑا ہوا تھا کہ سر سے پاؤں تک دو ٹکڑے ہوکر آدھا ادھر اور آدھا ادھر گرا ہوا تھا۔ آپ تھک کر ذرا دم لینے کے لئے کھڑے تھے اس واقعہ سے تازہ دم ہوگئے۔ آپ اس مردار پر پاؤں رکھتے ہوئے پھر صف قتال میں آگئے۔ یہ ہیں مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ دشمنوں کی گردنیں اڑانے والے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک چپ چاپ سے صوفی تھے۔ یاد رکھئے! دارالعلوم دیوبند کی بنیاد صرف درس و تدریس کے لئے نہیں رکھی گئی تھی بلکہ اصل مقصد احیاء جہاد تھا۔ دارالعلوم کے تہ خانوں اسلحہ کے چھپے ہوئے ذخائر تھے۔

میں شمسی تقویم کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اس کی ابتداء عیسائیوں کے اس من گھڑت عقیدہ سے ہوئی کہ یہودیوں نے ان کے اللہ کو سولی چڑھا دیا۔ مسلمان اس حقیقت کو جانے بغیر ان کی تقلید میں انگریزی تاریخیں استعمال کر رہے ہیں۔ شمسی تقویم کی بنیاد تو اس کفریہ عقیدہ کی یادگار ہے، پھر شمسی سال کے مہینوں اور دنوں کے نام بھی شرکیہ عقائد پر مبنی ہیں، پوری دنیا میں مسلم اور مشہور جو انسائیکلوپیڈیا ہیں ان میں یہ حقیقت تحریر ہے کہ مہینوں اور دنوں کے نام مشرکین کے دیوی دیوتاؤں کے ناموں پر رکھے گئے ہیں کہ اس مہینے میں اور اس دن میں اس مخصوص دیوی یا دیوتا کی عبادت کی جائے گی۔

مہینوں کی تفصیل:

1. جنوری، رومی دیوتا ''جانس'' کے نام پر۔
2. فروری، قدیم اطالیہ کے دیوتا ''فبرئس'' کے نام پر۔
3. مارچ، روم کے دیوتا ''مارس'' کے نام پر۔

④ اپریل، لاطینی لفظ ''اپی رائز'' سے لیا گیا ہے، بمعنی کھلنا۔

⑤ مئی، ''مایا'' دیوی کے نام پر۔

⑥ جون، لاطینی لفظ ''جونیس'' سے لیا گیا ہے، بمعنی جوانی، ایک قول یہ بھی ہے کہ روم کی دیوی ''جونو'' کے نام پر ہے۔

⑦ جولائی، روم کے بادشاہ ''جولیس سیزر'' کے نام پر۔

⑧ اگست، روم کے پہلے بادشاہ ''آگسٹس'' کے نام پر۔

⑨ ستمبر، لاطینی لفظ ''سپٹم'' سے لیا گیا ہے، بمعنی سات۔

⑩ اکتوبر، لاطینی لفظ ''آکٹو'' سے لیا گیا ہے۔ بمعنی آٹھ۔

⑪ نومبر، لاطینی لفظ ''نوم'' سے لیا گیا ہے۔ بمعنی نو۔

⑫ دسمبر، لاطینی لفظ ''دیسم'' سے لیا گیا ہے۔ بمعنی دس۔

رومی سال مارچ سے شروع ہوتا تھا اس لئے ستمبر ساتواں، اکتوبر آٹھواں، نومبر نواں اور دسمبر دسواں۔

دنوں کی تفصیل:

① سنڈے، سورج کا دن۔

② منڈے، چاند کا دن۔

③ ٹیوزڈے، رومن دیوتا مریخ کا دن۔

④ وینزڈے، اوڈن دیوتا عطارد کا دن۔

⑤ تھرسڈے، مشتری کا دن، یہ اوڈن کا بیٹا ہے اور سب دیوتاؤں کا بادشاہ ہے۔

⑥ فرائیڈے، دیوی فرگ کے نام پر، یہ اوڈن کی بیوی ہے، زہرہ کا دن۔

⑦ سیٹرڈے، دیوتا کرونس، زحل کا دن۔

ہندی نام، اتوار، سوموار، منگل، بدھ، برہسپت، شکر، سنیچر بھی سنڈے منڈے

وغیرہ لاطینی الفاظ کے تراجم ہیں، اس تحقیق کے مطابق سنڈے منڈے وغیرہ کی طرح اتوار سوموار وغیرہ کا استعمال بھی قبیح ہونا چاہئے مگر چونکہ سنڈے منڈے کے اصل معنی (سورج کا دن، چاند کا دن) سب جانتے ہیں اور اتوار سوموار وغیرہ کے اصل معنی معروف نہیں اس لئے ان ہندی ناموں کے الفاظ میں قباحت نسبۃً کم ہے۔

ہفتہ کی ابتداء وانتہاء:

اسلام، یہودیت اور نصرانیت تینوں مذاہب کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے ابتدائی چھ دن دنیوی کاموں کے لئے پیدا فرمائے ہیں اور ساتواں دن دنیوی کاموں سے تعطیل، راحت وآرام اور عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے، آگے ان دنوں کی تعیین میں اختلاف ہے، اسلام میں دنیوی مشاغل کے چھ دنوں کی ابتداء ہفتہ کے دن سے ہوتی ہے اور ساتواں دن تعطیل اور عبادت کے لئے جمعہ ہے، یہودی مذہب میں چھ دنوں کی ابتداء اتوار سے اور ساتواں دن تعطیل اور عبادت کے لئے ہفتہ کا دن ہے، عیسوی مذہب میں چھ دنوں کی ابتداء پیر کے دن سے اور تعطیل اور عبادت کے لئے اتوار کا دن ہے، مذہب عیسوی میں اتوار کا دن شروع ہی سے مبارک ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر ہی فوت ہوگئے مگر تیسرے دن جب کہ اتوار کا دن تھا آسمان پر چڑھ گئے۔

حاصل یہ ہوا کہ اتوار کے دن چھٹی کرنا عیسائیوں کا مذہب ہے اور ہفتے کے دنوں کی ابتداء اتوار سے کرنا یہودیوں کا مذہب ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ حقیقت سمجھنے کی عقل عطا فرمائیں۔

غرض یہ کہ سال کی ابتداء کہاں سے ہوتی ہے کون سا مہینہ کب شروع ہوتا ہے اس کے دن کتنے ہیں کوئی بات بھی کسی دلیل پر مبنی نہیں۔ میرا یہ مقصد نہیں کہ شمسی تقویم بالکل بے سود ہے اور اس کی قطع وبرید بالکل بے معنی ہے، بلاشبہ اس میں کئی فائدے

ہیں اور اسے دائمی بنانے کے لئے قطع و برید بھی ناگزیر ہے، میرا مقصد یہ ہے کہ اس پر کئی وجوہ سے قمری تقویم کو ترجیح اور فوقیت ہے، اس کے باوجود آج کا مسلمان محض انگریز کی محبت میں شمسی تقویم کو ترجیح دے رہا ہے۔

میں نے یہ بحث شروع تو کر دی مگر معلوم نہیں کس قوم کے سامنے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں، اگر بات سمجھ میں نہیں آرہی تو اتنی دعاء تو کر ہی لیجئے کہ یا اللہ! اپنی محبت عطا فرما دیجئے، بس یہ ایک دعا قبول ہوگئی تو اس سے سارا کام بن جائے گا۔

قمری نظام:

اللہ تعالیٰ نے شمسی و قمری دونوں نظام پیدا فرمائے ہیں اور دونوں میں فائدے رکھے ہیں، ارشاد ہے:

﴿ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ ﴾(پ ۲۷، ۵)

ترجمہ: ”سورج اور چاند حساب کے ساتھ ہیں۔“

مگر قمری حساب بہت آسان ہے اور اس میں فائدے زیادہ، اس کے برعکس شمسی تقویم بہت مشکل ہے اور اس میں فائدے نسبۃً کم، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں زمانے کے حساب کا منازل قمر سے تعلق بیان فرمایا، ارشاد ہے:

﴿ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ﴾(پ۱۱ ـ ۵)

ترجمہ: ”اور وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلیا کرو۔“

اسی لئے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے پوری دنیا میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمودہ صرف قمری حساب ہی چلتا رہا، ہزاروں سال بعد شمسی تقویم کسی ایک انسان نے بنائی

جو مسلسل قطع و برید کا شکار ہے اور قمری حساب جیسے دنیا کی ابتداء سے شروع ہوا قیامت تک ویسے ہی صحیح وسالم قائم ودائم رہے گا، ہر کس و ناکس اپنے مشاہدہ سے اس کا اتباع کرتا چلا آیا ہے اور تا قیامت کرتا رہے گا، اس لئے اسلام اور عقل سلیم دونوں کا فیصلہ تو یہ ہے کہ عام معاملات میں قمری حساب استعمال کیا جائے اور شمسی تقویم سے صرف بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت کام نکالا جائے، مگر انگریز کے عاشق مسلمانوں کا حال اس کے برعکس ہے کہ عام معاملات میں صرف شمسی تقویم استعمال کرتے ہیں اور قمری حساب صرف رمضان اور عید کے لئے۔

شمسی تقویم کے مقابلہ میں قمری حساب کے مہینوں اور تاریخوں کی تعیین کا مسئلہ ایسا آسان ہے کہ اس میں کسی اختلاف کی گنجائش ہی نہیں اس لئے اس کا مدار چاند دیکھنے پر ہے۔ چاند کو نکلتے، ڈوبتے ساری دنیا دیکھتی ہے اگر کسی جگہ چاند نظر نہ آیا تو دوسرے علاقے سے معلوم کیا جا سکتا ہے، اس طرح پتا چل جائے گا کہ پہلی تاریخ ہے یا نہیں۔ پاگل سے پاگل احمق سے احمق، خواہ وہ ساری عمر ٹماٹر ہی کھاتا رہا ہو اسے بھی پتا چل جائے گا کہ اگر چاند ہو گیا تو پہلی تاریخ ہے۔

اگر کسی کو اشکال ہو کہ کبھی بادل یا غبار کی وجہ سے چاند میں اختلاف بھی ہو جاتا ہے کہ چاند ہوا یا نہیں اس کا فیصلہ کیسے ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ اس کا حل بھی شریعت میں موجود ہے۔ اس بارہ میں حکومت جو فیصلہ کر دے ہم اس کے پابند ہیں بشرطیکہ وہ حکومت اناؤ پور کے راجہ کی نہ ہو۔ اس کا فیصلہ اسلامی قوانین کے مطابق ہو۔ اگر اسلامی حکومت نے فیصلہ کر دیا کہ چاند ہو گیا تو ہم یہی کہیں گے کہ ہو گیا خواہ چاند ہمیں نظر نہ آیا ہو۔ اگر حکومت کا فیصلہ ہے کہ چاند نہیں ہوا تو ہم بھی کہیں گے کہ نہیں ہوا، ہم فیصلے کے پابند ہیں۔ اگر یہاں کوئی اشکال کرے کہ آپ نے تو ایسے موقع پر آنکھیں بند کر کے حکومت کا فیصلہ تسلیم کر لیا لیکن اگر حکومت کا فیصلہ خلاف واقع ہو تو کیا ہوگا؟ مثلاً حکومت نے فیصلہ کر دیا کہ چاند ہو گیا مگر درحقیقت نہ ہوا ہو یا اس کے برعکس

حکومت نے چاند نہ ہونے کا فیصلہ کیا مگر چاند ہو چکا ہو تو روزوں، عید اور دوسرے احکام کا کیا بنے گا؟ اس کا جواب آسان ہے کہ ہمیں ہمارے اللہ نے یہی حکم دیا ہے کہ حکومت کا فیصلہ قبول کرلو۔ حکومت کا فیصلہ بالفرض حقیقت کے خلاف ہو تو بھی ہمیں کوئی خطرہ نہیں، ہم نے حکومت کا فیصلہ مان کر اللہ کے حکم کی تعمیل کی اور سبکدوش ہوگئے۔ چاند کے اشتباہ کی صورت میں ہمارے اللہ نے ہمارے لئے یہی فیصلہ فرمایا ہے۔ تمہارے فیصلے تمہارا پوپ کرتا ہے، تم اپنے پوپ کے محکوم ہم اپنے اللہ کے محکوم۔ یہ اشتباہ والی بات تو شاذ و نادر ہے ورنہ چاند جب ہوتا ہے نظر آ ہی جاتا ہے۔ اسلامی تاریخوں کا معاملہ آسان ہے۔ جب نیا مہینہ شروع ہوتا ہے تو پہلی تاریخ سے ہی ساری دنیا کو پتا چل جاتا ہے۔ اگر کسی نے پہلی کا چاند نہیں دیکھا تو بھی درمیانی تاریخوں کا چاند دیکھ کر یہ ہر شخص کو کچھ نہ کچھ اندازہ تو ہو ہی جاتا ہے کہ یہ چوتھی کا چاند ہے یا پانچویں تاریخ کا یا یہ کہ نویں یا دسویں کا اور چودھویں کا چاند دیکھ کر تو سب کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ چودھویں کا چاند ہے۔ غرض قمری تاریخ معلوم کرنے کے لئے کسی گہرے علم و بصیرت کی ضرورت نہیں ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، شہری ہو یا دیہاتی بلکہ مسلمان ہو یا کافر، کسے باشد۔

یہ تو تھا قمری مہینے کی تاریخ متعین کرنے کا طریقہ لیکن خود مہینہ کی تعیین کیسے ہو کہ یہ محرم ہے یا صفر؟ شمسی مہینوں کا تو بتا چکا ہوں کہ کوئی اٹھ کر یہ دعویٰ کر دے کہ یہ جون نہیں جنوری ہے تو کسی کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ ہاں عیسائی یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ دعویٰ پوپ کے فیصلہ کے خلاف ہے۔ اب سنئے اسلامی مہینوں کی تعیین سے متعلق، یہ تعیین دنیا کے کسی پوپ نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے، ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ﴾ (۱۰-۳۶)

ترجمہ: ’’مہینوں کی گنتی اللہ کے پاس بارہ مہینے ہیں، اللہ کے حکم میں

جس دن پیدا کئے آسمان اور زمین۔“

اسلام سے پہلے کفار اور مشرکین مہینوں کو اپنی مصلحت کی خاطر آگے پیچھے کرتے رہتے تھے۔ کبھی کہتے اس سال محرم ابھی نہیں آیا دو مہینوں کے بعد آئے گا، کبھی پیچھے کر دیتے مشرکین نے سارا نظام گڑبڑ کر رکھا تھا۔ بالآخر قرآن نے اس مشرکانہ رسم کی بیخ کنی کی، فرمایا:

﴿إِنَّمَا ٱلنَّسِيٓءُ زِيَادَةٌ فِي ٱلْكُفْرِ﴾ (پ۱۰ - ۳۷)

تَرجَمہ: ”یہ ہٹا دینا کفر میں اور ترقی ہے۔“

مہینوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دینا، انہیں آگے پیچھے کر دینا، ان کے کفر و انکار میں مزید ترقی کا سبب ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب سے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا اس دن سے ان مہینوں کا نظام اور ترتیب قائم فرما دی کفار اس نظام کو بدلتے رہے مگر آج اللہ تعالیٰ نے اس اصل اور صحیح نظام کو قائم فرما دیا ہے۔ اب یہ نظام ہمیشہ کے لئے یونہی قائم رہے گا، اس میں کوئی رد و بدل نہیں کر سکتا۔ بات کچھ سمجھ میں آئی؟ اس بحث کا خلاصہ تین باتیں ہیں:

❶ اول یہ کہ سن عیسوی کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟ عیسائی کہتے ہیں اس دن سے جس دن یہودی ظالموں نے اللہ بن اللہ کو سولی چڑھا دیا۔ کوئی ہم سے پوچھا کہ تمہارے سن ہجری کی بنیاد کہاں سے ہوئی تو ہمارا جواب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔

❷ دوسری بات یہ کہ ہر سال کی ابتداء کس مہینہ سے ہوتی ہے؟ وہ کہیں گے کہ جنوری سے مگر اس کا ثبوت؟ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ پوپ کا فیصلہ ہے۔ سن ہجری کے مہینوں کی کیا ترتیب ہے: تو ہمارا جواب ہے محرم، صفر الخ۔ دلیل کیا ہے؟ ہمارے اللہ کا فیصلہ ہے۔ تمہارا ایمان پوپ کے فیصلہ پر ہمارا ایمان اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر۔

❸ تیسری بات یہ کہ تاریخ کی تعیین کی کیا دلیل ہے؟ تمہارا دعویٰ ہے کہ آج جون کی دو تاریخ ہے مگر ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ جون کی دو نہیں جنوری کی پہلی ہے۔ تمہارے پاس اس دعویٰ کو رد کرنے کی کیا دلیل ہے؟ کوئی دلیل نہیں سوائے اس کے کہ یہ بھی پوپ کا فیصلہ ہے۔ وہ جو کچھ کہہ دے اسی پر ایمان ہے۔ جب چاہے دس دن گھٹا دے جب چاہے بڑھا دے۔ جب چاہے مہینہ اٹھائیس کا بنا دے جب چاہے انتیس کا۔ بس اپنا دین، ایمان بلکہ عقل وفہم سب پوپ کے ہاتھ میں دے دیا۔ قمری تاریخ کا مدار ایسی اندھی تقلید پر نہیں اس کا تعلق تو مشاہدہ سے ہے اگر کوئی پوچھے کہ چاند کی کون سی تاریخ ہے تو اس سے کہیں کہ چاند کی طرف دیکھ کر خود ہی فیصلہ کرلیں کہ کون سی تاریخ ہے۔ اگر پہلی کا چاند نظر آ گیا مگر کوئی معاند تسلیم نہیں کر رہا تو دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں کان سے پکڑ کر اسے دکھا دیں اگر پھر بھی نظر نہ آئے تو علاج کے لئے آنکھوں کے کسی ڈاکٹر کے پاس بھیج دیں۔ امید ہے کہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی۔ آئندہ کے لئے انگریزی تاریخ لکھنا چھوڑ دیجئے اسلامی تاریخ لکھنے کی عادت ڈالئے۔ البتہ بوقت ضرورت اسلامی تاریخ کے ساتھ انگریزی تاریخ لکھنے میں کچھ حرج نہیں۔

انگریزی سال شروع ہونے پر خوشی منانا:

انگریزی سال شروع ہونے پر مسلمانوں کا خوشیاں منانا اور ایک دوسرے کو مبارک باد دینا جائز نہیں۔ ایک تو اس لئے کہ یہ کفار کا اپنا مخصوص عمل ہے کسی مسلمان کے لئے کفار کی تقلید جائز نہیں، حدیث میں ہے:

”من تشبہ بقوم فھو منھم“ (احمد، ابوداود)

تَرجَمَۃ: ”جو شخص کسی قوم سے تشبہ کرے گا وہ انہی میں سے ہے۔“

[illegible] ری وجہ یہ ہے کہ عقل کی رو سے بھی اس خوشی کا کوئی جواز نہیں۔ یہودی تو

شاید اس لئے خوشی مناتے ہیں کہ انہوں نے عیسائیوں کے اللہ کو سولی چڑھا دیا۔ عیسائیوں کی خوشی کا کوئی سبب سمجھ میں نہیں آتا، شاید وہ اس پر خوش ہوتے ہوں کہ ان کا اللہ بن اللہ سولی چڑھ گیا اور سب کے گناہوں کا کفارہ بن گیا، لیکن مسلمان کس بات کی خوشی منائیں؟ خود سوچئے ان کے خوشی منانے اور مبارک باد دینے کا تو یہی مطلب بنتا ہے کہ یہ بھی یہودی و نصاری کے اس عقیدہ سے متفق ہیں اس لئے ان کی خوشی میں شریک ہو کر ان کی تائید کر رہے ہیں۔ سوچئے! یہ کتنا بڑا گناہ ہے، وہی بات ہے کہ ساری دنیا جو کام کر رہی ہو آنکھیں بند کر کے ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔

یہ اللہ کے بیٹے کو سولی چڑھانے کا عقیدہ بھی کسی ایک آدھ فرد کا نہیں بلکہ آج کی متمدن دنیا میں اکثریت کا یہی عقیدہ ہے آپ کہاں تک ساری دنیا کا ساتھ دیں گے۔ یہ تو وہی قصہ ہو گیا کہ ایک خانقاہ میں کوئی درویش چلا گیا۔ وہ گدھے پر سوار تھا پہلے زمانے میں گدھے کی سواری عام تھی۔

اس ضمن میں ایک مسئلہ بھی سمجھ لیجئے، بہت سے لوگ گناہ تو چھوڑتے نہیں لیکن سنتوں کے بڑے عاشق ہیں۔ ایک طرف تو پوری زندگی نافرمانیوں سے اٹی ہوئی، شکل وصورت تک نافرمانوں کی سی لیکن دوسری جانب یہ جنون کہ کوئی مستحب کام چھوٹنے نہ پائے۔ سنتیں بھی وہ نہیں جن کا تعلق روزمرہ کی عبادت سے ہے بلکہ میٹھی میٹھی سنتیں جن سے دیکھنے والے پر بھی رعب طاری ہو کہ بہت بڑے صوفی جی ہیں۔ دو تین روز پہلے فون پر کسی نے بتایا کہ ایک حدیث ہے کہ "جب مدینہ منورہ جاؤ تو شاپنگ کرو" میں پوچھا کہ "شاپنگ کیا ہوتی ہے؟" کہنے لگے "کچھ خریدو" یعنی حاجی یا عمری جب مدینہ منورہ جائے تو وہاں کچھ خریداری کرے۔ میں نے کہا یہ حدیث تو ہے یا نہیں، کسی نے گھر بیٹھے بنالی، اس پر تو بہت عمل ہو رہا ہے لیکن جہاں یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈوانا، کٹوانا فسق ہے ایسا کرنے والا فاسق اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہے۔ یہ باغیوں والی صورت لے کر مدینہ پہنچ جاتا ہے اسے شرم نہیں آتی، اسی طرح

پردہ سے متعلق کتنی آیات اور احادیث ہیں۔ دیور، جیٹھ اور زادوں سے پردہ نہ کرنے والی عورت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باغی ہے۔ اگر اسلامی حکومت آجائے تو ایسے باغیوں کا حکم یہ ہے کہ انہیں صرف تین کی مہلت دی جائے اگر بغاوت سے باز آجائیں تو ٹھیک ورنہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ اللہ کرے کہ اسلامی حکومت جلد آجائے، لیکن لوگ ایسی اسلامی حکومت چاہیں گے کہاں؟ اگر یہ باغی مسلمان چاہتے تو اسلامی حکومت کب کی آگئی ہوتی۔ انہیں معلوم ہے کہ اگر ایسی حکومت آگئی تو سب سے پہلے انہی کی گردنیں اڑائی جائیں گی۔ آج کے مسلمان کو عمل کرنے کے لئے یہی حدیث یاد آتی ہے کہ مدینہ منورہ جا کر شاپنگ کرو۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر وہ شدید وعیدیں یاد نہیں آتیں جو قرآن و صحیح احادیث میں آئی ہیں اسی لئے بغاوت اور نافرمانی سے باز نہیں آتے۔

آج کے مسلمان کا ذوق:

آج کے مسلمان کو میٹھی میٹھی سنتیں اور وہ جن سے بزرگی کا رعب پیدا ہو بہت پسند ہیں اور وہ ہر موقع پر یاد رہتی ہیں۔ مثلاً کرتا لمبا ہو اس کے نیچے شلوار کی بجائے لنگی ہو۔ ایک ہاتھ میں لمبا عصا اور دوسرے میں لمبی تسبیح ہو، بالوں میں تیل کنگھا، آنکھوں میں تین تین سلائی سرمہ ہو۔ اس کے علاوہ کھانے پینے کی ساری سنتیں اسے ازبر ہیں۔

اس سے پوچھا جائے کہ گدھے کی سواری سنت نہیں؟ اس پر کیوں سوار نہیں ہوتے؟

بات اس پر چلی کہ ایک درویش گدھے پر سوار کسی خانقاہ میں پہنچ گیا، رات وہیں گزاری۔ ذاکرین جہری ذکر میں مشغول تھے۔ ذکر کرتے کرتے سب پر حال طاری ہو گیا۔ یک زبان ہو کر پکارنے لگے:

خر برفت و خر برفت و خر برفت

خر برفت و خر برفت و خر برفت

ادھر گدھے والے صوفی صاحب نے یہ منظر دیکھا تو انہیں بھی جوش اٹھا اور کچھ سوچے سمجھے بغیر یہ بھی شروع ہوگئے: ''خربرفت وخربرفت وخربرفت'' قصہ یہ ہوا کہ خانقاہ والے کئی دنوں سے بھوکے تھے۔ یہ لوگ دل کے تو بادشاہ ہوتے ہیں بھوک سے مرجائیں تو بھی کسی سے سوال نہ کریں۔ انہوں نے جب دیکھا کہ ان کی خانقاہ میں کہیں سے گدھا آگیا ہے اور کوئی مالک بھی نظر نہیں آرہا تو خوش ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے مدد فرمائی۔ اسے لے جاکر بیچا اور کچھ گوشت اور کھانے پکانے کا سامان لے آئے۔ کھاپی کر ذکر کرنے بیٹھے تو ایک تو گوشت کی گرمی اور اوپر سے ذکر کی مستی، شروع ہوگئے: ''خربرفت وخربرفت وخربرفت''...... ''گدھا گیا گدھا گیا گدھا گیا'' یعنی ہمارے پیٹ میں پہنچ گیا۔ جن کا گدھا تھا وہ بھی ان کے ساتھ ساتھ کہہ رہے تھے: ''خربرفت وخربرفت ......'' صبح ہوئی تو خادم سے کہا کہ ''گدھے پر پالان رکھو چلیں۔'' خادم نے کہا: ''کون سا گدھا؟'' ''آپ کا گدھا تو رات ہی یہ لوگ کھاپی گئے۔ صوفی صاحب نے پوچھا کہ ''تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟'' خادم بولا کہ ''آپ تو خود ہی رات ان کے ساتھ کہہ رہے تھے: ''خربرفت......'' میں تو سمجھا کہ آپ نے خود ہی گدھا ان کے حوالے کردیا۔ کہنے لگے: ''نہیں مجھے تو کچھ پتا ہی نہ تھا وہ سارے ایک بات کہہ رہے تھے ان کی دیکھا دیکھی میں نے بھی شروع کردیا۔''

بات سمجھ میں آگئی؟ ان انگریزی مہینوں اور تاریخوں کا بھی یہی قصہ ہے کہ جو ساری دنیا کہہ رہی ہے اسی کے پیچھے بغیر سوچے سمجھے چل رہے ہیں۔ ایک بار پھر اس پر تنبیہ کردوں کہ ایسا کیوں ہورہا ہے؟ علماء، جہلاء سب انگریزی تاریخوں کے دلدادہ ہیں اسلامی تاریخ کوئی نہیں لکھتا ایسا کیوں ہورہا ہے؟ اس کی وجہ عیسائیوں کی محبت ہے۔ سب انگریز کی محبت میں گرفتار ہیں۔ کوئی شعوری طور پر کوئی لاشعوری طور پر۔ انگریزوں سے اور بالخصوص امریکیوں سے تو مسلمان اتنے متاثر اور اتنے مرعوب ہیں کہ اس شخص کے بقول امریکا میں مسلمان خود کو مسلمان کہتے ہوئے شرم محسوس کرتے

ہیں بہت شرمندہ ہیں کہ مسلمان گھرانے میں کیوں پیدا ہوئے کسی امریکی کے گھر کیوں پیدا نہیں ہوئے۔

امریکا کی حالت زار:

لاہور سے ایک اخبار نکلتا ہے ''خبریں'' اس میں امریکا کی عجیب عجیب خبریں چھپتی ہیں، جو بڑی حیرت انگیز اور مضحکہ خیز ہوتی ہیں۔ ویسے تو میں اخبار پڑھنے کو منع کرتا ہوں لیکن اس اخبار کو پڑھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔ اس قسم کی خبریں پڑھ لیا کریں تاکہ امریکا کا رعب دل سے نکل جائے۔ حقیقت سے آگاہی ہو کہ وہاں کس قسم کے لوگ بستے ہیں۔ امریکا کے عشق میں جو مسلمان مرے جا رہے ہیں ان تک بھی یہ خبریں پہنچائیں۔ امریکا کا نام لیتے ہی ان کی رالیں ٹپکنے لگتی ہیں۔ انہیں ایسا مزا آتا ہے کہ کچھ نہ پوچھئے۔

؎ سرورؔ سرورؔ سرورؔ سرور
بڑا لطف دیتا ہے نام سرور

میں خود اخبار نہیں پڑھتا لیکن ان لوگوں سے پوچھ لیا کرتا ہوں خاص طور پر امریکا کی خبر ضرور پوچھ لیتا ہوں کہ وہاں کتنے لوگ مرے؟ کوئی طوفان، کوئی زلزلہ آیا یا نہیں؟ یہ لوگ وہاں جانے کے لئے ترس رہے ہیں اور وہاں تباہی مچی ہوئی ہے، نہ دین ہے نہ دنیا۔ ان کی مکمل تباہی مجاہدین کے ہاتھوں لکھی جا چکی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ابھی ان کی تباہی آئی۔ آپ بھی جہاد کے لئے تیار رہیں۔ مگر آج کل کے مسلمانوں کا حال وہی ہے جو قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا بیان کیا گیا ہے۔ انہیں جہاد کی ترغیب دی گئی تو بولے:

''اے موسیٰ تم اور تمہارا رب دونوں جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔''

جب میں امریکا کی تباہی و بربادی کی بات کرتا ہوں تو لوگ بہت خوش ہوتے

ہیں اور کہتے ہیں انشاء اللہ! مگر چاہتے یہ ہیں کہ یہ کام جہاد کے بغیر ہی ہو جائے، جہاد کے بغیر کیسے ہوگا؟ کوئی دھماکا ہو یا زلزلہ آجائے یا اور کوئی آسمانی آفت آجائے اور انہیں تباہ کردے، یا آخری علاج یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام آکر ان کا صفایا کردیں، بس انہیں کچھ نہ کرنا پڑے۔ ایک بات پوچھتا ہوں ذرا سوچ کر بتایئے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو اس وقت آپ کا کیا حال ہوگا؟ ان کے ساتھ شامل ہوکر جہاد کریں گے یا کہیں کسی جگہ چھپنے کی کوشش کریں گے؟

بات انگریزی کی چل رہی تھی کہ اپنی تحریر اور گفتگو میں انگریزی تاریخ یا انگریزی الفاظ استعمال کرنا چھوڑ دیجئے خاص طور پر علماء کے لئے انگریزی الفاظ کا استعمال بڑے عیب کی بات ہے۔ یہاں ایک مولوی صاحب نے صفحات پر انگریزی میں نمبر لگائے دیکھ کر سخت تعجب ہوا۔ دفتر سے معلوم کیا کہ یہاں کون انگریز آگیا جو علمی تحریروں میں بھی انگریزی استعمال کر رہا ہے، معلوم ہوا کہ فلاں مولوی صاحب انگریزی پڑھے ہوئے ہیں یہ ان کی حرکت ہے۔ ان پر مقدمہ چلا، پوچھ گچھ شروع ہوئی کہ ایک تو آپ عالم ہیں دوسرے عربی اردو ہندسے لکھنا بھی آپ جانتے ہیں پھر بھی آپ نے انگریزی میں کیوں لکھا؟

ٹماٹر کھانے کا نقصان:

ماشاء اللہ! یہاں کے لوگ بڑے سمجھدار ہیں خاص طور پر جب سے ٹماٹر کھانے سے توبہ کی ہے بڑی ترقی کر رہے ہیں۔ آج ایک شخص نے فون پر پوچھا کہ ''کیا آپ نے فتویٰ دیا ہے کہ ٹماٹر کھانا حرام ہے؟'' میں نے سمجھایا کہ میں نے اس قسم کا فتویٰ تو نہیں دیا مگر اس کے نقصان تفصیل سے بتائے ہیں۔ ساٹھ فیصد کینسر ٹماٹر سے پیدا ہو رہا ہے۔ گردے ٹماٹر سے تباہ ہو رہے ہیں۔ عقل کا دیوالہ ٹماٹر سے نکل رہا ہے۔ لوگ تو پہلے ہی پاگل ہو رہے تھے ٹماٹر نے رہی سہی عقل بھی مسخ کر کے پاگلوں کی شرح میں

اضافہ کر دیا۔ نفسیاتی ہسپتال ان سے بھرے پڑے ہیں۔ پہلے پورے صوبہ سندھ میں صرف ایک ہسپتال تھا ''گدو بندر'' حیدر آباد میں، اب تو نہ معلوم کتنے پاگل خانے بن چکے ہیں۔ بڑے بڑے ڈاکٹر اور سائنسدان بتا رہے ہیں کہ ٹماٹر کھانے کے یہ یہ نقصان ہیں۔ ابھی دو سال پہلے امریکی سائنسدانوں کا اخباروں میں بیان آیا کہ ساٹھ فیصد کینسر ٹماٹر کھانے سے ہو رہا ہے۔ یورپ کے سائنسدان بھی چیخ رہے ہیں کہ اس سے بچو۔

بات اس پر چلی کہ ہمارے دارالافتاء کے لوگ ماشاء اللہ! بہت عقل مند ہیں خاص طور پر جب سے ٹماٹر کھانے سے توبہ کی ہے عقل بہت بڑھ گئی ہے۔ جب کسی سے باز پرس ہوتی ہے تو عقل کی بات کر کے جلدی چھوٹ جاتا ہے۔ ان مولوی صاحب سے باز پرس ہوئی کہ انگریزی ہندسے کیوں لکھے تو انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ غلطی ہوگئی چلئے مقدمہ ختم ہوگیا، یہ ہے عقل مندی کا جواب تاویل کی بجائے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا کہ غلطی ہوگئی بھول گئے یہ کہتے ہی ایک لحہ میں چھوٹ گئے۔

گھر کی شہادت:

دارالافتاء کے ابتدائی دور میں پی آئی اے کے چیف نیوی گیٹر یہاں قریب ہی رہتے تھے۔ دارالافتاء میں اذان دیا کرتے تھے۔ موقع کی مناسبت سے ان کی دو تین باتیں سن لیجئے۔ ایک تو یہ کہتے تھے کہ جہاں کہیں پرواز پر جاتا ہوں کسی عورت کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا، کوئی فضائی میزبان میرے قریب آتی ہے تو میں کہہ دیتا ہوں کہ مجھ سے دور رہو میرے قریب بھی نہ آنا کیونکہ میرے اندر کرنٹ ہے کرنٹ، دور رہو ورنہ کرنٹ لگ جائے گا۔

دوسری بات یہ کہ وہ یہاں اذان دیا کرتے تھے اگر ان سے کوئی پوچھتا کہ آپ کون ہیں؟ تو وہ اپنے تعارف کے لئے چیف نیوی گیٹر نہیں بتاتے تھے بلکہ دارالافتاء کا

موذن بتاتے تھے، دیکھئے کس قدر کمال کی بات ہے کہ لوگ تو امام کو ذلیل سمجھتے ہیں، موذن تو بیچارہ امام سے بھی کمتر ہوتا ہے اسے زیادہ ذلیل سمجھتے ہیں۔

ان کی تیسری بات جس کی وجہ سے وہ یاد آ ہے انگریزی خواں لوگوں سے متعلق ہے۔ وہ خود اسی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے تو گویا یہ گھر کی شہادت ہے۔ وہ کہتے تھے کہ انگریزی پڑھنے والا، اسکول، کالج اور یونیورسٹی میں وقت گزارنے والا کتنا ہی نیک کیوں نہ بن جائے مگر اس کا داغ نہیں جاتا، بے دینی کا جو داغ پڑ گیا وہ آخر وقت تک نہیں مٹتا خواہ کتنا ہی بڑا ولی اللہ بن جائے۔ انہوں نے اس کی مثال دی کہ کسی کے جسم پر کوئی گہرا زخم ہو جائے تو علاج کروانے سے زخم تو ٹھیک ہو جائے گا مگر زخم کا داغ کبھی نہیں جائے گا۔ زخم مندمل ہو جائے گا، تکلیف جاتی رہے گی، صحت ہو جائے گی لیکن داغ نہیں مٹے گا وہ آخر وقت تک رہے گا۔ ان کی یہ بات اس پر یاد آئی کہ مولانا صاحب کو یہاں دارالافتاء میں آئے ہوئے پانچ چھ سال ہو گئے، ماشاء اللہ! نیک اور صالح ہیں ان کے حالات بہت اچھے ہیں مگر وہی بات کہ انگریزی جو ایک بار پڑھ چکے انگریزی ماحول کی ہوا کھا چکے تو اس کا داغ مٹنے کا نام نہیں لیتا۔ کہنے کی حد تک تو مسلمان کو عربی زبان سے، قرآن سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے بڑی محبت ہے مگر لکھتے وقت یہ ساری محبت دل سے نکل جاتی ہے اور انگریزی یاد آ جاتی ہے۔ چلئے اگر عربی بھول گئے تو اپنی زبان تو یاد رہ جاتی، اپنی زبان بھی بھول جاتا ہے، نہ عربی میں لکھتا ہے نہ اردو میں بس اس کا ہاتھ انگریزی ہی کی طرف بڑی روانی سے چلتا ہے، نہ قرآن کی زبان یاد آتی ہے، نہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان، نہ اہل جنت کی زبان، نہ ہی اپنے گھر کی زبان، وہی بات ہے کہ انگریزی خواں کتنا ہی بڑا ولی اللہ بن جائے تو بھی انگریزی کا داغ نہیں جاتا۔ اللہ تعالی یہ داغ بھی مٹا دے، اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ یا اللہ! جن مسلمانوں پر گناہوں کے داغ پڑ گئے ہیں تو اپنی رحمت سے سب کے داغ اتار دے۔ سب کو پاک وصاف فرما دے۔

میں بار بار انگریزی کے استعمال سے اس لئے منع کرتا ہوں کہ انگریزی وہی شخص لکھتا بولتا ہے جس کے دل میں انگریزی کی محبت ہوتی ہے۔ ظاہر ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی محبت ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کا دوست تو نہیں بن سکتا۔ آپ مسلمان ہیں اپنے اعمال، احوال اور اقوال سے یہ ظاہر کریں کہ آپ کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ دوستی اور دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں ہوتی، اگر اللہ کے دوستوں سے آپ کی دوستی اور اس کے دشمنوں سے آپ کی دشمنی ہے تو اپنے طرز زندگی سے اس کا اظہار کیجئے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ آپ اپنی تحریر و تقریر میں عربی الفاظ کثرت سے استعمال کریں، چلئے اگر عربی نہیں آتی تو اپنی زبان کے الفاظ استعمال کریں۔ آخر آپ کی اپنی بھی تو کوئی زبان ہے۔ مگر واہ رے مسلمان! کیا کہنے تیری مسلمانی کے، نہ قرآن کی زبان بولتا ہے، نہ اپنی زبان، بولے گا تو صرف دشمن کی زبان ”انگریزی۔“

قرآن سے بے رخی:

قرآن کے ساتھ آج کل کے مسلمان کا یہ معاملہ ہے کہ قرآن کے معانی و مطالب تو الگ رہے اس کے الفاظ بھی اس کی زبان پر نہیں چڑھتے۔ بعض لوگ اپنی کوئی پریشانی بتا کر کچھ پڑھنے کے لئے پوچھتے ہیں تو میں ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾﴾ بتا دیتا ہوں مگر وہ یہ بہت ہلکے پھلکے دو تین لفظ بھی نہیں کہہ پاتے، بار بار کہلوانے سے بھی زبان پر نہیں چڑھتے تو مجبور ہو کر وظیفہ اور مختصر کر دیتا ہوں صرف ”حَسْبُنَا اللّٰهُ“ ہی پڑھ لیا کریں، مگر وہ کوشش کے باوجود یہ بھی نہیں کہہ پاتے، یہ ہے آج کے مسلمان کا قرآن کے ساتھ سلوک۔

ہر پریشانی کا علاج:

میں ہر قسم کی پریشانیوں سے نجات کے لئے دو نسخے بتایا کرتا ہوں:

❶ میرا وعظ ’’ہر پریشانی کا علاج‘‘ پڑھا کریں۔

❷ ہر نماز کے بعد تین بار ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾﴾ (پ ۴۔ ۱۷۳) پڑھیں۔

یہ دعاء خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمائی ہے غزوۂ احد میں انتہائی سخت ابتلاء کی حالت میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ الفاظ کہے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی مدد پہنچ گئی۔ میں یہ دعاء ہر نماز کے بعد پڑھنے کو اس لئے بتاتا ہوں کہ نماز کے بعد دعاء قبول ہوتی ہے، دوسری مصلحت یہ بھی پیش نظر ہوتی ہے کہ اگر یہ شخص نماز کا پابند نہیں تو شاید اپنی اس ضرورت سے پابند ہو جائے۔ یہ حقیقت خوب سمجھ لیں کہ اصل نسخہ تو وہی ہے جو وعظ ’’ہر پریشانی کا علاج‘‘ میں بتایا ہے اس کے بغیر کوئی دعاء کوئی وظیفہ اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی، یہ اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے جس کا اعلان قرآن اور حدیث میں بار بار کیا گیا ہے۔

(وعظ ’’ہر پریشانی کا علاج‘‘ میں حضرت اقدس دامت برکاتہم نے قرآن، حدیث، عقل اور واقعات وتجارب سے یہ ثابت کیا ہے کہ پریشانیوں سے نجات کے لئے خواہ ہزاروں وظیفے پڑھ لیں اور دنیا بھر کی تدبیریں کرلیں تو بھی اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نافرمانی سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی کوشش کے بغیر سکون ہرگز نہیں مل سکتا۔ یہ وعظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت اقدس دامت برکاتہم کی کھلی ہوئی کرامت ہے کہ اس سے بے شمار لوگوں کی زندگیاں بن گئی ہیں اور وہ مکمل سکون واطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جامع)

بعض لوگ خوانی کے موقع پر قرآن مجید کھول کر بیٹھتے ہیں۔ قرآن تو پڑھے ہوئے نہیں ہوتے بس کھول کر بیٹھ جاتے ہیں اور ہر سطر پر بسم اللہ، بسم اللہ کہتے جاتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی شاید پوری نہیں آتی صرف بسم اللہ کہتے ہوئے قرآن کا ورق پر ورق الٹا جاتا ہے۔ یہ قرآن کے ساتھ ایک نیا مذاق سوجھا ہے۔ اس کے مقابلہ

میں انگریزی کا بھوت ایسا سوار ہے کہ جوان اور بوڑھے تو رہے الگ چھوٹے چھوٹے بچوں کی زبان پر بھی انگریزی الفاظ ہیں، گویا پیدا ہوتے ہی گھٹی کے ساتھ انہیں انگریزی پلائی گئی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو انگریزی آتی بھی نہیں لیکن انگریزی بولنے سے، انگریزی کی نقل اتارنے سے باز نہیں آتے۔ اپنی زبان بولتے بولتے درمیان میں ایک آدھ لفظ انگریزی کا ضرور ملا دیں گے۔ بالخصوص گنتی کے لئے انگریزی عدد بولیں گے اسی طرح دن کا نام بھی انگریزی میں بتائیں گے بیچارے مجبور ہیں دل میں اللہ کے دشمن کی محبت اور دوستی ایسی پیوست ہے جو نکلنے کا نام نہیں لیتی اور انہیں مجبور کرتی ہے کہ دوران گفتگو موقع بے موقع ایک آدھ لفظ انگریزی کا ضرور گھسیڑیں۔ پہلے ہم سمجھتے تھے کہ یہ مسٹر وسٹر انگریزی کے ماہر ہیں اسی لئے ان پر انگریزی بولنے کا بھوت سوار رہتا ہے مگر بعد میں انگریزی کے کئی ماہرین سے ملنے کا اتفاق ہوا تو معلوم ہوا کہ اندر سے یہ اکثر کھوکھلے ہیں۔ ان مسٹروں میں سے اکثر کو صحیح انگریزی نہیں آتی۔ لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے انگریزی کے چند غلط سلط الفاظ بولتے رہتے ہیں۔ اگر انگریزی سیکھنے کا شوق ہے اور اس کی مشق کرنا چاہتے ہیں تو پوری گفتگو انگریزی میں کیجئے، سارے الفاظ انگریزی کے استعمال کیجئے۔ مگر انگریزی کی مشق کا یہ کون سا طریقہ ہے کہ پوری گفتگو تو اپنی زبان میں ہو اور ایک آدھ لفظ انگریزی کا گھسیڑ دیا جائے۔ پوچھیں تو کہتے ہیں کہ یہ انگریزی کی ''پریکٹس'' ہو رہی ہے۔ انگریزی سیکھنے کا یہ کون سا طریقہ ہے کوئی ہمیں بھی سمجھائے۔ اصل بات وہی ہے کہ انگریز کی محبت یہ سب کچھ کروا رہی ہے۔ انگریزی آئے یا نہ آئے اپنی گفتگو میں ایک آدھ لفظ کی ضرور ملاوٹ کردو۔ شاید یہ سوچتے ہوں کہ اگر پوری انگریزی نہیں آتی تو ایک آدھ لفظ جو آتا ہے اس سے کیوں محروم رہیں۔

؎ مرا از زلف تو موئے بسند ست

ہوس راہ رہ مدہ بوئے بسند ست

میرے محبوب! میرے دلربا! تیری زلف سے ایک بال بھی مجھے نصیب ہو جائے تو میری سعادت کے لئے کافی ہے بلکہ تیری ذراسی خوشبو ہی کافی ہے۔ خیر پور میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بھنگی کو ملازم رکھا کہ سرکاری کھاد اٹھا اٹھا کر زمین میں ڈال دیا کرے۔ سرکاری کھاد سمجھتے ہیں؟ انسان کے پیٹ سے نکلنے والی کھاد۔ حکومت اسے ایک جگہ جمع کرتی ہے پھر وہاں سے منتقل ہو کر زمیندار زمینوں پر ڈالتے ہیں۔ بھنگی کو بیل گاڑی لے کر دی اور سمجھا دیا کہ کھاد کہاں کہاں سے جمع کر کے کس کس جگہ ڈالنی ہے وہ بھنگی کہتا ہے "اچھا ٹرائی کر کے دیکھ لیں گے" حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ یہ سن کر حیران رہ گئے اور گھر آ کر سب کو بتایا کہ بھنگی ہے سارا دن نجاست اٹھاتا ہے مگر اس پر بھی انگریزی کا جادو ہے۔

دردِ دل:

مسلمان انگریزی کی محبت میں مرا جا رہا ہے۔ میں اس پر بار بار ٹوکتا ہوں مگر صبر نہیں آتا، دل چاہتا ہے کہتا جاؤں اور کہتا ہی چلا جاؤں چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا، بحمد اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کا منشا صرف مسلمانوں سے ہمدردی اور خیر خواہی ہے۔ اگر کسی کا بیٹا گمراہی کا شکار ہو، کسی غلط کام میں پھنس جائے تو ابا اگر واقعۃً ابا ہے تو ایک آدھ بار کہہ کر بیٹھ نہیں جائے گا بلکہ مسلسل کہتا جائے گا اور مختلف انداز سے بیٹے کو اس غلط روش سے باز رکھنے کی کوشش کرے گا۔ کبھی محبت اور پیار سے، کبھی غصہ اور عتاب سے، اس کے علاوہ بیٹے کے لئے دعائیں بھی کرے گا وظیفے اور تعویذ بھی کرے گا۔ اس کی اصلاح اور خیر خواہی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں سے اپنے دین کا کام لیتے ہیں ان کے دلوں میں امت کا درد پیدا فرما دیتے ہیں۔ باپ کو جس قدر بیٹے سے محبت ہے اس سے کہیں بڑھ کر اللہ کے دین کا درد رکھنے والوں کو اللہ کی مخلوق سے محبت ہے۔ وہ دلسوزی سے لوگوں کو سمجھاتے ہیں ان کے حق میں گڑگڑا

کر دعائیں کرتے ہیں اور ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح اللہ کے بندے اللہ کے عذاب سے بچ جائیں۔

؎ یہ درد اے بدگماں کچھ دیکھنے کی چیز گر ہوتی
میں رکھ دیتا ترے آگے کلیجا چیر کر اپنا

آپ کے سامنے چلاتا رہتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتا ہوں اور کیا کر سکتا ہوں۔ بار بار کہتا ہوں کہ اپنے حالات کو سوچا کریں اور غور کریں بعض اوقات کوئی چیز انسان کی نظر سے اوجھل رہتی ہے اس کی طرف خیال نہیں جاتا لیکن جب غور کرتا ہے تو آنکھیں کھل جاتی ہیں اور حقیقت سمجھ میں آ جاتی ہے۔ اہل جہنم بھی جہنم میں جا کر کہیں گے:

﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِىٓ أَصْحَـٰبِ ٱلسَّعِيرِ ﴿١٠﴾﴾ (پ۲۹ - ۱۰)

اگر ہم دنیا میں اپنے کسی خیر خواہ اور درد دل والے کی بات سن لیتے یا خود غور و تدبر سے کام لیتے، سوچ بچار کرتے تو آج جہنم میں نہ ہوتے۔

میں نے جب اللہ کے بندوں کو اللہ کی بغاوت سے بچانے کی کوشش کے سلسلہ میں بیرون ملک کا دورہ کیا تو انگلینڈ، امریکا، کینیڈا، ویسٹ انڈیز وغیرہ میں بڑے بڑے گناہوں سے متعلق بیان ہوئے۔ ڈاڑھی سے متعلق انہیں بتایا کہ ڈاڑھی منڈوانا کتنی بڑی بغاوت ہے تو کئی لوگوں نے ڈاڑھیاں رکھ لیں اور آ آ کر مجھے دکھانے لگے کہ ہم نے ڈاڑھی رکھ لی ہے اور یہ کہ ہمیں اب تک پتا ہی نہیں تھا کہ یہ اتنا بڑا گناہ ہے۔ ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، رکھ لی تو ثواب نہ رکھی تو کوئی گناہ نہیں۔ سنت ہی تو ہے فرض یا واجب تو نہیں، لیکن اب بیان سن کر ہماری آنکھیں کھل گئیں۔ اب معلوم ہوا کہ کتنے بڑے گناہ میں مبتلا رہے۔

بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو بہت سی چیزوں کا علم ہی نہیں اور غفلت کی وجہ سے کسی سے پوچھتے بھی نہیں۔ لوگوں نے پوچھنا چھوڑ دیا اور بتانے والوں نے بتانا چھوڑ

دیا۔ میں جو بار بار بتا رہا ہوں کہ انگریزی کی محبت دل سے نکال دیجئے، عربی سے محبت کیجئے یا کم از کم اپنی زبان ہی اختیار کیجئے، اس لئے بار بار کہہ رہا ہوں۔

ع شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

انگریزی لفظ بولنا، انگریزی تاریخیں استعمال کرنا بظاہر ایک عام اور معمولی سی بات ہے بلکہ آج کل تو ایک فیشن ہے۔ لیکن آپ نے کبھی اس پر غور نہیں کیا، اس کی حقیقت نہیں سمجھی کہ موقع بے موقع انگریزی الفاظ بولنا، انگریزی تاریخیں استعمال کرنا درحقیقت خبث باطن کا مظاہرہ ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص کا دل انگریزی کی محبت سے عیسائیوں کی محبت سے لبریز ہے۔

دوستی کا معیار:

شاید یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئے، اسے مثال سے یوں سمجھاتا ہوں۔ کسی کا دو شخصوں سے تعلق ہو، دونوں سے دوستی ہو لیکن سچی دوستی کس سے ہے اس کا پتا اس وقت چلے گا جب دونوں دوست بیک وقت کسی چیز کی فرمائش کریں اور دونوں کو راضی کرنا ممکن نہ ہو تو وہ جس کی فرمائش کو ترجیح دے گا سچی دوستی اسی سے ہے۔ ایک کا حکم مان کر دوسرے کا حکم ٹھکرا دیا تو حقیقی دوست وہی ہے جس کا حکم مانا اور جس کا حکم نہیں مانا اس سے محبت کے کتنے ہی دعوے کرے سب جھوٹ اور فریب ہے۔ دوستی اور محبت پرکھنے کا یہ ایک سیدھا اور صاف معیار ہے۔ اس کا ایک اور دوسرا معیار یہ بھی ہے کہ دوستی دو شخصوں سے ہے مگر شکل وصورت، چال ڈھال اور زندگی کے طور طریقے ان میں سے ایک دوست کے اختیار کر رکھے ہیں اور دوسرے دوست کی نقل نہیں اتارتا صرف زبانی محبت جتاتا ہے تو وہ لامحالہ یہی سمجھے گا کہ اس کی دوستی تو پہلے شخص سے ہے مجھے دھوکا دینا چاہتا ہے۔ اب اس معیار کو سامنے رکھ کر اپنا جائزہ لیجئے۔ ایک طرف تو آپ خود کو مسلمان کہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور عشق ومحبت کے بلند وبانگ دعوے کرتے ہیں، نعرے لگاتے ہیں، ہر

طریقے سے اپنی محبت کا یقین دلاتے ہیں، لیکن دوسری طرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن انگریز سے بھی آپ کی دوستی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے کہ اسلام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایئے۔ شکل وصورت، چال ڈھال مسلمانوں کی سی اختیار کریں، لباس اسلامی پہنیں، اپنی تقریر وتحریر میں اسلامی تاریخیں استعمال کریں لیکن انگریز چاہتے ہیں کہ ان کی تہذیب اختیار کریں۔ شکل وصورت انگریز کی، لباس انگریز کا، اور تاریخیں انگریز ہی کی ہونی چاہئیں۔ دونوں حکم آپ کے سامنے ہیں۔ اپنا جائزہ لے کر خود دوٹوک فیصلہ کر لیجئے کہ آپ کس کے احکام کی تعمیل کر رہے ہیں، کس کو راضی کر رہے ہیں اور کس کو ناراض۔ اگر صورت و سیرت اسلامی ہے، دل میں اسلامی شعائر کا پورا احترام ہے، اس لئے اپنی تحریروں اور روز مرہ کی گفتگو میں اسلامی تاریخیں استعمال کرتے ہیں، انگریزی تاریخوں سے انگریزی الفاظ سے پرہیز کرتے ہیں تو بلاشبہ آپ سچے مسلمان ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعۃً آپ کو محبت ہے آپ صرف نام کے نہیں کام کے مسلمان ہیں اور اگر خوانخواستہ معاملہ برعکس ہے کہ نام مسلمانوں والا لیکن کام انگریز کے ہیں۔ صورت انگریز کی، سیرت اور عادات انگریز کی، حتیٰ کہ زبان بھی انگریز کی، گو پوری زبان نہیں آتی مگر چند الفاظ رٹ رکھے ہیں انہی کو بار بار دہراتے ہیں۔ غرض اپنے طرز زندگی سے انگریز دوستی کا ثبوت پیش کر رہے ہیں تو سوچ کر فیصلہ کیجئے کہ آپ کیسے مسلمان ہیں؟ زندگی کی ہر ادا سے انگریز کی محبت ٹپک رہی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر رہے ہیں اور ان کے دشمنوں کو خوش کر رہے ہیں۔ ٹھنڈے دل سے سوچ کر فیصلہ کریں کہ آپ جو اسلام کا دعویٰ کر رہے ہیں اس دعویٰ کی کیا دلیل ہے؟ اگر کوئی دلیل نہیں تو بے دلیل دعوے کا کیا اعتبار۔

آخری بات:

آخر میں یہ بات پھر دہرا دوں کہ ہجری تقویم ہجرت کی یادگار اور اسلام کا ایک

مخصوص شعار ہے اس کے بالمقابل عیسوی تقویم عیسائیوں کا مخصوص شعار ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے کفریہ عقیدہ کی یادگار ہے۔ ان مردودوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے سولی چڑھا کر شہید کر دیا۔ یہ سن عیسوی کی ابتداء وہیں سے مانتے ہیں۔ سن ۱۹۹۶ء عیسوی کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی چڑھائے انیس سو چھیانوے سال گزر چکے ہیں۔ چھیانواں سال چل رہا ہے جو مسلمان شمسی تاریخیں استعمال کرتے ہیں وہ در پردہ اس کفریہ عقیدہ کی تائید و حمایت کرتے ہیں۔ جب کہ قرآن ان کے اس کفر کی صاف صاف تردید کر رہا ہے:

﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ﴾ (پ ٦ - ١٥٧)

تَرجَمَہ: ''نہ ان یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ سولی چڑھایا۔''

پھر عقل کی رو سے بھی یہ عقیدہ کس قدر غلط اور لائق نفرت ہے کہ ایک طرف تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے اللہ اور کل اختیارات کے مالک ہیں، خود وہ اللہ ہیں اور اللہ کے بیٹے اور اللہ کی بیوی مریم کے بیٹے ہیں لیکن ان سب باتوں کے باوجود یہودیوں کے ہاتھوں سولی چڑھ گئے۔ یہودیوں کی گرفت سے نہ خود چھوٹ سکے، نہ باپ چھڑا سکا، نہ ماں چھڑا سکی، ہیں تینوں اللہ۔ ان سے بڑھ کر دنیا میں احمق کون ہوگا؟ کہتے ہیں کہ ''تین ایک ہیں اور ایک تین۔'' ایسی حماقت کسی کم سن بچے سے بھی صادر ہونا محال ہے مگر پوری دنیائے عیسائیت اسے اپنا ایمان وعقیدہ سمجھتی ہے۔ ''تین ایک اور ایک تین''۔ اگر کسی معصوم بچے کے سامنے آپ تین انگلیاں کھڑی کر کے پوچھیں کہ کتنی ہیں؟ تو فوراً کہے گا تین، ایک انگلی نیچے کر کے پوچھیں کہ اب؟ فوراً کہے گا دو، دوسری بھی نیچے کر لیں تو باقی ایک۔ ایک اور تین میں چھوٹا سا بچہ بھی فرق کرتا ہے کہ ایک ہے تو تین نہیں اور تین ہے تو ایک نہیں، مگر عیسائیوں کے عقیدے میں یہ دونوں ضدین جمع ہیں۔

ایک پادری سے میری بات ہوئی کہ یہ ایک اور تین کا معمہ کیا ہے ذرا ہمیں بھی سمجھایئے، وہ کہنے لگا اس کا سمجھانا مشکل ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے قرآن میں متشابہات کہ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق ان متشابہات کا سمجھنا مشکل ہے، میں نے کہا کہ اس کو متشابہات پر قیاس کرنا سراسر غلط ہے، اس لئے کہ متشابہات تک عقل کی رسائی ممکن نہیں، دائرہ عقل سے خارج ہیں اور ایک اور تین میں تضاد عقل کی رسائی سے بالاتر نہیں بلکہ عقل یہاں تک بطریق بداہت بہت سہولت سے پہنچ کر ان میں تضاد اور ان کے اجتماع کے محال ہونے کا قطعی فیصلہ کرتی ہے۔ وہ جواب سے عاجز آکر کہنے لگا میں نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں وہ آپ کو بھیج دوں گا دیکھ کر سمجھ لیجئے۔ میں نے کہا جب خود مصنف موجود ہے تو کتابیں دیکھنے کی کیا ضرورت؟ وہ کوئی جواب نہ دے سکا پادری کو پیچھا چھڑانا مشکل ہوگیا، یہ ہے عیسائیوں کا مضحکہ خیز عقیدہ تثلیث اور اسی منت گھڑت عقیدہ پر بنیاد رکھی گئی سن عیسوی کی۔ جو مسلمان جہالت کی وجہ سے انگریزی تاریخیں لکھتے اور بولتے ہیں وہ خود سوچ لیں کتنی بڑی خطرناک غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ایک تو ہجری تاریخ سے اعراض اور روگردانی کا گناہ کہ یہ تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہجرت کی یادگار اور دوسری بہت سی دینی حکمتوں کی حامل ہے جن کی تفصیل بتا چکا ہوں۔ دوسرے یہ کہ کفار کے ساتھ مل کر ان کے مخصوص شعائر کی تائید کا گناہ۔ اسے سوچئے اور بار بار سوچئے۔ خود بھی ہمیشہ کے لئے اس گناہ سے توبہ کیجئے اور دوسرے تمام مسلمانوں تک یہ پیغام پہنچایئے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح مسلمان بنا دیں، دلوں میں کفر سے نفرت اور اسلام سے محبت پیدا فرما دیں۔

وصل اللهم وبارك وسلم على عبدك ورسولك محمد وعلى اله وصحبه اجمعين.

والحمد لله رب العلمين.

عید کی سچی خوشی

— وعظ —

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

— ناشر —

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ کراچی

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: عید کی سچی خوشی

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ:

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۴۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

عید کی سچی خوشی

(بروز عید الفطر ۱۴۱۵ھ)

﴿أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَـٰتِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾﴾

(پ۱۱ - ٦٢ تا ٦٤)

ترجمہ: ''یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ (ناک واقعہ پڑنے والا) ہے اور نہ وہ (کسی مطلوب کے فوت ہونے پر) مغموم ہوتے ہیں۔ وہ (اللہ کے دوست) وہ ہیں جو ایمان لائے اور (معاصی سے) پرہیز رکھتے ہیں۔ ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی (من جانب اللہ خوف وحزن سے بچنے کی) خوش خبری ہے (اور) اللہ کی باتوں میں (یعنی وعدوں میں) کچھ فرق نہیں ہوا کرتا یہ (بشارت جو مذکور ہوئی) بڑی کامیابی ہے۔''

عید کی سچی خوشی:

آج صبح نماز عید کے بعد سے لوگ ملنے آرہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم عید ملنے آئے ہیں، میں نے کہا کہ عید تو کھانے کی ہوتی ہے یا پہننے کی یہ ملنا ولنا کیا ہے؟ عید میں خوشی کی تو دو ہی باتیں ہیں اچھا کھاؤ اور اچھا پہنو اور عید کی نماز پڑھو، یہ عید ملنا تو کوئی چیز نہیں۔ ان سے تو یہ بات کہہ دی مگر اسی وقت ایک پرانا شعر یاد آ گیا جس سے بہت فائدہ ہوا، صبح سے وہ شعر مسلسل ذہن پر چھایا ہوا ہے دل میں تو ہے ہی زبان پر بھی کبھی کبھی آ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی دستگیری ہے کہ بچپن کی بہت پرانی پرانی باتیں یاد آ جاتی ہیں اور ان سے فائدہ بھی ہوتا ہے۔ جب ان سے کہہ دیا کہ عید کھانے پینے اور پہننے کی ہوتی ہے ملنے ولنے کی نہیں تو فوراً یاد آیا کہ بچپن میں کسی عید کارڈ پر ایک شعر دیکھا تھا۔

ے عید کی سچی خوشی تو دوستوں کی دید ہے
جو وطن سے دور ہیں کیا خاک ان کی عید ہے

کہنے والے نے کسی بھی مقصد سے کہا ہو ہمیں تو اپنی بات سے مطلب ہے جیسے کسی بزرگ نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے ''اچھے سنگترے، اچھے سنگترے'' وہ اپنے سنگترے بیچ رہا تھا یہ بے ہوش ہو گئے ہوش میں آئے تو لوگوں نے پوچھا حضرت کیا ہوا؟ فرمایا سنتے نہیں وہ آواز لگا رہا ہے ''اچھے سنگ ترے'' سنگ کہتے ہیں 'ساتھی' کو اور ''ترے'' کے معنی ہیں ''تیر گئے'' تو مطلب یہ نکلا کہ جو اچھے ساتھی کے ساتھ لگ گئے وہ تیر گئے۔ وہ اپنے سنگترے بیچ رہا تھا اور انہیں اپنی پڑی تھی اسی طرح عید کا یہ شعر شاعر نے کسی بھی نیت سے کہا ہو ہمیں اپنی بات سے مطلب ہے۔

ے عید کی سچی خوشی تو دوستوں کی دید ہے
جو وطن سے دور ہیں کیا خاک ان کی عید ہے

اس شعر سے کئی لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا ہے۔ کئی سال پہلے کسی عید کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ شعر کہلوا دیا تھا تو بیرون ملک امارات یا سعودیہ سے خط آیا کہ کئی سال پہلے ایک عید پر آپ نے یہ شعر پڑھا تھا میں اب یہ شعر پڑھ پڑھ کر عبرت حاصل کر رہا ہوں۔ دوسرا قصہ یوں پیش آیا کہ افغانستان کے سفر میں میران شاہ میں کچھ حضرات کے اصرار پر قریب ہی موجود ایک عیدگاہ دیکھنے کے لئے جانے کا اتفاق ہوا، جونہی گاڑی ہمیں لے کر عیدگاہ کے پاس پہنچی اور ان حضرات نے مجھے بتایا کہ یہ عیدگاہ ہے بس بے ساختہ میری زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا۔

؎ عید کی سچی خوشی تو دوستوں کی دید ہے
جو وطن سے دور ہیں کیا خاک ان کی عید ہے

میں نے یہ شعر پڑھ دیا اور سمجھا کہ بات آئی گئی ہو گئی لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ میران شاہ سے بہت دور خوست جانے والے ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ جس موقع پر آپ نے یہ شعر پڑھا تھا وہاں خوست کے ایک مدرسہ "منبع الجہاد" جس کے مہتمم مولانا کمانڈر عبدالحلیم صاحب ہیں، اس مدرسہ کے ایک بڑے استاد بھی اس موقع پر موجود تھے انہوں نے وہاں جا کر یہ شعر بہت جلی خط میں لکھ کر اپنی درس گاہ میں لگا دیا۔ ساتھ ہی میرا نام بھی لکھا ہے کہ اس نے یہ شعر پڑھا تھا۔ دعا کیجئے کہ جو لوگ بھی اسے دیکھیں یا یہ قصہ سنیں، اللہ تعالیٰ اس شعر کا اثر ان سب کے دلوں میں عطا فرما دیں۔

؎ عید کی سچی خوشی تو دوستوں کی دید ہے
جو وطن سے دور ہیں کیا خاک ان کی عید ہے

شعر کا مطلب:

ہوسکتا ہے کوئی اس شعر کا مطلب نہ سمجھا ہو اس لئے اس کی وضاحت بھی کر

دوں۔ مسلمان کا سب سے بڑا دوست کون ہے؟ ظاہر ہے مسلمان کا سب سے بڑا دوست ہے اللہ تعالیٰ، وہ محبوب حقیقی سب سے زیادہ محبت کرنے والا تو وہی ہے پھر محبت کرنے والا بھی کیسا؟ ''یحبھم و یحبونہ'' بندوں کی محبت سے پہلے اپنی محبت کا ذکر فرماتے ہیں کہ ہم ایسے بندے پیدا کریں گے کہ ہم ان سے محبت کریں گے اور وہ ہم سے محبت کریں گے، اپنی محبت کا ذکر پہلے فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ جن بندوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے درحقیقت یہی انہی کی محبت کا اثر ہے، وہ محبت فرماتے ہیں تو اس کے اثر سے بندے کے دل میں بھی ان سے محبت پیدا ہو جاتی ہے، اصل سرچشمہ محبت تو وہی ہیں۔ پھر ان کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے۔ ایمان کہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کسی دنیوی رشتے کی وجہ سے نہیں، دنیوی احسان کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کے رسول ہونے کی حیثیت سے ہے، اس محبت کا منشا ایمان ہے۔ ورنہ رشتہ داری کی وجہ سے تو ابوطالب کئی کافروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی مگر وہ محبت عنداللہ مقبول نہیں اس لئے کہ رسول ہونے کی بنا پر نہیں تھی۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت ہر مسلمان کا جزء ایمان ہے صرف اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہر مقبول بندے سے محبت کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے محبت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت ہے، الغرض حقیقی دوست کون ہوئے؟ اللہ اور اللہ والے لوگ، یہ ہیں سچے دوست، حقیقی دوست۔

دنیا کی دوستی کی حقیقت:

دنیا کی دوستی کی کیا حالت ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ دوستی کہیں ملتی ہی نہیں نہ بیوی میں نہ شوہر میں نہ بھائی میں نہ بہن میں نہ باپ میں نہ بیٹے میں۔ آج محبت اور

دوستی کا کہیں نام ونشان تک نہیں ملتا۔ سب لوگ مطلب کے یار ہیں، مطلب پرست ہیں کوئی کسی کا دوست نہیں۔

اس عمر میں بچپن کی باتیں یاد آرہی ہیں۔ بچپن میں فارسی کا ایک شعر پڑھا کرتا تھا اگرچہ اس وقت تک فارسی نہیں پڑھی تھی مگر فارسی کا یہ شعر بہت پڑھتا تھا۔

؎ یاران این زمانہ ہمچون گل انارند
پر رنگ آشنائی بوئے وفا ندارند

اس زمانے کے دوست انار کے پھولوں کی طرح ہیں جو خوش رنگ تو ہوتے ہیں مگر ان میں خوشبو نہیں ہوگی۔ ظاہراً محبت کے دعوے تو بہت کرتے ہیں مگر اندر سے بالکل کھوکھلے ہیں۔ محبت کا نام ونشان تک نہیں کوئی کسی کا غم گسار نہیں۔

؎ نہ یاروں میں رہی یاری نہ بھائیوں میں وفاداری
محبت اڑ گئی ساری زمانہ کیسا آیا ہے

کسی نے خوب کہا ہے:

؎ وقالوا قد صفت منا قلوب
لقد صدقوا ولکن من ودادی

یعنی میرے دوست کہتے ہیں کہ ہمارے دل آپ کی طرف سے بالکل صاف ہیں آپ مطمئن رہیں۔ یہ بالکل صحیح کہتے ہیں کہ واقعتاً صاف ہیں لیکن میری محبت سے صاف ہیں۔ غرض یہ کہ آج دیکھ لیجئے دوستی ہے کہاں؟ صرف نفسانیت باقی رہ گئی ہے۔ خواہش نفس کے خلاف ذرا سی بات ہوئی اور ساری دوستی کافور۔ دوستی نفرت سے بدل گئی۔

دوسری بات یہ کہ اگر واقعتاً دوستی ہو بھی تو دنیا کی دوستی کا کیا فائدہ؟ دوستی تو وہی ہے جو اللہ کی خاطر ہو آخرت میں کام آئے۔

تیسری بات یہ کہ دنیوی دوستی چلے گی کب تک؟ کسی نہ کسی روز لازماً جدائی

ہوگی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر گزر ہوا تو یہ شعر پڑھے۔

کنا کندمانی جزیمة حقبة
من الدھرحتی قیل لن یتصدعا
فلما تفرقنا کأنی ومالکا
لطول اجتماع لم نبت لیلة معا

فرماتی ہیں کہ ہم دونوں اکٹھے رہتے تھے اور ہماری رفاقت ایسی تھی جیسے جزیمہ بادشاہ کے دو وزیروں کی، جزیمہ ایک بادشاہ گزرا ہے اس کے دو وزیروں کا اتفاق اور ان کی رفاقت و یکجائی ضرب المثل تھی، فرمایا ہم بھی اسی طریقے سے رہتے تھے، ہم بھائی بہن یوں اکٹھے رہتے تھے کہ دیکھنے والے سمجھتے کہ ان میں کبھی جدائی ہوگی ہی نہیں اور آج جب بھائی مجھ سے جدا ہوگئے، ان کا انتقال ہوگیا تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم کبھی ایک رات بھی اکٹھے نہیں رہے۔ اندازہ لگائیے کہ دنیا کی محبت کا انجام کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''احبب من شئت فانك مفارقه'' (طبرانی اوسط)

جس کے ساتھ چاہو دل لگا لو نتیجۃً بالآخر ایک دن جدائی ہوگی آپ بھی مرنے والے ہیں وہ بھی مرنے والے ہیں:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ﴿٣٠﴾﴾ (پ ۲۳ - ۳۰)

اس کی مثال تو ایسی ہے، جیسے ریلوے پلیٹ فارم پر کوئی کسی سے دوستی کر لے یا چلتی گاڑی میں دوران سفر کسی سے تعلق جوڑ لے پھر جیسے ہی جدائی ہونے لگے تو دونوں چیخ و پکار شروع کر دیں ایک کا رخ ادھر کو دوسرے کا ادھر کو، ارے احمق! ایسی دوستی کی ہی کیوں تھی؟ یہ ہے دنیا کی دوستی اور محبت کا انجام، یہاں کسی سے محبت ہو تو

صرف اللہ کی خاطر ہونی چاہیے۔

؎ یاد میں تیری سب کو بھلادوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹا دوں خانۂ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگا دوں غم میں ترے دل شاد رہے
اپنی نظر سے سب کو گرا دوں تجھ سے فقط فریاد رہے

کیا عجیب اشعار ہیں یا اللہ! تیری محبت میں دنیا بھر کی خوشیوں کو آگ لگا دوں، دل میں صرف تیری محبت اور تیرا درد باقی رہے، پھر ایسا شخص کبھی تنہا نہیں رہتا، جنہیں اللہ تعالیٰ کا انس حاصل ہو جائے وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی بھی نہ آئے اکیلے ہی پڑے رہیں۔

؎ پھیر لوں رخ پھیر لوں ہر ماسوا سے پھیر لوں
میں رہوں اور سامنے بس روئے جانانہ رہے

؎ چہ خوش ست باتو بزمے بنہفتہ ساز کردن
درخانہ بند کردن سر شیشہ باز کردن

میرے محبوب! تنہائی میں تیرے ساتھ مجلس بازی کیا ہی خوب ہے، "چہ خوش ست" کیسی ہی اچھی مجلس ہوگی؟ وہ کیا سعادت ہوگی اور پھر مجلس کس کیفیت سے ہو کہ مکان کا دروازہ بند کر لیجئے اور شراب محبت کی بوتل کھول لیجئے، غٹاغٹ چڑھاتے چلے جائیے۔ یا اللہ! ہم سب کو یہ دولت عطا فرما دے، اپنی ایسی محبت عطاء فرما کہ دل میں تیرے سوا کوئی نہ رہے۔

؎ بے حجابانہ درا از در کاشانۂ ما
کہ کسے نیست بجز درد تو درخانۂ ما

ترجمہ: "اے محبوب! ہمارے خانہ دل میں تیرے درد محبت کے سوا کوئی

نہیں، اس لئے میرے دل میں بے حجابانہ آ جا۔"

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی

اب تو آجا اب خلوت ہوگئی

تیری شرط ہم نے پوری کر دی تمام اغیار سے دل کو پاک کرلیا اب تو آ جا۔ دعاء کر لیں کہ یا اللہ! ان اقوال کو ہم سب کے احوال بنا دے، ان باتوں کو ہمارے دلوں میں اتار دے، دلوں کی کیفیت بنا دے، یا اللہ! اپنی محبت عطا فرما، شوق وطن عطاء فرما، اپنے دیدار کا شوق اور طلب بلکہ تڑپ عطا فرما۔

الغرض جب یہ بات سمجھ میں آگئی کہ حقیقی دوست اللہ اور اللہ والے ہیں تو اب ذرا سمجھ کر دل کی گہرائیوں سے کہیے۔

ع عید کی سچی خوشی تو دوستوں کی دید ہے

یہ ہے عید کی سچی صحیح خوشی جس سے دل مسرتوں سے معمور ہو جائیں، ایسا سرور کہ اس کا نام لینے سے بھی لطف آنے لگے۔

سرورٌ سرورٌ سرورٌ سرور

بڑا لطف دیتا ہے نام سرور

دوسرا مصرع ہے۔

ع جو وطن سے دور ہیں کیا خاک ان کی عید ہے

یہاں وطن سے مراد وطن آخرت ہے۔ دنیا تو مسافر خانہ ہے جن لوگوں میں وطن آخرت کی محبت نہیں، وطن آخرت میں جانے کا شوق نہیں، جنہوں نے دنیا میں دل لگا لیا اور اس مسافر خانے کو وطن سمجھنے لگے ان کی کیا خاک عید ہے، وہ سرور کے کتنے ہی مظاہرے کریں سب عارضی اور مصنوعی ہوں گے ان کے دلوں میں سرور کبھی پیدا ہو ہی نہیں سکتا، دلوں میں سرور تو ان کے پیدا ہوگا جنہوں نے وطن کو پہچان لیا۔

ع جو وطن سے دور ہیں کیا خاک ان کی عید ہے

دعائے لقائے محبوب:

اس موقع پر ایک دعاء کرلیجئے، میں یہ بات بتاتا رہتا ہوں کہ میں جب مجلس میں کوئی دعا نقل کرتا ہوں تو صرف اس کا بتانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ بتانے کے ساتھ ساتھ مانگنے کی نیت بھی کرلیتا ہوں تا کہ دونوں کام ساتھ ساتھ ہو جائیں۔ سو جس طرح میں خود اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا ہوتا ہوں اسی طریقے سے آپ حضرات جب مجھ سے وہ دعا سنا کریں تو سننے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگنے، یاد کرنے، دلوں میں اتارنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی نیتیں کرلیا کریں۔ عجیب دعاء ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کے حق میں قبول فرمائیں۔

"اللهم انى أسالك الرضاء بالقضاء وبرد العيش بعد الموت ولذة النظر الى وجهك والشوق الى لقائك"

تَرجَمہ: "یا اللہ! میں تجھ سے تیری تقدیر پر رضا مانگتا ہوں اور موت کے بعد خوش عیشی اور تیرے دیدار کا مزا اور تجھ سے ملاقات کا شوق مانگتا ہوں۔"

یہ دعاء مناجات مقبول میں موجود ہے یاد کرلیجئے کچھ مشکل نہیں، مطلب تو یاد کر ہی لیجئے یہ مغز ہے مغز۔

دعاء کا پہلا جملہ:

"اللهم انى أسالك الرضاء بالقضاء" یعنی یا اللہ! تیری ذات پر ایسا توکل، ایسا اعتماد، تیرے ساتھ اتنی محبت اور اتنا گہرا تعلق پیدا ہو جائے کہ اپنے بارے میں تیری ہر تقدیر خواہ وہ کچھ بھی ہو اس پر راضی رہوں۔ اس لئے کہ محبوب کی طرف سے جو بھی معاملہ ہوتا ہے وہ محبت پر مبنی ہوتا ہے۔ محبوب اپنے محب کے ساتھ ایسا معاملہ کبھی نہیں کرتا کہ جس سے محبّ کا نقصان ہو جائے۔ جو کچھ بھی کرے گا محبت

سے کرے گا۔ محبت میں تو جان بھی لے لیں تو کوئی بات نہیں۔ یا اللہ! یہ تو یقینی بات ہے کہ تو ہماری جانوں کو لے جائے گا چھوڑے گا نہیں یہ تو تیرا قانون ہے لیکن یہ سعادت بخش دے کہ جان جائے تو تیری محبت میں جائے، جو کچھ بھی مقدر کر دے، بظاہر دیکھنے میں کتنی ہی نقصان کی چیز ہو، کتنی ہی بڑی مصیبت نظر آئے مگر وہ محبت عطا فرمادے کہ بڑی سے بڑی مصیبت میں خوش رہوں تیری ہر تقدیر پر راضی رہوں۔

ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش و خرم
دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں

شعر شروع کیا ہے ہمدم سے، کوئی ہمدم ہو تو بات سمجھے غیر ہمدم کے سامنے اپنا حال بیان کرنا تو ایسا ہی ہے جیسے بھینس کے سامنے بین بجانا وہ کیا سمجھے؟ اس لئے دعاء کرلیں کہ یا اللہ! اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سمجھنے کے لئے ہم سب کو ہمدم بنالے۔

ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش و خرم
دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں
روتے ہوئے اک بار ہی ہنس دیتا ہوں مجذوب
آجاتا ہے وہ شوخ جو ہنستا مرے دل میں

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ایسا تعلق ایسی محبت، ایسا جوڑ اور ایسا توکل عطا فرما دیں۔

ہندو بچے کا بادشاہ پر اعتماد:

حضرت عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانے میں ایک ذیلی حکومت ایک راجا کے سپرد کردی تھی، دستور یہ تھا کہ جب کوئی بڑا مر جاتا تو اس کا سب سے بڑا بیٹا اس کی جگہ حاکم بنتا تھا، راجا مر گیا لیکن اس کے بیٹے کی عمر بہت کم تھی اس لئے یہ سوال پیدا ہوا

کہ اتنی کم عمر کا بچہ حکومت کیسے سنبھالے گا، کیا کریں؟ جب حضرت عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ بچے کو لاؤ دیکھ کر فیصلہ کروں گا۔ جب بچے کو لایا گیا تو اس وقت حضرت عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ محل کے صحن میں موجود تالاب کے کنارے کھڑے ہوئے تھے۔ آپ نے بچے سے دل لگی کے طور پر اسے دونوں بازوؤں سے پکڑا اور تالاب کے اوپر کرکے فرمایا چھوڑ دوں؟ بچے نے کہا:

”جس کا ہاتھ تیرے جیسے بادشاہ کے ہاتھ میں ہو اس کو ڈوبنے کا کیا خطرہ؟“

بظاہر یہ ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن بادشاہ نے فرمایا: بس امتحان ہوگیا، حکومت اسی کو دے دو، سوچنے کی بات ہے کہ ہندو کافر کے کافر بچے کو ایک مخلوق بادشاہ پر اتنا اعتماد کہ وہ کہتا ہے:

”جس کا ہاتھ تیرے جیسے بادشاہ کے ہاتھ میں ہو اس کو ڈوبنے کا کیا خطرہ؟“

تو جس کو بادشاہوں کے بادشاہ اپنے ملک پر ایسا اعتماد حاصل ہو جائے اس کا کیا حال ہوگا؟ یا اللہ! ہم سب کو اپنی ذات پر ایسا اعتماد عطاء فرمادے۔ لیکن آج مسلمان ہونے کے دعوے کرنے والوں کو اپنے مولیٰ پر اپنے مالک پر احکم الحاکمین پر اتنا اعتماد نہیں جتنا ہندو بچے کو ایک مخلوق بادشاہ پر تھا۔ یہ تو بس یہی سوچتے رہتے ہیں کہ اگر ہم نے گناہ چھوڑ دیئے تو زندہ کیسے رہیں گے؟ اگر پردہ شریعت کے مطابق کرلیا تو چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد خالہ زاد سارے زاد اور دیور، جیٹھ، نندوئی، بہنوئی، پھوپھا، خالو وغیرہ سب ناراض ہو جائیں گے واویلا کریں گے کہ ہماری حق تلفی کردی، جتنے فائدے حاصل کررہے تھے سب سے محروم کردیا، اور یہ سارے ناراض ہوگئے تو ہم دنیا میں کیسے رہیں گے؟ یا اگر صورت اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جیسی بنالی تو بیوی ناراض ہو جائے گی اور لوگ کیا کہیں گے یہ جنگلی یہ بکرا کہاں سے آگیا؟ یہ حال ہے آج کے

مسلمان کے اللہ پر اعتماد کا کہ لوگ ناراض ہوگئے تو ہم زندہ کیسے رہیں گے، اسی طرح سودی اداروں مثلاً بینک یا انشورنس کی بہت بڑی ملازمت اور بہت بڑی تنخواہ مل رہی ہو تو آج کا مسلمان کیا کہتا ہے کہ اگر میں نے بینک کی ملازمت چھوڑ دی، انشورنس کی ملازمت نہیں کی تو بھوکا مر جاؤں گا؟ زندہ کیسے رہوں گے؟ ایک ہندو کے بچے کو مخلوق بادشاہ پر اتنا اعتماد لیکن یہاں مسلمان کو اپنے مالک و خالق پر کوئی اعتماد نہیں۔ یہ نہیں سوچتا کہ جس نے ماں کے پیٹ میں رزق دیا کیا وہ پیدا کرنے کے بعد بھول گیا کہ میں نے اسے پیدا کیا تھا اور اب رزق بھی دینا ہے؟

سود کی لعنت:

سود کا ایک درہم (تقریباً ساڑھے تین گرام چاندی) چھتیس زنا سے بدتر ہے۔ ارے مسلمان! تو جن سے عشق و محبت کے دعوے کرتا ہے یہ اس اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ اور فرمایا کہ سود میں تہتر خرابیاں ہیں ان میں چھوٹی سی چھوٹی خرابی یہ ہے جیسے کوئی اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے۔

رزق کے بارے میں آج کے مسلمان کا اپنے اللہ پر سے ایسا اعتماد اٹھا کہ وہ بنک اور انشورنس کی حرام کمائی کھانے تک تیار ہوگیا۔ اگر رزق پر بات چلی تو مضمون طویل ہو جائے گا یہاں تو ایک ایک بات ایسی ہے کہ جو بات بھی زبان پر آجاتی ہے اس کی تفصیل میں پورا پورا گھنٹہ لگ جاتا ہے۔ کیا کہوں اور کیا چھوڑوں؟ دعاء کرلیں کہ یا اللہ! تو جو باتیں دل میں ڈالتا ہے وہ کہے بغیر اور تشریح کیے بغیر ہی سننے والوں کے دلوں میں ڈال دے اور دلوں میں وہ کیفیت و صلاحیت ڈال دے کہ یہاں کی بتائی ہوئی باتیں وقت پر یاد آجایا کریں۔

دل بن جانے کی ایک علامت:

ایک بات بار بار میرے دل میں آتی ہے پھر کہہ ہی دوں کہ یہاں آنے سے

آپ لوگوں کو کچھ ملا یا نہیں اس کی ایک علامت یہ ہے کہ جو باتیں یہاں سنتے ہیں وہ وقت پر یاد آجائیں اور آگے پہنچائیں۔ ہر بات کا موقع ہوتا ہے لہٰذا اپنے لئے عبرت حاصل کرنے کا موقع ہو یا کسی دوسرے سے کہنے کا موقع، وقت پر بات یاد آجائے اور اسی موقع پر آگے پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ جن کو یہ نعمت عطا فرمادیں وہ اللہ کا شکر ادا کریں۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ، رحمت واسعہ سے یہ سعادت عطا فرمادیں۔

ویسے تو بحمد اللہ دیکھ ہی رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ دلوں میں باتیں ڈال رہے ہیں کچھ نہ کچھ تو مل ہی رہا ہے۔ میرے اللہ کا کرم ہے میرا کوئی کمال نہیں۔ اکابر کی دعائیں ہیں ان کے قدموں کا صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ یہ کام لے رہے ہیں۔ خاص طور پر کتاب ''باب العبر'' سے تو بہت ہی تسلی ہوتی ہے اس میں آپ ہی لوگوں کو حالات ہیں لہٰذا جب ''باب العبر'' پڑھا کریں تو جب اس میں اپنا حال آئے تو اس کو زیادہ غور سے پڑھیں اور اندازہ کریں کہ کہیں ریورس گیئر تو نہیں لگ گیا۔ جس زمانے میں آپ نے یہ حالات لکھے تھے ان میں کچھ آگے بڑھے یا نہیں؟ انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔

اب ذرا یہ سوچیں کہ اس وقت جو حضرت عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا قصہ بتایا کیا یہ وقت پر آپ کو یاد آجاتا ہے؟ اور اسے سوچ کر اللہ تعالیٰ پر توکل میں ترقی کی کوشش کرتے ہیں؟ (بعض اہل مجلس نے ہاتھ اٹھایا جس پر حضرت اقدس نے خوشی سے فرمایا) اچھا بہت خوب! سوچا کریں اور آگے پہنچایا کریں۔

پرلطف زندگی کی دعاء:

مناجات مقبول کی جو دعاء بتائی ہے اس کا دوسرا جملہ ہے: ''وبرد العیش بعد الموت'' یعنی یا اللہ! جب تو اس مسافر خانے سے ہمیں [illegible] تو آ[illegible] زندگی کی ٹھنڈک اور جلوے عطا فرمادے۔ مرنے کے بعد [illegible] برزخ کی زندگی شرو[illegible]

ہوتی ہے۔ تو یا اللہ! اسی وقت سے جنت کی طرف کی کھڑکی کھل جائے اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں، باغ و بہار، تیرے مقرب بندوں کا قرب اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی رہے۔

موت محبوب چیز ہے:

کبھی کبھی بعض لوگ فون پر پوچھتے ہیں کہ قبر سے بہت ڈر لگتا ہے، قبر تو پھر درمیان کی بات ہے اس سے پہلے موت سے بہت سے لوگ ڈرتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رمضان المبارک میں فلاں کا انتقال ہوگیا تو چلئے بچ گیا لیکن یہ نہیں سوچتے کہ موت کے بعد بھی تو کئی مراحل ہیں، سب سے پہلے بات کہ جان کیسے نکلے گی؟ تار تار ٹوٹے گا، پھر قبر اتنی زور سے بھینچے گی کہ ادھر کی پسلیاں ادھر اور ادھر کی پسلیاں ادھر، ایسے (حضرت اقدس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال کر دکھائیں) پھر وہاں منکر نکیر آتے ہیں، اگر رمضان کے مہینے میں یا جمعہ کے دن یا چلئے حشر تک حساب نہیں ہوا تو پھر آگے تو معاملہ ہوگا:

﴿فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ۝۷﴾ (پ۲۵ - ۷)

آگے وہ دن آنے والا ہے کہ یا جنت یا جہنم، فیصلہ بہر حال ہونے والا ہے، بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی؟ تا کجے تا کجے؟

ارے ناعاقبت اندیش! آخر تو اللہ کی گرفت سے کب تک بچا رہے گا؟ اللہ کا نافرمان تو دنیا میں بھی اللہ کی گرفت سے نہیں بچ سکتا، کسی نہ کسی پریشانی میں مبتلا رہتا ہے، تو کیا ہر وقت پریشان رہنے کا عذاب کم ہے؟

جو لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ ہمیں قبر سے بہت ڈر لگتا ہے، اس کا کوئی علاج بتائیں؟ تو میں انہیں سمجھاتا ہوں کہ قبر کا عذاب، قبر کی تنگی، قبر کا بھینچنا یہ سارے عذاب تو نافرمانوں کے لئے ہیں۔ قبر کے عذاب کو رحمت سے بدل لینا اللہ تعالیٰ نے بندے

کے اختیار میں دے دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔" (ترمذی)

قبر کے گڑھے کو جنت کا باغ بنا لینا بندے کے اختیار میں ہے۔ جو اللہ کی نافرمانی چھوڑ دے اس کے لئے قبر میں عذاب نہیں اس کے لئے قبر بہت کشادہ ہو جاتی ہے، طرح طرح کے باغ ہیں، بہت کشادہ عالی شان محلات ہیں، جنت کی طرف کھڑکی کھل جاتی ہے، خوشبودار ہوائیں آتی ہیں، حوریں بھی انتظار کر رہی ہوں گی الغرض جنت میں جو کچھ ہے قبر اس کا نمونہ بن جاتی ہے۔

جاں کنی کے وقت:

قبر میں جانے سے پہلے کیا ہوتا ہے؟ یہ سمجھانے کے لئے وصیت کرتا ہوں کہ سورہ نازعات کی ابتدائی دو آیتیں یعنی "وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا" اور "وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا" یہ دونوں آیتیں جن میں کل چار لفظ ہیں ان کا ترجمہ روزانہ دیکھ لیا کریں تو بہت ہی اچھا ہے ورنہ کم از کم اتنا تو کریں کہ یہاں سے اٹھنے کے بعد کم سے کم ایک بار تو ضرور ان کا ترجمہ دیکھ لیں۔ میں تو بتاؤں گا ہی لیکن آپ لوگ اپنے طور پر بھی کسی بھی ترجمہ والے قرآن میں ان دو آیتوں کا ترجمہ دیکھ لیں تو ہوسکتا ہے کہ کچھ زیادہ اثر ہو جائے۔

"وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا" اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں جو نافرمانوں کی جان کھینچ کھینچ کر نکالتے ہیں "وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا" قسم ہے ان فرشتوں کی جو فرمانبرداروں کی جان اتنی نرمی سے نکالتے ہیں گویا بھرے ہوئے مشکیزے کی ڈوری ڈھیلی کر دی مشکیزہ تو شاید آپ کے پاس نہیں ہوگا، ٹائر لے لیں کہ والو جونہی ذرا دبایا کیسے ہوا نکل جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تشریح فرمائی کہ فرشتے نافرمان کی جان ایسے نکالتے ہیں جیسے کانٹوں پر ململ کا باریک کپڑا ڈال دیں

جب کانٹے گھس جائیں تو پھر ایک طرف سے اسے کھینچیں، تار تار ٹوٹے گا فرشتے نافرمان کی جان بھی اسی طرح کھینچ کھینچ کر نکالتے ہیں، یہ مقدس فرشتے ہیں جبھی تو ان کی قسم اٹھا رہے ہیں اور فرماں بردار کی جان کیسے نکالتے ہیں اس کے لئے ایک مثال دے دی جیسے کوئی مشکیزہ پانی یا ہوا سے بھرا ہوا ہو اور اس کا منہ ڈوری سے بندھا ہو جیسے ہی ڈوری ذرا سی سرکائی تو ہوا کو نکالنا نہیں پڑے گا بلکہ وہ خود ہی نکل جائے گی، یہی حال ان لوگوں کی جان کا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت، محبوب کے دیدار، فراق وطن میں تڑپ رہے ہیں، کہ کب وصل کی گھڑی آئے گی۔

ع کھینچی جو ایک آہ تو زنداں نہیں رہا

شیخ فریدالدین عطار رحمہ اللہ تعالیٰ کی یونانی دواؤں کی دکان تھی پہلے زمانے میں یونانی دوائیں بیچنے والے پنساری کو بھی عطار کہتے تھے شاید یہ اس لئے کہ وہ عطر بھی بیچتے ہوں گے آپ کی دکان پر ایک درویش پہنچ گیا اور ایک بوتل کی طرف اشارہ کر کے پوچھنے لگا کہ اس میں کیا ہے؟ شیخ نے جواب دیا (مثلاً) شربت بزوری، ایک اور مرتبان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ اس میں کیا ہے؟ شیخ نے کہا مربہ آملہ، ایک اور مرتبان کی طرف اشارہ کر کے کہا اس میں کیا ہے؟ شیخ نے کہا خمیرہ گاؤزبان۔ ایسے ہی تین چار چیزیں پوچھنے کے بعد وہ درویش کہنے لگا کہ اللہ کے بندے! تو سارا دن چپکنے والی چیزوں کے ساتھ بیٹھا رہتا ہے تیری جان کیسی نکلے گی؟ فریدالدین عطار جو اس وقت تک شیخ فریدالدین نہ بنے تھے کہنے لگے:

"جا جا، جان ویسے ہی نکلے گی جیسے تیری نکلے گی۔"

اس نے کہا ہماری جان کا کیا ہے وہ تو پہلے سے ہی پروازوں کے لئے تیار ہے وہیں دکان کے سامنے لیٹ گئے اور اپنی چادر اوپر لے لی، انہوں نے سمجھا کہ مذاق کر رہا ہے لیکن جب تھوڑی دیر بعد جا کر دیکھا تو ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔ فریدالدین عطار کے دل پر چوٹ لگی پہلے عطار تھے اللہ تعالیٰ نے ایک لمحے میں شیخ عطار بنا دیا۔ یا

اللہ! ہم سب کے دلوں پر وہ رحمت نازل فرمادے جس سے تو نے ایک لمحے میں عطار کو شیخ عطا بنادیا۔

؎ تو شاہوں کو گدا کردے گدا کو بادشاہ کردے
اشارہ تیرا کافی ہے گھٹانے اور بڑھانے میں

یا اللہ! آخرت کے لحاظ سے ہم سب گدا ہیں، فقیر ہیں، خالی ہاتھ ہیں، یا اللہ! تیری وہ رحمت جو فریدالدین عطار کے دل پر ہوئی، یا اللہ! تیری وہ رحمت جو فضیل بن عیاض کے دل پر ہوئی، یا اللہ! تیری وہ رحمت جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر ہوئی، یا اللہ! تیری وہ رحمت جو حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر ہوئی، یا اللہ! اس انقلاب کا کرشمہ ہمارے دلوں پر بھی نازل فرما۔

ع اشارہ تیرا کافی ہے گھٹانے اور بڑھانے میں

دعائے دیدارِ محبوب:

مناجات مقبول کی دعاء کا تیسرا جملہ ہے: ”ولذة النظر الی وجهك“ اس لئے کہ۔

ع عید کی سچی خوشی تو دوستوں کی دید ہے

کا اسی سے تعلق ہے، چوتھا جملہ: ”والشوق الی لقائك“ بھی تقریباً اسی کے ہم معنی ہے۔ اصل میں تو میں یہی تیسرا جملہ بتانا چاہتا تھا پہلے دو جملے اور ان کی تفصیل ضمناً آگئی، اگرچہ اہل نظر ان حالات میں بھی لذت دیدار سے سرشار رہتے ہیں مگر پہلے ان دو جملوں میں دیدارِ محبوب کی تصریح نہیں آخری دو جملوں میں اس کی تفسیر و تصریح ہے۔

”ولذة النظر الی وجهك“ یا اللہ! مرنے کے بعد تیرے دیدار سے جو لذت حاصل ہوگی وہ لذت عطاء فرمادے، تیرے دیدار کی لذت تو وہ لذت ہے جس

پر پوری جنت کی لذتیں قربان۔

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ چاہتا ہے
میں تجھ سے ہوں یا رب طلب گار تیرا
ہے جنت کی نعمت تو سب میرے سر پر
میسر ہو اے کاش دیدار تیرا

امید ہے کہ ''عید کی سچی خوشی'' کا مطلب سمجھ میں آگیا ہوگا۔ دعا کرلیں کہ یا اللہ! مرنے سے پہلے ہی اپنے دیدار کا ایسا شوق غالب فرمادے کہ ابھی سے یہ تڑپ پیدا ہو جائے کہ کب تیرے پاس پہنچوں اور دیدار کی لذت حاصل کروں اور جب تو مجھے اپنے پاس بلالے تو تیرے دیدار کی وہ لذت مل جائے جس کے سامنے جنت کی کسی نعمت کی طرف توجہ ہی نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کے لئے جو جو عذاب بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک بہت بڑا عذاب یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے رب کی زیارت نہیں کرسکیں گے:

﴿ كَلَّآ إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴿١٥﴾ ﴾ (پ ۳۰ - ۱۵)

یہ کتنا بڑا عذاب ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے دیدار سے محروم رکھیں گے۔ دعاء کرلیں کہ یا اللہ! اپنی رحمت، اپنی شان محبت اور قدرت کاملہ کے صدقہ سب مسلمانوں کو اپنی محبت اور دیدار کی لذت عطا فرمادے۔ یا اللہ! ہم سب وطن سے دور ہیں ہمیں وطن کے قریب کردے۔

وطن کے قریب ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ جلدی سے مر جائیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یا اللہ! تیرے علم میں جب تک ہماری حیات وطن آخرت بنانے کے لئے نافع ہے زندہ رکھ اور اگر اس زندگی سے وطن آخرت میں کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ وخطرہ ہے تو یا اللہ! اس سے پہلے ہمیں اٹھالے۔ جیسے دنیا میں لوگ وطن کے لئے دوسرے ملکوں میں کمانے جاتے ہیں کہ واپس وطن جا کر شادی کریں گے، محلات

بنائیں گے، وطن میں بہت بڑی تجارت کریں گے، اگر ان مقاصد کی خاطر بیرونی ملک میں پیسے جمع ہوتے رہیں تو وطن کا فراق، وطن کی جدائی، وطن میں رہنے والے رشتہ داروں اور دوستوں کے فراق کی تکلیفیں، ملک سے باہر رہنے کی تکلیفیں یہ سب تکلیفیں آسان ہو جاتی ہیں اور اگر اپنا وطن چھوڑ کر بیرون ملک گئے، اقارب اور دوست احباب کی جدائی اور ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کر رہے ہیں مگر وہاں کچھ بن ہی نہیں رہا، کوئی کام ہی نہیں مل رہا، کچھ کام ملا بھی تو کسی ہوٹل میں برتن مانجھنے کا یا کہیں جھاڑو دینے کا جس کی آمدنی اتنی تھوڑی ہو کہ ساتھ ہی ساتھ ختم ہو جاتی ہو یا اور قرض لینا پڑتا ہو جو پونجی لے کر گئے تھے وہ بھی ضائع ہو رہی ہو تو سوچئے کہ ایسی حالت میں وطن سے دور، گھر سے دور، اقارب و احباب سے دور کوئی ایک لمحہ بھی رہنا گوارا نہیں کرے گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں اس مسافر خانہ میں وطن آخرت بنانے کے لئے بھیجا ہے سو اگر وطن بننے کی بجائے بگڑ رہا ہو تو ایسی زندگی کا کیا فائدہ؟

"الدنیا مزرعة الاخرة"

یہ روایت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احیاء العلوم میں نقل کی ہے مگر ناقدین حدیث نے ان الفاظ کو غیر ثابت کہا ہے البتہ یہ حقیقت بلاشبہ قرآن و حدیث کی نصوص سے ثابت ہے۔ دنیا میں رہنا مقصود نہیں، دنیا آخرت کے لئے بونے کی جگہ ہے اس کا پھل آخرت میں کھایا جائے گا اسی لئے جب تک وطن آخرت میں ترقی ہوتی رہے ہم وطن سے دوری پر صبر کریں گے۔

اللہ کے بعض بندوں کو وطن کی یاد بہت ستاتی ہے ایسے وقت میں وہ اپنے دلوں کو یوں تسکین دیتے ہیں۔

؎ اگرچہ دور افتادم بدین امید خرسندم
کہ شاید دست من بار دگر جانان من گیرد

تحمل فراق کے نسخے:

وطن اور اہل وطن سے فراق کا صدمہ برداشت کرنے کے کئی نسخے ہیں:

پہلا نسخہ:

پہلا نسخہ یہی ہے جو ابھی بتایا کہ اللہ والے ایسے سوچتے ہیں کہ اگرچہ ہم وطن بنانے کے لئے اس مسافر خانہ میں رہ رہے ہیں، لیکن عنقریب محبوب کے پاس پہنچنے والے ہیں ابھی وہ محبوب میرا ہاتھ تھام لے گا، اسی امید پر وہ مست رہتے ہیں۔

"خدانخواستہ مر نہ جائے":

آج کا مسلمان جب اپنے کسی محبوب کا ذکر کرتا ہے تو کہتا ہے خدانخواستہ مر نہ جائے فون پر بھی بعض لوگ ایسے کہہ دیتے ہیں تو میں ان سے کہتا ہوں کہ کیا کسی کے بارے میں یہ احتمال بھی ہے کہ وہ نہیں مرے گا، خدانخواستہ تو وہاں کہنا چاہئے جہاں دو احتمال ہوں، کسی کے مرنے کے بارے میں تو یہ احتمال ہے ہی نہیں کہ وہ نہیں مرے گا۔

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ ٱلْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ ٱلنَّارِ وَأُدْخِلَ ٱلْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَـٰعُ ٱلْغُرُورِ ﴿١٨٥﴾ ﴾ (پ۴ - ۱۸۵)

دوستوں کے مختلف جوڑے:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَكُنتُمْ أَزْوَٰجًا ثَلَـٰثَةً ﴿٧﴾ ﴾ (پ۲۷ - ۷)

اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے جوڑے بنائے ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

﴿ فَأَصْحَـٰبُ ٱلْمَيْمَنَةِ مَآ أَصْحَـٰبُ ٱلْمَيْمَنَةِ ﴿٨﴾ وَأَصْحَـٰبُ

الْمَشْـَٔمَةِ مَآ أَصْحٰبُ الْمَشْـَٔمَةِ ﴿۹﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾ أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾ (پ۳۰ - ۸ تا ۱۱)

وطن آخرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے جوڑے بنا دیئے ایک اصحاب میمنہ، دوسرے اصحاب مشئمہ، تیسرے مقربون۔ عام جنتی ایک دوسرے کے لئے جوڑا ہیں جسے جتھا یا گروہ بھی کہا جاتا ہے، یعنی ایک جماعت عام جنتیوں کی ہوگی، دوسری جماعت جہنمیوں کی ہوگی اور تیسری جماعت اہل جنت میں سے خواص یعنی اونچے درجے کے لوگوں کی ہوگی جنہیں مقربین کہا جاتا ہے۔ اللہ والے اگرچہ وطن آخرت سے دور ہوں لیکن وطن کی یاد ستاتی رہتی ہے، پریشان ہوتے ہیں کہ کب وہاں اپنے جوڑ کے لوگوں میں پہنچیں گے۔ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شوق تڑپاتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پھر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس بہت یاد آتی ہے، دعا کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی یاد عطا فرما دیں۔

؎ پھنکتا ہوں شب و روز پڑا بستر غم پر
ہوتی ہے بری ہائے لگی آگ جگر کی
کاٹے نہیں کٹتا تری فرقت کا زمانہ
ہوتی نہیں اب شام جو مر مر کے سحر کی

اس موقع پر دو شعر میرے بھی سن لیجئے۔

؎ تصور میں تیرے میں سب کھو چکا ہوں
یونہی دن بھر گزرا یونہی شب گزاری
تری یاد نے مجھ کو ایسا ستایا
اسی میں تڑپتے کٹی عمر ساری

پہلے شعر کا دوسرا مصرع ہے:

ع یونہی دن بھی گزرا یونہی شب گزاری

اس میں دن کے ساتھ لفظ ''گزرا'' ہے اور رات کے ساتھ ''گزاری'' دونوں میں فرق یہ ہے کہ دن میں تو کئی مشاغل ہوتے ہیں، مختلف قسم کے لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں، کئی خبریں کان میں پڑتی رہتی ہیں یوں کچھ نہ کچھ آسانی سے دن گزر جاتا ہے اگرچہ پھر بھی دردِ چین سے نہیں بیٹھنے دیتا۔

حسینوں میں دل لاکھ بہلا رہے ہیں
مگر ہائے پھر بھی وہ یاد آ رہے ہیں

رات میں تو بس بندہ اور اللہ، ان دونوں کے سوا اور تو کوئی ہوتا ہی نہیں وہ تو پھر گزارنا پڑتی ہے۔

پھیرلوں رخ پھیرلوں ہر ما سوا سے پھیرلوں
میں رہوں اور سامنے بس روئے جانانہ رہے
دن گذارے ساز میں رات گذاریں سوز میں
عمر بھر ہم دن میں بلبل شب میں پروانہ رہے

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری وقت تھا، گھر والے اور دوست احباب کہہ رہے تھے ''واکرباہ'' ہائے ہم تو لٹ گئے یعنی بہت بڑا صدمہ ہوگیا یہ بہت بڑی نعمت ہم سے لٹی جارہی ہے، ارے ہم تو لٹ گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے جبکہ لوگ روتے ہیں، فرمایا: ''واطرباہ! القی غدا محمدا وصحبہ'' ارے واہ خوشی! ابھی ایک لمحے میں محمد صلی اللہ علیہ

وسلم اور آپ کے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملا۔ کچھ نہ پوچھئے کیسی شادی ہو رہی ہوگی۔

ے ولدتك امك يا ابن آدم باكيا
والناس حولك يضحكون سرورا
فاعمل لنفسك كي تكون اذا بكوا
حين موتك ضاحكا مسرورا

ے یاد داری کہ وقت زادن تو
مردمان خندان و تو گریان
این چنین زی کہ وقت مردن تو
مردمان گریان و تو خندان

شاعر کہتے ہیں کہ کیا تجھے کچھ معلوم بھی ہے کہ جب تو پیدا ہوا تھا تو تیرے رشتے دار ہنس رہے تھے، خوشیاں منا رہے تھے، مٹھائیاں تقسیم کر رہے تھے مگر تیری چیخ نکل گئی تو رو رہا تھا اب تو اللہ کے قانون کے مطابق یوں زندگی گذار دے کہ جب دنیا سے تیرے رخصت ہونے کا وقت آئے تو تیرے رشتہ دار روئیں اور تو اپنی مستی میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کہے: "واطرباه."

دوسرا نسخہ:

وطن کی یاد ستائے تو یہ سوچا کریں کہ بس ابھی پہنچنے والے ہیں، دنیا میں جب تک ہیں مزید کما لیں انشاء اللہ مزید نعمتیں مل جائیں گی۔ ایک بار لا الہ الا اللہ کہنے سے کہاں کہاں پہنچ جاتے ہیں لہٰذا اس کی قدر کیجئے فضول اور لغو باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے لا الہ الا اللہ کا ذکر جاری رکھیں لیکن وہ بات یاد رہے کہ جب تک گناہ

نہیں چھوڑیں گے کام نہیں بنے گا۔کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ نافرمانیاں بھی کریں، ڈاڑھیاں بھی منڈائیں، ٹخنوں سے نیچے شلوار بھی رکھیں، ٹی وی بھی دیکھیں، نندوئی، بہنوئی، دیور، جیٹھ اور زادوں سے پردہ بھی نہ کریں اور لا الہ الا اللہ پڑھیں تو کام بن جائے گا، یہ خیال غلط ہے گناہ چھوڑنا ضروری ہے۔ جب ایک بار لا الہ الا للہ کہنے سے، اللہ کا نام لینے سے اتنی ترقی ہو جاتی ہے تو گناہ کے تقاضے سے بچنے پر کتنی ترقی ہوگی؟ جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا تقاضا پیدا ہوا اور اس کو روک لیا جائے تو ذکر اللہ کی بنسبت ہزاروں درجہ زیادہ ترقی ہوتی ہے۔ مثلاً کسی ننگی صورت یعنی پھرنے والی عورت کو دیکھنے کا دل چاہا کہ ایک نظر اٹھا کر دیکھ لو لیکن محض اللہ کی محبت میں، اللہ کے خوف سے کہ کہیں دنیا و آخرت دونوں برباد نہ ہو جائیں، دل کا سکون نہ لٹ جائے، دل کی حفاظت کے لئے نظر کو ذرا سا جھکا لیا کسی کو پتہ بھی نہیں چلا تو ایسے شخص کی پرواز اتنی بلند ہو جائے گی کہ ہزاروں سال نفل پڑھتا رہے تو بھی وہ ترقی نہیں ہوتی۔

تیسرا نسخہ:

اللہ والوں کے لئے جب وطن کی یاد ستاتی ہے تو وہ یہ سوچتے ہیں کہ وہ محبوب اگرچہ نظر نہیں آتا مگر وہ محبوب بار بار یہ اعلان فرما رہا ہے کہ جو میرا بن جاتا ہے میں اس کے ساتھ ہوں۔ اگرچہ وہ محبوب نظر نہیں آ رہا مگر وہ میرے ساتھ ہے مجھے اس کی رضا حاصل ہے، اس کی رحمتیں ہو رہی ہیں، ایک ایک سانس کے ساتھ اس کی بے شمار رحمتیں ہو رہی ہیں جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے تو پھر دنیا ہی میں جنت کے مزے آنے لگتے ہیں۔

؎ میں گو کہنے کو اے ہمدم اسی دنیا میں ہوں لیکن
جہاں رہتا ہوں میں وہ اور ہی ہے سرزمیں میری

؎ میں دن رات جنت میں رہتا ہوں گویا
مرے باغ دل کی وہ گل کاریاں ہیں

الغرض فراق وطن کا غم ہلکا کرنے کے تین نسخے یہ ہیں:

1. یہ سوچا جائے کہ عنقریب وطن پہنچنے والے ہیں۔
2. مسافر خانے میں رہ کر وطن بنارہے ہیں۔
3. حقیقی دوست اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

یہاں تک تو اس پر بیان ہوا کہ عید کی سچی خوشی کیا ہے؟ آگے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ عید پر خوشی کیوں منائی جاتی ہے؟

عید کی خوشی کس چیز کی ہے؟

چونکہ عید کے معنی ہیں ''خوشی'' لہٰذا یہ بات سوچنے کی ہے کہ عید کی خوشی کس چیز کی خوشی ہے؟ اس بارے میں علماء کے دو قول ہیں، بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ خوشی اس بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرض اداء کرنے کی توفیق عطا فرما دی، اپنی رحمت سے روزے پورے کروا دیئے لیکن عارفین فرماتے ہیں:

''عید کی خوشی اس چیز کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پورا مہینہ دن بھر بھوکا رہنے کا حکم دینے کے بعد عید کے دن کھانے پینے کی آزادی پر خوشی ظاہر کرنے کا حکم دیا ہے۔''

عارف کا مطلب:

عارفین ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اپنی معرفت یعنی اپنی پہچان ڈال دیتے ہیں۔ معرفت جتنی کاملہ ہوتی ہے انسان اسی حد تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے نہیں بچتا اس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا ہی نہیں اگر پہچان لے تو کبھی نافرمانی نہ کرے، عارف بہرحال اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی

رہتا ہے۔

ہمیشہ مالک کی رضا پیش نظر رہے:

رمضان انتیس دن کا ہو یا تیس کا اس بارے میں بھی اپنی خواہش کو دخل دینا صحیح نہیں بہرحال مالک کی رضا پیش نظر رہے، کمزور ایمان والے لوگ تو جلدی سے جان چھڑانے کی فکر میں ہوتے ہیں کہ بس جلدی سے عید ہو جائے، نہ بھی ہو تو زبردستی کہیں سے کھینچ تان کر چاند نکال لائیں، اور جن لوگوں کو دین سے تعلق ہے مگر خود ہی دیندار یا صوفی بن گئے کسی کی صحبت نصیب نہیں ہوئی ایسے لوگ جوش میں آکر یوں کہتے ہیں کہ نہیں نہیں ایک روزہ اور ہو جائے؟ اللہ کرے چاند نظر نہ آئے ایک روزہ اور مل جائے بلکہ ایک مہینہ کافی نہیں دو ہوں تو اچھا ہے۔ اور جن کو کسی دل والے کی صحبت مل جاتی ہے ان کی خواہش ان دونوں سے مختلف ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ جس میں مالک راضی ہو اسی میں ہم بھی راضی، وہ مالک اگر کھلانے میں راضی ہو تو ہم بھی کھانے میں راضی اور وہ بھوکا رکھنے میں راضی تو ہم بھی بھوکے رہنے میں راضی جس پر وہ راضی اس پر ہم بھی راضی۔ ان لوگوں کی اپنی مرضی کچھ ہوا ہی نہیں کرتی، صرف مالک کی مرضی پر نظر رہتی ہے، جس پر وہ راضی اسی پر یہ راضی۔

دنیا کی ہر چیز ختم ہو جانے والی ہے:

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ من جانب اللہ انسان کے لئے دو حالتیں ہیں:
(۱) تکوینی (۲) تشریعی۔

تکوینی سے مراد وہ امور ہیں جن کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔ انسان کے حالات پر عموماً جو تقدیر گزرتی ہے مثلاً کبھی بیمار ہے تو کبھی تندرست، کبھی تنگدست ہے تو کبھی تونگر، کبھی تکلیف کبھی راحت، ان امور کو تکوینی امور کہا جاتا ہے۔ تکوینی امور انسان پر جو کچھ بھی گزریں ان پر راضی رہے مگر دعاء ہمیشہ یہ رہے کہ یا اللہ! تو راحت،

سکون اور عافیت کی دولت عطا فرما لیکن ان کی فکر میں نہ پڑے، کیونکہ دنیا صرف مسافر خانہ ہے جس کی نہ راحت کا اعتبار نہ تکلیف کا اعتبار، کوئی راحت ہے تو بھی گزر جائے گی اور کوئی تکلیف ہے تو بھی گذ جائے گی۔

ع گذر گئی گذران کیا جھونپڑی کیا میدان

اصل فکر وطن آخرت کی ہونا چاہئے کہ وہاں اللہ تعالیٰ دائمی راحت عطاء فرمائیں۔ یہاں تو ایک منٹ کا بھی اعتبار نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب قیامت آئے گی تو جو شخص لقمہ اٹھا کر منہ کے پاس لے گیا ہوگا اسے منہ میں ڈالنے سے پہلے ہی اس کا قصہ تمام ہو جائے گا۔'' (مسند احمد)

یہ جب ہے ہی مسافر خانہ تو انسان نہ اس کی راحت پر اترائے نہ تکلیف سے گھبرائے، عارضی چیز ہے گذرگاہ ہے، بہت جلد ختم ہو جائے گی۔ اصل اہمیت وطن کی ہے کہ خدانخواستہ وہاں کسی تکلیف کا سامنا نہ ہو۔ صبر کے ساتھ راحت کی دعاء بھی کرتے رہنا چاہئے۔

غرض یہ کہ دنیوی تکالیف میں گھبرانا تو نہیں چاہئے مگر دعا یہ رہے کہ یا اللہ! اس مسافر خانے کا سفر بھی راحت سے گزار دے، ہم بہت کمزور ہیں کسی امتحان اور ابتلاء کے لائق نہیں، امتحان اور ابتلاء تو بڑے لوگوں کا ہوا کرتا ہے، ہم کس قابل ہیں۔

؎ والطف بعبدك فى الدارين ان له
صبرا متى تدعه الاهول ينهزم

یا اللہ! اپنے اس بندہ کے ساتھ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی لطف و کرم کا معاملہ فرما، اس لئے کہ میرا صبر ایسا کمزور ہے کہ جب کوئی مصیبت اسے مقابلہ کی دعوت دیتی ہے تو یہ صبر دم دبا کر بھاگ جاتا ہے۔

کبھی بھی یہ دعاء ہرگز نہ کریں کہ ہم پر کوئی مصیبت آ جائے تو ہم اس پر صبر کریں

تا کہ ہمیں مقام صبر مل جائے۔

مقام صبر:

ہاں مصیبت آ جائے تو صبر کریں اور یوں دعا کریں کہ یا اللہ! اسے زائل فرما اور جب تک زائل نہیں ہوتی صبر عطا فرما۔ ایک صبر تو یہ ہوگیا مصائب پر، دوسرا صبر ہے عبادت پر کہ یا اللہ، عبادت پر ہمیں صبر عطا فرما یعنی استقامت عطا فرما، مداومت کی توفیق عطا فرما۔ تیسرا صبر ہے گناہوں سے کہ یا اللہ! ہمیں گناہوں سے صبر عطاء فرما کہ کسی گناہ کے قریب بھی نہ بھٹکیں، اس پر استقامت عطاء فرما۔ ان آخری دونوں قسموں یعنی عبادت پر صبر اور گناہوں سے بچنے پر صبر کی کوشش اور دعاء میں ہر وقت لگے رہنا چاہئے۔ مگر یہ تمنا یہ دعا ہرگز نہ کرے کہ کسی گناہ کا موقع پیش آئے تا کہ اس سے بچنے کا ثواب حاصل کروں، اس لئے کہ یہ صابرین میں سے ہونے کا دعویٰ ہے، بس یہ کوشش اور دعاء رہے کہ گناہوں کے مواقع پیش ہی نہ آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ صبر کی دعا کر رہے ہیں اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تنبیہ فرمائی کہ آفات کو دعوت دے رہے ہو، عافیت طلب کیا کرو۔ (ترمذی)

یعنی صبر کی دعاء کا مطلب یہ ہے کہ مصیبتیں آئیں اور ہم ان پر صبر کریں ایسی دعاء ہرگز نہ کی جائے

صابر نام رکھنا:

صابر نام بھی نہیں رکھنا چاہئے، ہم نے دیکھا ہے کہ جن لوگوں نے صابر نام رکھا وہ دنیا میں تکالیف ہی میں مبتلا رہے، اتنا بڑا دعویٰ انسان کیوں کرے کہ میں صابر ہوں، شاکر نام رکھنا چاہئے یا عاجز۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ بہت

کمزور ہو رہے ہیں، پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اتنے کمزور کیوں ہو رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! آخرت میں جو عذاب ہونے والا ہے وہ مجھے دنیا ہی میں مل جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت تنبیہ فرمائی کہ ایسا ہرگز مت کہو بلکہ یوں دعاء کرو کہ یا اللہ، آخرت میں بھی معاف فرما اور دنیا میں بھی معاف فرما۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ کے عذاب کو کسی صورت میں بھی دعوت نہ دی جائے، دونوں جگہ اللہ تعالیٰ سے راحت وعافیت طلب کی جائے۔

یہ حکم ہے تکوینی امور کا کہ تکلیف آئے تو صبر سے کام لے گھبرائے نہیں بلکہ دعاء ہر وقت یہی رہے کہ یا اللہ! تکلیف کی نعمت کو راحت کی نعمت سے بدل دے، مرض کی نعمت کو صحت کی نعمت سے بدل دے، یوں تو دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں مگر مرض وتکلیف کی نعمت کا ہم کمزوروں کو تحمل نہیں۔

تشریعی امور میں شریعت کے احکام ومسائل میں اپنی طرف سے کچھ اختیار نہ کرے کسی چیز کی تمنا یا دعا نہ کرے بلکہ مالک کے حکم پر راضی رہے، مالک نے جس وقت میں جو فرض کر دیا ہے اسی پر راضی رہے اور جس موقع پر چھٹی دے دی ہے اس پر خوش رہے، اپنی طرف سے کسی ایک جانب کی تمنا یا دعاء کرنا مثلاً یہ کہ ایک روزہ اور ہو جائے غلط بات ہے بس جس پر اللہ تعالیٰ راضی اس پر ہم بھی راضی۔

دونوں کا فرق ذہن نشین کر لیجئے کہ تکوینی امور میں تو اپنی سہولت وراحت اور عافیت کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ اور تشریعی امور میں نفس پر جو گرانی ہو جیسی حالت بھی گزرے چون وچرا کی کوئی گنجائش نہیں۔ اپنے نفس کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے اپنی مرضی نہ چلائے، سفر دو کی بجائے چار رکعت پڑھیں تو گناہ کیا، شریعت کے خلاف کیا اس لئے کہ شریعت نے تو چار کی بجائے دو مقرر کی ہیں اور احکام شریعت میں اپنی مرضی نہیں چلتی۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں باوجود سفر کے

فرصت بھی ہے اور ہمت بھی کیوں آدھی پڑھیں؟ ہم تو پوری پڑھیں گے، تو پوری پڑھنے پر ثواب کچھ نہیں ہوگا سخت گناہ ہوگا اور نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ ایک حکم میں سہولت دیں، رعایت فرمائیں اور آپ اعراض کریں، کتنی بڑی گستاخی ہے؟

گر طمع خواہد زمن سلطان دین
خاک بر فرق قناعت بعد زین

تشریعی امور میں صحیح فہم کا فیصلہ یہی ہے کہ مالک کی طرف سے جو حکم آئے دل و جان سے تسلیم کرلیں۔ وہ عید کرادیں تو اس پر راضی، روزہ رکھوادیں تو اس پر راضی، کھلائیں تو خوش، بھوکا رکھیں تو خوش، رضائے یار میں اپنی رضا گم ہو جائے، اپنی کچھ تمنا ہی نہ ہو۔ رمضان خواہ انتیس کا ہو یا تیس کا بہرحال اللہ تعالیٰ کی رضا پر خوش رہنا چاہئے، وہ انتیس کے بعد عید کرکے کھلانا چاہیں تو ہم کون ہیں انکار کرنے والے؟ اللہ کی رضا پر راضی رہنا چاہئے، عارفین کی نظر میں عید کی خوشی کا سبب یہی ہے کہ وہ کھلانے میں خوش تو ہم کھانے میں خوش۔

سچی خوشی کی علامت:

اس زمانے میں لوگ عید میں خوشی ظاہر تو کرتے ہیں لیکن یہ بات سوچنے کی ہے کہ ان کے دلوں میں واقعۃً خوشی ہے بھی یا نہیں؟ مصنوعی خوشی کو ظاہر کرنا اور بات ہے اور واقعۃً دلوں میں خوشی کا ہونا ایک الگ بات ہے۔ نئے کپڑے، کام کاج کی چھٹی، بہترین کھانے، دوستوں سے ملاقاتیں اور عید مبارک کی رٹ لگا کر خوشی کا اظہار تو ہوسکتا ہے سچی خوشی ہرگز نہیں مل سکتی۔ دلوں میں خوشی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي

أَعۡمَىٰ وَقَدۡ كُنتُ بَصِيرٗا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتۡكَ ءَايَٰتُنَا فَنَسِيتَهَاۖ وَكَذَٰلِكَ ٱلۡيَوۡمَ تُنسَىٰ ﴿١٢٦﴾﴾ (پ۱۶ - ۱۲۴ تا ۱۲۶)

ترجمہ: ''اور جو شخص میری نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا (کرکے قبر سے) اٹھائیں گے۔ وہ (تعجب سے) کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے مجھ کو اندھا (کرکے) کیوں اٹھایا میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا۔ ارشاد ہوگا کہ ایسا ہی (تجھ سے عمل ہوا تھا اور یہ کہ) تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا۔''

جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر دنیا کی زندگی تنگ تنگ رکھتے ہیں، کبھی اس کو سکون نہیں دیتے۔ خوشی کو ظاہر کرنا یعنی اچھے کپڑے پہن لینا، اچھے کھانا کھا لینا، معانقے کر لینا، دوست دوست کہہ کر ملاقاتیں کر لینا اور مبارک باد مبارک باد کہہ دینا، یہ اللہ کی نافرمانی سے دلوں میں پیدا ہونے والے غم کو ہلکا کرنے اور عارضی طور پر تھوڑا سا سن کرنے کا انجکشن ہے، نافرمان شخص ہنس ہنس کر، خوشی کا اظہار کرکے دلوں میں لگے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کانٹوں کی چبھن کو ختم کرنا چاہتا ہے لیکن ایسا کرنے سے ذرا سا عارضی سکون تو مل جاتا ہے مگر پھر پہلے سے بھی زیادہ درد کی ٹیسیں اٹھتی ہیں۔

بیرونی اقوام کی بکثرت ہنسی کا راز:

آپ نے دیکھا ہوگا کہ بیرونی اقوام ہنستے بھی بہت زیادہ ہیں اور ایک دوسرے سے مزاح بھی بہت کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی کے درد ان کے دلوں میں ایسے اٹھتے ہیں کہ اگر وہ زیادہ نہ ہنسیں اور ایک دوسرے سے مزاح نہ کریں تو

ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ چند دن زندہ رہنے کے لئے وہ ہنس ہنس کر مزاح کر کے اپنا وقت گزارتے ہیں۔

جدہ میں ایک کمپنی کے ایک ملازم نے مجھے بتایا کہ اس کمپنی کے ذمہ داروں نے کمپنی کے افسروں اور ملازمین کو صحت برقرار رکھنے کے اصول سکھانے کے لئے امریکا یا انگلینڈ سے کسی کو بلایا۔ اس نے صحت برقرار رکھنے کا ایک قاعدہ یہ بتایا:

''آئینے کے سامنے تھوڑی دیر کھڑے ہوکر ہنسا کریں۔''

میں نے کہا اللہ تعالیٰ کے بندوں کو آئینہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ان کے سامنے ہر وقت ''رخ یار'' رہتا ہے۔

؎ دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اللہ کے بندے تو ہر وقت ''رخ یار'' دیکھتے رہتے ہیں انہیں آئینہ دیکھ دیکھ کر ہنسنے کی کیا ضرورت؟

؎ میں یوں دن رات جو گردن جھکائے بیٹھا رہتا ہوں
تری تصویر سی دل میں کھنچی معلوم ہوتی ہے

؎ ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم
اے بے خبر ز لذت شرب دوام ما

ارے اللہ کی محبت سے خالی! تجھے کیا معلوم کہ ہم تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے جلووں کی لذت وحلاوت پا رہے ہیں، تجھے کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی لذت کیا ہے؟

؎ لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد!
ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں

اللہ کے نافرمان آئینے دیکھ دیکھ کر سکون حاصل کرنے کی کوشش کریں یا ٹی وی دیکھ کر، ہنس ہنس کر سکون حاصل کرنے کی کوشش کریں یا ہنسا ہنسا کر بہرحال ایک دو لمحے کا سکون ملنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا چھرا دل میں لگتا ہے تو یہ نافرمان خودکشی کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ آئینے دیکھ دیکھ کر تھوڑی دیر زندہ رہنے والے کتنی خودکشی کرتے ہیں اس کا اندازہ اس سے لگالیں کہ بیرونی ممالک میں اوپر کی منزلوں میں کھڑکیاں نہیں بناتے اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کانٹے دلوں میں چبھتے ہیں تو پریشان ہوکر کھڑکیوں سے کود کر مر جاتے ہیں۔

ان کی مثال تو وہی ہے جو میں اکثر بتایا کرتا ہوں کہ ایک گدھے کی دم کے نیچے کانٹا لگ گیا، اس کو اتنی عقل تو تھی نہیں کہ سکون کیسے ملے گا؟ اتنی عقل ہوتی تو کسی انسان کے پاس چلا جاتا وہ کانٹا کھینچ دیتا تو سکون مل جاتا، لیکن گدھا جو ٹھہرا اس میں اتنی عقل کہاں؟ اس نے اپنی دم زور زور سے رانوں پر لگانا شروع کی، وہ سمجھتا تھا کہ اس سے کانٹا نکل جائے گا لیکن نکلنے کی بجائے وہ کانٹا اندر گھستا گیا بس یہی حال نافرمانوں کا ہے کہ یہ نافرمانیاں کرکے سکون حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے پریشانی اور بڑھ جاتی ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ٹی وی دیکھنے سے دل بہل جائے گا لیکن دل بہلنے کی بجائے پریشانیاں اور بڑھ جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں جتنی کریں گے پریشانیاں اور بڑھیں گی، جتنی بار دم لگائیں گے کانٹا اور اندر گھسے گا۔

ؔ جتنا تڑپو گے جال کے اندر
جال گھسے گا کھال کے اندر

نافرمانیاں چھوڑے بغیر سکون حاصل کرنے کی تدبیریں لگاؤ گے تو جال کھال میں اور بھی زیادہ گھستا چلا جائے گا۔

کراچی کے پرآشوب حالات میں سویوں کی تقسیم:

ایک دو روز پہلے کسی نے فون پر پوچھا کہ ہم کراچی کے پریشان کن حالات جن میں ہزاروں لوگ مر گئے ہیں سویاں ایک دوسرے کے گھروں میں پہنچائیں یا نہیں؟ میں نے کہا کہ سویاں کھاؤ بھی اور پہنچاؤ بھی اس لئے کہ حالات آپ کے سویاں کھانے یا چھوڑنے سے نہیں سدھریں گے، حالات سدھریں گے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑنے سے سدھریں گے۔

تَنْبِیہ: چونکہ بحمداللہ ہمارے ماحول میں اس قسم کی رسوم کا کوئی وجود نہیں اس لئے مجھے یہ خیال نہ آیا کہ سوال ناجائز رسم کے بارے میں ہے ورنہ میں اسی وقت تنبیہ کرتا کہ عید کے دن سویاں پکانے کا التزام اور ایک دوسرے کے گھروں میں بھیجنے کی رسم ناجائز ہے، پھر ان ناجائز کاموں کو کارِثواب سمجھا جاتا ہے جو اور بھی بڑا گناہ ہے۔

اسی موضوع کی مناسبت سے میں نے بیان کے شروع میں یہ آیات پڑھیں ہیں:

﴿أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَٰتِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾﴾

(پ۱۱ - ٦٢ تا ٦٤)

ان آیات کا مضمون چونکہ بہت اہم ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے شروع ہی میں فرمایا ''الا'' الا کے معنی ہیں خبردار یعنی خبردار ہو جاؤ کہ آگے ایک ایسا مضمون آرہا ہے جس پر دنیا و آخرت دونوں کی فلاح موقوف ہے۔ پھر الا سے متوجہ کرنے کے بعد فرمایا ''ان'' یہ حرف تاکید ہے جس کے معنی ہیں بے شک اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ

خبردار ہو کر سنو یہ یقینی بات ہے اس میں ذرہ برابر بھی شک وشبہہ کی گنجائش نہیں کہ اللہ کے دوستوں پر کوئی غم نہیں آتا:

﴿أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾﴾ (پ ۱۱ - ۶۲)

اللہ کے دوستوں کو نہ آئندہ آنے والی کسی پریشانی کا خوف ہوتا ہے کہ سوچتے رہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ایسا نہ ہو جائے، کہیں ایسا نہ ہو جائے اور نہ ہی انہیں کسی گذشتہ نقصان کا غم ہوتا ہے۔ کچھ بھی ہو جائے خواہ جان ہی کیوں نہ چلی جائے یہ بہرحال خوش رہتے ہیں اس لئے کہ جان تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تھی اگر چلی گئی تو اس میں بندے کا کیا نقصان؟ مقصد حیات پورا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آخرت کمانے کے لئے بھیجا ہے سو اگر واپس بلالیں تو سفر ختم ہوگیا کوئی نقصان تو نہیں ہوا؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس سفر میں وطن کے لئے کمایا یا گنوایا؟ وطن کو بنانا یا بگاڑنا اللہ تعالیٰ نے انسان کے اختیار میں دے دیا ہے، رہی یہ بات کہ وطن کیوں چلا گیا؟ تو اس پر تو خوش ہونا چاہئے کہ وطن وطن ہے وہاں تو جانا ہی تھا۔ جنہوں نے وطن کو پہچان لیا، جنہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی وہ تو ہر وقت تڑپتے رہتے ہیں کہ ہم وطن کب جائیں گے؟

شوق وطن:

دارالافتاء کے متعلقین میں سے ایک شخص کا انتقال ہوگیا، ان کے انتقال کے بعد مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے پنجرے میں بند کئی طوطوں میں سے ایک طوطا اڑ گیا ہو اور دوسرے اس غم میں پھڑ پھڑا رہے ہوں کہ ہائے ہمارا ساتھی اڑ گیا ہم کب جائیں گے؟ انہیں اس کا دکھ نہیں کہ وہ کیوں اڑ گیا؟ وہ بیچارے اس لئے پھڑ پھڑا رہے ہیں کہ وہ وطن چلا گیا ہم کب جائیں گے‘‘ یہ شوق وطن کا تقاضا ہے کہ انسان کو ہر وقت وہاں

جانے کی فکر رہے۔اگر وطن کی طرف پرواز کا موقع نہیں تو کم از کم پھڑ پھڑاتے ہی رہیں۔

ترس کچھ آچلا صیاد کو ہاں پھڑ پھڑائے جا
کہ شاید صورت پرواز ہی پرواز بن جائے

ایسے موقع پر میں کہا کرتا ہوں کہ اگر کسی کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت ہے، محبت نہیں تو کم از کم ڈاڑھی ہی رکھ لے، انشاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ظاہر کا اثر دل پر آجائے گا، محبت پیدا ہو جائے گی۔ پرواز نہیں کر سکتے تو پھڑ پھڑانا ہی شروع کردو۔

ع کہ شاید صورت پرواز ہی پرواز بن جائے

یا اللہ! ہم سب کو اپنی رحمت سے آخرت کی پروازیں عطا فرما۔

معیارِ ولایت:

اللہ تعالیٰ نے تاکیدوں پر تاکیدیں لاکر یہ بتا دیا کہ بلاشک وشبہ اللہ کے دوستوں پر نہ ہی آئندہ کا کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ ہی کسی گذشتہ تکلیف کا غم، لیکن یہ بات رہ گئی کہ اولیاء اللہ کون ہوتے ہیں؟ چنانچہ آگے بہت مختصر سی دو باتوں میں اولیاء اللہ کی تعریف کرتے ہیں:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ ﴾ (پ ۱۱ - ٦٣)

جو شخص بھی یہ دو کام کر لے یعنی ایمان درست کر لے اور ہر نافرمانی چھوڑ دے وہ ولی اللہ بن جائے گا، لوگوں نے ولی اللہ یا اولیاء اللہ کو بہت بڑی چیز سمجھ رکھا ہے، یہ نفس وشیطان کا فریب ہے کہ ولی اللہ بننا بہت ہی مشکل ہے، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ولی اللہ وہ ہوتا ہے جو آسمان پر اڑے، بعض کے خیال میں ولی اللہ وہ ہوتا ہے جو دریا پر کھڑا ہو جائے تو اس کا دامن تر نہ ہو، بعض یہ سمجھتے ہیں کہ جس کی دعاء سے بیڑا پار ہو جائے وہ ولی اللہ ہوتا ہے، بعض کے خیال میں جس کے شو منتر سے سب لوٹ

پوٹ ہو جائیں وہ ولی اللہ ہے اور بعض یہ سمجھتے ہیں کہ ولی اللہ وہ ہوتا ہے جو رہے کراچی میں اور ساری نمازیں پڑھے مکہ میں، اللہ تعالیٰ نفس و شیطان کے ان تمام مکاید کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سن لو ولی اللہ کون ہوتا ہے؟

﴿ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ ﴾ (پ ۱۱ - ٦٣)

ایک لمحہ میں ولی اللہ بننے کا طریقہ بتا دیا۔ بس دو کام کر لو۔

1. ایمان صحیح کر لو۔
2. ہر نافرمانی چھوڑ دو۔

ایمان درست کرنا کیا مشکل ہے؟ ایک لمحہ کی بات ہے۔ رہا دوسرا کام یعنی ہر نافرمانی چھوڑنا تو یہ بھی کوئی مشکل کام نہیں اس لئے کہ دیر تو اس وقت لگتی ہے جب کوئی کام کرنا پڑے، دس کاموں میں جتنی دیر لگتی ہے بیس میں اس سے زیادہ دیر لگے گی، سو ہیں تو اور دیر لگے گی، ہزار ہیں تو اس سے بھی زیادہ دیر لگے گی لیکن چھوڑنے میں تو کچھ بھی وقت صرف نہیں ہوتا۔ چھوڑنے میں تو آپ ایک کام کو چھوڑ دیں یا لاکھوں کو چھوڑیں وقت تو کچھ بھی خرچ نہیں ہوگا۔ حاصل یہ کہ اولیاء اللہ وہ ہوتے ہیں جو ایمان صحیح کر لیں اور اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کا یہ انعام ہے کہ وہ بے خوف و خطر رہتے ہیں، ہر حال میں خوش اور مطمئن رہتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی خوشیاں:

اولیاء اللہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کیسی کیسی خوشیاں، کیسی کیسی عیدیں اور کیسی کیسی مسرتیں پیدا فرماتے ہیں اس بارے میں فرمایا:

﴿ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ﴾ (پ ۱۱ - ٦٤)

ترجمہ: ”ہم دنیا میں بھی ان کے دلوں میں بشارت دیتے ہیں اور آخرت میں بھی ان کے دل خوش رہیں گے، ہماری طرف سے انہیں ہر

وقت بشارتیں ملتی رہتی ہیں۔“

اس پر ذرا سوچیں اور روزانہ سوچنے کی عادت ڈال لیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ دیں یا نہیں؟ سوچیں کہ زندگی میں کون کون سی نافرمانیاں ہیں؟

سوچنے کی عادت پیدا کرنے کا نسخہ:

سوچنے کی عادت ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ ابتداء میں اپنی سہولت کے مطابق کوئی ایک وقت معین کر لیں، جو وقت بھی مناسب سمجھیں معین کر لیں جیسے رات کو سونے سے پہلے یا صبح اٹھنے کا وقت۔ اس معین وقت میں تھوڑی دیر کے لئے سکون و اطمینان کے ساتھ اس بات کو سوچا کریں۔ شروع تو اس طرح کریں پھر جب اس کا اثر ہوتا جائے گا تو سوچنا نہیں پڑے گا بلکہ خود بخود وہ بات دل میں آتی ہی رہے گی۔

قوانین سیکھنے کی اہمیت:

یہ جو بتایا کہ کسی معین وقت میں تھوڑی دیر کے لئے یہ سوچا کریں کہ اللہ تعالیٰ کی کون کون سی نافرمانیاں چھوڑ دیں اور کون کون سی باقی ہیں ان نافرمانیوں کا علم جب ہی ہوگا کہ اللہ کے قوانین کا علم ہو۔ اگر کسی حکومت کے قوانین کا علم ہی نہیں تو سینکڑوں خلاف ورزیاں کرنے کے باوجود یہی سمجھتا رہے گا کہ میں تو حکومت کے کسی قانون کے خلاف نہیں کرتا۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ مسائل سیکھے جائیں۔ اردو میں اللہ کے قانون کی آسان تر، جامع، کامل، مکمل، مدلل، پختہ اور پکی کتاب ”بہشتی زیور“ ہے۔ اسے پڑھنے سننے کا معمول بنائیں۔

دیور سے پردہ فرض ہے:

اللہ تعالیٰ عبرت کے بعض قصے سامنے لے آتے ہیں جنہیں میں بار بار بتاتا رہتا ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ پمپ لگا لگا کر ان قصوں کو دلوں کے اندر گھسیڑ دوں، یا اللہ!

بتانا میرا کام ہے، دلوں میں اتارنا تیرا کام ہے۔عبرت حاصل کرنے والے ان قصوں سے عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس بارے میں کہ آج کے مسلمان کو اللہ کے قوانین کا علم نہیں میں اکثر یہ قصہ بتاتا رہتا ہوں کہ پشاور سے ایک شخص نے خط لکھا کہ میں نے تبلیغ میں بیرونی ملکوں میں پیدل کئی چلے لگائے ہیں۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ میرے اندر کوئی خرابی نہیں رہی ہر گناہ سے بچا ہوا ہوں۔انہوں نے لکھا تو نہیں لیکن اپنے خیال میں وہ خود کو ولی اللہ سمجھ رہے ہوں گے۔ اس لئے کہ جب کوئی گناہ نہیں رہا تو ولی اللہ تو بن ہی گئے، لپٹے لپٹائے جنت میں۔لکھا کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ میرے اندر کوئی خرابی نہیں رہی ہر گناہ سے بچا ہوا ہوں مگر جب دارالافتاء سے تعلق رکھنے والے کسی صاحب نے بتایا کہ دیور سے پردہ فرض ہے تو میں بہت پریشان ہوا۔ یہ بھی ان کی صلاحیت کی علامت ہے کہ خود کو پارسا سمجھ رہے تھے مگر جب ایک گناہ ثابت ہوگیا تو پریشان ہوگئے، اللہ تعالیٰ اپنے اس بندہ کو دین میں اور زیادہ ترقی و استقامت عطا فرمائیں، ورنہ آج کل کا مسلمان تو یہ کرتا ہے کہ جن گناہوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا ان کے بارے میں اگر کوئی اسے یہ بتائے کہ یہ گناہ ہیں تو کہتا ہے کہ جاؤ جاؤ! یہ کوئی گناہ نہیں ویسے ہی ملاؤں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ان کے خط سے ثابت ہوا کہ ان کے دل میں فکر ہے۔تصدیق کے لئے بھاگے بھاگے ایک مولوی صاحب کے پاس پہنچے اور ان سے پوچھا کہ کیا دیور سے پردہ فرض ہے؟ تو مولوی صاحب نے کہا کہ ہاں دیور سے پردہ فرض ہے۔

علم سے عمل کی توفیق مل سکتی ہے:

جس کو اللہ کے قانون کا علم ہوا اگر وہ اس پر فی الحال عمل نہیں کرتا تو شاید کبھی کر لے اور نہیں بھی کرے تو کم سے کم خود کو اقراری مجرم تو سمجھے گا کہ میں گناہ گار ہوں، اللہ کے قانون کی خلاف ورزی کر رہا ہوں، دل میں ندامت تو ہوگی۔لیکن جب اللہ کے

قوانین کا علم ہی نہیں تو ہزاروں گناہ کرتے ہوئے بھی خود کو ولی اللہ سمجھے گا۔ ایسے شخص کو توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوگی۔

بہشتی زیور کی تعلیم:

میں تبلیغی بھائیوں سے بھی کہتا رہتا ہوں کہ جس پیار و محبت اور جس لگن سے دوسری کتابوں کی تعلیم کرتے ہیں ایسے ہی اللہ کے قانون کی کسی کتاب کی تعلیم کا سلسلہ ساتھ ساتھ رکھیں تا کہ کچھ پتا تو چلے۔ اردو میں اللہ کے قانون کی آسان تر، جامع، کامل، مکمل، مدلل، پختہ اور پکی کتاب ''بہشتی زیور'' ہے۔ اس کا کچھ چرچا کریں پڑھا سنا کریں تا کہ اللہ کے قوانین کا علم ہو۔

سرسری محاسبہ:

یہ جو بتایا کہ کوئی وقت معین کر کے رزانہ تھوڑی دیر کے لئے سوچا کریں کہ اللہ کا قانون تو نہیں توڑ رہے؟ سو اگر سوچنے کے بعد پتا چلا کہ فلاں فلاں غلطی غلطی ہوتی ہے تو توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء بھی مانگیں یا اللہ! یہ غلطی ہوگئی معاف فرما دے اور آئندہ کے لئے حفاظت فرما اور اگر اس کی تفصیل کے مطابق اللہ تعالیٰ کے قوانین کا علم حاصل کرتے رہیں پھر سرسری جائزہ لینے میں یہ ثابت ہو کہ کوئی غلطی نہیں ہو رہی یا یہ کہ فلاں گناہ کی عادت تھی وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چھوٹ گئی ہے تو اس پر الحمد للہ کہیں بلکہ دو رکعت نفل شکرانہ کے بھی پڑھ لیں تو اور بھی اچھا ہے۔ غلطی پر دو رکعت نفل توبہ کے اور کسی گناہ کے چھوٹنے پر دو رکعت نفل شکرانہ کے پڑھنے کی عادت ڈالیں۔

دلوں میں خوشی ٹٹولیں:

دوسری بات یہ سوچا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار یہ اعلان فرمایا

ہے کہ جو لوگ گناہ چھوڑ دیتے ہیں، میری نافرمانیاں چھوڑ دیتے ہیں وہ دنیا میں پریشان نہیں ہوتے، فرمایا:

﴿ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِي ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِي ٱلْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَٰتِ ٱللَّهِ ۚ ﴾ (پ ۱۱ - ٦٤)

جو لوگ گناہ چھوڑ دیتے ہیں انہیں دنیا میں بھی خوش رکھتا ہوں اور یہ میرا ایسا فیصلہ ہے کہ اس میں کبھی قیامت تک کسی قسم کی تبدیلی نہیں آسکتی:

﴿لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَٰتِ ٱللَّهِ ۚ﴾ (پ ۱۱ - ٦٤)

اللہ کے اس فیصلے کے خلاف کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔

﴿ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾﴾ (پ ۱۱ - ٦٤)

یہ بات یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا چھوٹ جانا بہت بڑی کامیابی ہے۔ ایک تو یہ فرمادیا کہ بہت بڑی کامیابی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ بہت بڑی کامیابی صرف یہی ہے اس کے سوا دنیا بھر کی کوششیں کرلیں کوئی کامیابی ہے ہی نہیں، سب سے بڑی کامیابی ہے تو صرف یہی۔ اس مضمون کی کئی آیتیں ہیں مثلاً فرمایا:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُوا۟ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسْتَقَٰمُوا۟ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا۟ وَلَا تَحْزَنُوا۟ وَأَبْشِرُوا۟ بِٱلْجَنَّةِ ٱلَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ أَوْلِيَآؤُكُمْ فِي ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِي ٱلْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿٣٢﴾﴾

(پ٢٤ - ٣٠ تا ٣٢)

جن لوگوں نے ربنا اللہ کہہ دیا یعنی یہ کہہ دیا کہ ہمارا رب اللہ ہے، صرف زبان سے کہنا کافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، اللہ تعالیٰ کی حکومت کو تسلیم کرلیں، اور کسی حکومت کو تسلیم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے کسی قانون کے خلاف نہیں کریں گے،

کسی بات میں بھی اس کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ سو جو لوگ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی حکومت کو تسلیم کر کے: ''ثُمَّ اسْتَقَامُوا'' پھر اس کو نبھاتے بھی ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے ساتھ ہمارا یہ معاملہ ہوتا ہے:

﴿تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ (پ۲۴ ـ ۳۰ تا ۳۲)

ان کے دلوں پر ہمارے فرشتے نازل ہوتے ہیں جو کہتے ہیں: ''أَلَّا تَخَافُوا'' ارے! آئندہ آنے والے حالات سے مت ڈرو۔ ''وَلَا تَحْزَنُوا'' اور اگر دنیا میں کوئی نقصان ہو گیا تو غم مت کھاؤ اس لئے کہ اس میں تمہیں جو اجر ملا، جو رحمت ملی وہ تم سے لی ہوئی چیز سے ہزاروں ہزاروں درجہ زیادہ ہے سو اس صورت میں تمہارا نقصان کہاں ہوا؟

کوئی شخص گھر سے ہزاروں لاکھوں روپے نکال کر کسی بہت بڑی تجارت میں لگا رہا ہو اور کوئی پاگل کہہ دے کہ ارے اس کا کتنا نقصان ہو گیا تو عقل منداس پاگل کی حماقت پر ہنسے گا کہ اس کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ روپے بہت بڑی تجارت میں لگ گئے نقصان کہاں ہوا؟

اسی طرح اللہ کا وہ بندہ جس نے اپنے مالک ورزاق کو راضی کر لیا اس کا کوئی بھی نقصان ہو جائے خواہ وہ مال کا نقصان ہو یا جان کا، صحت کا نقصان ہو یا عزت کا، کچھ بھی ہو جائے وہ نقصان نہیں بہت بڑی تجارت ہے۔

نیم جان بستاند و صد جان دہد
آنچہ در وہمت نہ آید آن دہد

وہ تو تھوڑی سی تکلیف پہنچا کر ہزاروں ہزاروں گنا زیادہ عطا فرماتے ہیں۔ اللہ کے وہ بندے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو چھوڑ دیتے ہیں، وہ فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے تو نہیں دیکھتے لیکن ان کے دل فرشتوں کو دیکھتے ہیں۔ دل سے دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اپنے اللہ تعالیٰ پر ایسا یقین ہوتا ہے کہ اگر کوئی فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ

لے جب بھی اس کو اتنا یقین نہیں ہوسکتا۔ آنکھ تو دھوکا کھا سکتی ہے لیکن مسلمان کا دل دھوکا نہیں کھا سکتا۔

نزول ملائکہ کا وقت:

ہوسکتا ہے کسی عالم کو یہ اشکال ہو کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ فرشتے یہ باتیں مرتے وقت کہتے ہیں، بعض نے لکھا ہے کہ جنت میں کہیں گے جب کہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ فرشتے یہ بشارتیں دنیا میں بھی دیتے ہیں، اس اشکال کا جواب بھی سن لیجیے کہ اہل اللہ کے ساتھ دنیا میں معاملہ ایسے ہی ہے کہ فرشتے انہیں دنیا میں بھی یہ بشارتیں دیتے رہتے ہیں اور پہلی آیت:

﴿أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ﴾

(پ ١١ - ٦٢ تا ٦٤)

اس آیت میں تو صاف صاف فرمایا کہ ہماری طرف سے ان کو دنیا میں بھی بشارتیں ملتی ہی رہیں گی۔

ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش و خرم
دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں

اس شعر میں خطاب دیکھیں کیسے لفظ سے کیا۔ اللہ والے کی بات اللہ ہی کی بات ہوتی ہے۔ محبوب کی باتیں خواہ وہ محبوب کی زبان سے ہوں جیسے قرآن مجید کی آیات یا کسی اللہ والے کی زبان سے ہوں، ساری ہی یاد رہیں تو اچھا ہے۔ کبھی کوئی مزا کبھی کوئی مزا۔ کچھ آیتیں پڑھی لی ہیں اور کچھ آیتیں باقی ہیں درمیان میں اللہ والے کی بات بھی سن لیجیے، فرماتے ہیں:

ؔ ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش وخرم
دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں

ہمدم کو خطاب فرما رہے ہیں اس لئے کہ اس راز کو صرف ''ہمدم'' ہی سمجھ سکتا ہے ورنہ۔

ؔ تو ندیدی گہی سلیمان را
چہ شناسی زبان مرغان را

جس نے کبھی حضرت سلیمان علیہ السلام کو نہیں دیکھا وہ پرندوں کی زبان کیا سمجھے۔

ؔ لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد!
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

فرماتے ہیں کہ ''ہمدم'' ہی یہ حقیقت سمجھ سکتا ہے کہ میں لوگوں کی نظر میں جب بڑی بڑی مصیبتوں میں ہوں وہ میرے لئے مصیبتیں نہیں میں تو ان حالات میں خوش وخرم ہوں۔

ؔ ہمدم جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش وخرم
دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں
روتے ہوئے اک بار ہی ہنس دیتا ہوں مجذوب
آجاتا ہے وہ شوخ جو ہنستا مرے دل میں

جو اللہ تعالیٰ سے تعلق محبت قائم کر لیتے ہیں، نافرمانی چھوڑ دیتے ہیں ان کے دل کی کیفیت یہ رہتی ہے۔

ع ہے عیش دو عالم کا مہیا مرے دل میں

میں یہ بتا رہا تھا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے قوانین کا علم حاصل کرتے رہتے ہیں وہ دوسری بات یہ سوچا کریں کہ نافرمانی چھوڑ

دینے والوں سے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خوش رہو، خوش رہو، خوش رہو تو کیا میں خوش رہتا ہوں؟ اپنے نفس سے اپنے دل سے خطاب کرکے پوچھا کریں کہ تو خوش ہے یا نہیں؟ اگر کہے نہیں تو اس کو ڈانٹیں کہ شریر، خبیث تو بڑا نالائق ہے۔ تو جو خوش نہیں رہتا اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں چھوڑتا، اگر یہی بات ہے تو نافرمانی کیوں نہیں چھوڑتا اور اگر نافرمانی چھوڑنے کی کوشش کے باوجود تیرے دل میں خوشی نہیں آتی تو کیسا نالائق ہے کہ وہ محبوبوں کا محبوب، بادشاہوں کا بادشاہ، بار بار اعلان کر رہا ہے کہ میرے بندو! خوش رہا کرو، خوش رہا کرو، خوش رہا کرو اور تو ایسا نالائق ہے کہ پھر بھی خوش نہیں ہوتا۔ یہ باتیں روزانہ سوچا کریں۔ قرآن مجید کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى ٱلصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ قُلْ بِفَضْلِ ٱللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِۦ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا۟ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٨﴾﴾ (پ۱۱ - ۵۷، ۵۸)

فرمایا کہ قرآن مجید اتنی بڑی دولت، اتنی بڑی رحمت، اتنی بڑی شفاء کی چیز ہے کہ دنیا بھر کے خزانے اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔

﴿فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا۟﴾

قرآن کی دولت مل گئی تو اس پر خوش ہوا کریں۔

قرآن سے بے اعتنائی:

جب آپ اس بات کا احتساب کریں گے کہ قرآن کے ملنے سے خوشی ہوتی ہے یا نہیں؟ تو آپ کو دو قسم کے لوگ نظر آئیں گے۔ ایک قوم تو وہ ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید خوانیاں کرانے اور لڈو کھلانے کا ذریعہ ہے۔ یہ لوگ تو بہت خوش ہوتے ہیں کہ ماشاء اللہ! بہت اچھا قرآن ملا کہ کبھی ایک جگہ خوانی کرالی، کبھی [illegible]

جگہ کرالی پھر کھالیا، بس کھانے پینے کا دھندا بنا رکھا ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہوں گے کہ قرآن اتارنے سے اللہ تعالیٰ کا یہی مقصد ہے کہ کھاؤ پیو۔ مسلمانوں میں دوسری قوم وہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں لکھا ہے: ''وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ'' لہٰذا آیات شفاء چینی کی پلیٹ میں زعفران سے لکھ کر دھودھو کر پیتے پلاتے رہو۔

ایک شخص ایک بوتل میں زعفران گھول کر میرے پاس لے آیا اور کہنے لگا کہ آپ تعویذ زعفران سے لکھا کریں اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ میں نے وہ بوتل یہاں ایک مولوی صاحب کو دے کر کہا کہ آپ لوگ دماغی کام کرتے ہیں جائیں اسے پی لیں۔

قرآن مرض حب دنیا کے لئے شفاء ہے:

اللہ تعالیٰ جو یہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید: ''وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ'' یعنی دلوں کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ دل کے دورہ کا علاج ہے بلکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی بجائے دنیا کی محبت کی بیماری کے لئے شفاء ہے۔ اگر مسلمان اللہ کی نافرمانی نہیں چھوڑتا، قرآن کے احکام پر عمل نہیں کرتا تو وہ کبھی بھی قرآن سے خوش نہیں ہوگا ہمیشہ ناراض ہی رہے گا۔

آج کے مسلمان کو معلوم نہیں کہ قرآن میں کیا ہے:

میں کبھی کبھی یہ بتاتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت یہ بھی ہے کہ آج کے مسلمان کو یہ معلوم نہیں کہ قرآن میں کیا ہے۔ اگر آج کے مسلمان کو پتا چل جائے کہ قرآن میں کیا ہے تو یہ سارے قرآن اٹھا کر کباڑی میں پھینک آئیں۔ چونکہ انہیں معلوم نہیں اسی لئے اس کو چومتے بھی رہتے ہیں، خوشبو بھی لگاتے ہیں، مسجدوں میں بھی رکھتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قرآن کھانے پینے کا دھندا ہے، اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ اس میں کیا ہے تو ہرگز اسے گھر میں نہ رکھیں۔ چلئے اس پر ایک قصہ بھی بتا

دوں۔

پردہ کا حکم دیکھ کر چیخیں نکل گئیں:

ایک شخص نے جدہ سے مجھے لکھا کہ اس کی بیوی نے جب ترجمہ قرآن پڑھنا شروع کیا تو بہت خوش ہوئی کہ میں قرآن پڑھ رہی ہوں۔ لیکن جب سورہ نور پر پہنچی اور اس میں آیا پردہ کا حکم تو کہنے لگی لے جائیں اس قرآن کو میں یہ قرآن نہیں پڑھوں گی لے جائیں لے جائیں اس قرآن کو۔ خود اس کے شوہر نے مجھے لکھا کہ میں نے اسے بہت سمجھایا بہت سمجھایا کہ اتنے پارے پڑھ لئے تو آگے بھی پڑھ لو، اگر عمل کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تو چلئے کوئی بات نہیں بعد میں ہمت ہو جائے گی ابھی پڑھ تو لو۔ مگر وہ چلائی کہ لے جائیں مجھے ایسا قرآن نہیں چاہئے۔ یہ قرآن نہیں پڑھوں گی۔ اب خود فیصلہ کیجئے کہ اگر آج کے مسلمان کو یہ پتا چل جائے کہ اس قرآن میں کیا ہے تو کیا وہ اسے سمندر میں نہ پھینک دے گا؟

قرآن کی دولت پر کون خوش ہوتے ہیں؟

قرآن کی دولت سے خوش وہی شخص ہو سکتا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ یہ اللہ کا قانون ہے۔ اگر ہم اس قانون پر عمل کریں گے تو دنیا بھی بنے گی اور آخرت بھی، دنیا میں بھی سکون ملے گا اور آخرت میں بھی۔ قرآن دل کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے یعنی قرآن اللہ کی محبت پیدا کر کے دنیا و آخرت دونوں کو جنت بنا دیتا ہے۔ جس کا یہ عقیدہ ہو وہ تو قرآن کی دولت پر خوش رہے گا اور اگر ایسا نہیں تو قرآن سے کبھی بھی خوش نہیں ہوگا ہمیشہ ناراض ہی رہے گا۔

بات یہ چل رہی تھی کہ عید کے موقع پر لوگ خوشی کے مظاہرے تو کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں خوشی نہیں، ہر وقت غمگین و متفکر رہتے ہیں۔ کبھی کوئی بیماری ہوگئی، کبھی تنگ دستی، کبھی دشمنوں کا خطرہ، کوئی نہ کوئی پریشانی لگی ہی رہتی ہے۔ خدا نہ

یاد کر لیں کہ ہر پریشانی کا علاج اللہ کی نافرمانیاں چھوڑنا ہے۔

خوشیاں منانے کے مختلف انداز:

عید کے دن لوگ خوشیاں کیسے کیسے مناتے ہیں؟ ان میں سے چند چیزوں کا بیان تو ہو چکا ہے کہ اچھا کھالیا، سویاں کھالیں، اچھا لباس پہن لیا، عید کی نماز کے لئے چلے گئے۔ خوشی منانے کا ایک اور طریقہ عید کے دن کا معانقہ ہے۔

مسئلہ معانقہ:

عید کی نماز کے بعد مصافحہ و معانقہ بدعت ہے، دوسرے اوقات میں بھی پاکستان اور ہندوستان میں معانقہ کے عام مروجہ طریقہ میں کئی خرابیاں ہیں۔ سینے کو سینے سے اور پیٹ کو پیٹ سے ملا کر خوب بھینچتے ہیں، یہ صحیح نہیں۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ صرف گردن سے گردن ملائی جائے، معانقہ کے مروجہ طریقہ میں فسادات کی تفصیل میرے رسالہ ''مصافحہ و معانقہ'' میں ہے یہ رسالہ احسن الفتاویٰ کی نویں جلد میں ہے۔

میں مسائل بناتا نہیں بتاتا ہوں:

لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں کہ عجیب عجیب نئے نئے مسائل نکالتا رہتا ہے جو پہلے کبھی نہیں سنے، حقیقت یہ ہے کہ میں مسائل اپنی جیب سے نہیں نکالتا، مسائل تو قرآن و حدیث کے ہیں، میں مسائل بناتا نہیں بتاتا ہوں، میرے بتائے ہوئے مسائل پر لوگوں کو تعجب اس لئے ہوتا ہے کہ عوام علماء سے تعلق نہیں رکھتے ان سے مسائل نہیں پوچھتے، علماء کا بھی یہ قصور ہے کہ وہ ضرورت کے مسائل عوام کو از خود نہیں بتاتے جب کہ میرا یہ معمول ہے کہ لاعلمی کی وجہ سے عوام اللہ تعالیٰ کی جن بغاوتوں میں مبتلا ہیں اور امت تباہ ہو رہی ہے ایسے مسائل عوام تک پہنچانے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا ہوں، مثلاً آپ حضرات کو معلوم ہی ہے کہ میں پاکستان سے باہر

انگلینڈ، امریکا، کینیڈا، ویسٹ انڈیز وغیرہ صرف یہ مقصد لے کر گیا تھا کہ جہاں بھی جاؤں گا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی بغاوتوں[1] پر بیان کروں گا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا دوسری کوئی بات کی ہی نہیں۔ تقریباً تین مہینے کا دورہ رہا جہاں بھی گیا یہی کہتا رہا کہ میرے اللہ کی بغاوت چھوڑ دو میں اللہ کی بغاوت چھڑوانے کے لئے گھر سے نکلا ہوں اور میرا کوئی مقصد نہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ اس کا ایسا اثر ہوا کہ جب ہم امریکا پہنچے تو وہاں ایک شخص نے بتایا کہ آپ کے یہاں آنے سے تین دن پہلے ہی میں نے ڈاڑھی منڈانے سے توبہ کر لی ہے۔ جونہی سنا کہ آپ آ رہے ہیں اسی وقت توبہ کر لی۔ ان کا ایک بڑا عجیب حال یہ کہ انہیں ہمارے امریکا پہنچنے کا بہت شدت سے انتظار تھا، آمد کے بارے میں بذریعہ فون بار بار پوچھتے تھے کہ کب آ رہے ہیں؟ بلکہ اتنا اشتیاق کہ اس پر مصر رہے کہ انہیں اجازت دی جائے تو وہ خود ٹورنٹو پہنچ کر ساتھ لے جائیں۔ مگر ہم نیو جرسی ہوائی اڈے پر پہنچے تو انہیں غیر موجود پا کر ہمیں بہت تعجب ہوا کہ وقت پر عاشق صاحب غائب؟ انہوں نے بعد میں تاخیر کی وجہ عجیب بتائی، بتایا کہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ جب میں آپ کو لینے ہوائی اڈہ جا رہا ہوں تو مسجد میں حاضری دے کر پہلے صلوۃ توبہ پڑھنی چاہئے اور سب گناہوں سے توبہ کر کے چلنا چاہئے چنانچہ جب میں مسجد میں پہنچا اور دعا شروع کی تو اسی میں ایسا کھویا کہ وقت کا پتا ہی نہیں چلا اس لئے دیر ہوگئی۔ چوبیس گھنٹے بعد کہنے لگے:

> ''آپ کو یہاں آئے چوبیس گھنٹے گذر گئے اتنے میں اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے دنیا کی محبت نکال دی گویا میں دنیا میں ہوں ہی نہیں۔''

میرے سارے بیانات کا محور یہی تھا کہ اللہ کے بندو! اللہ کی بغاوت سے باز

---

[1] ① ڈاڑھی منڈانا یا کٹانا ② بے پردگی ③ تصویر کی لعنت ④ ٹی وی ⑤ گانا باجا ⑥ سود کی لعنت ⑦ مردوں کا ٹخنے ڈھانکنا ⑧ غیبت کرنا سننا

آجاؤ چنانچہ لوگ آآ کر دکھاتے کہ دیکھئے ہم نے ڈاڑھی منڈانے سے توبہ کر لی اور اب ہماری ڈاڑھی نکل رہی ہے صرف بتاتے ہی نہیں بلکہ ہر طرف سے آآ کر دکھاتے بھی تھے کہ دیکھئے ہم نے ڈاڑھی رکھ لی ہے، کئی خواتین نے شرعی پردہ کر لیا۔

یہ لوگ ٹیلیفون پر کہتے تھے اور ویسے بھی دوسرے وسائط سے یہ خبر پہنچتی رہتی تھی کہ یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے آج تک یہ بات سنی ہی نہیں کہ ڈاڑھی کٹانا یا منڈانا حرام، اللہ تعالیٰ کی بغاوت اور بہت بڑا گناہ ہے۔ ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا فرض ہے۔ بڈھے ہوگئے اتنی عمریں گذر گئیں لیکن باپ دادا پردادا کے وقت سے ہم نے یہ مسئلہ کبھی نہیں سنا اگر سن لیتے تو ہمارا یہ حال نہ ہوتا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ہمارے دل اتنے خالی نہیں کہ مسئلہ جان کر بھی اس پر عمل نہ کریں۔ ہمارے دلوں میں نفرت نہیں، ہم ایسے گئے گزرے جہنم کے ایندھن نہیں لیکن بات وہی ہے کہ ہم نے آج تک یہ مسئلہ کہیں سنا ہی نہیں۔

اس سہ ماہی دورہ میں اللہ تعالیٰ کی بغاوتوں پر جو بیان ہوتے رہے ان کی تفصیل وعظ ''اللہ کے باغی مسلمان'' میں ہے، بحمد اللہ اس سے امت کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے، اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس خدمت کو قبول فرمائیں اور قیامت تک صدقہ جاریہ بنائیں۔

عوام کے علماء کے ساتھ تعلق نہ رکھنے، مسائل نہ پوچھنے اور علماء کی خاموشی سے سب لوگ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ڈاڑھی رکھنا سنت ہے اگر کسی نے رکھ لی تو ثواب اور اگر کٹالی تو کوئی عذاب نہیں۔

دوسرا قصہ:

ایک بار کسی کا فون آیا کہ ہماری مسجد کے امام صاحب فرماتے ہیں کہ ڈاڑھی منڈانے کٹانے والے فاسق ہیں۔ گویا وہ مجھ سے شکایت کر رہے تھے تاکہ میں امام

صاحب کو ڈانٹوں کہ آپ نے اتنے بڑے ولی اللہ کو فاسق کیوں کہہ دیا؟ کہنے لگے کہ ہماری مسجد کے امام صاحب فرماتے ہیں ڈاڑھی منڈانے کٹانے والے فاسق ہیں حالانکہ دینی اعتبار سے ہم تو بہت اونچے درجے پر ہیں، کئی حج کئے ہیں، ہر سال عمرہ کے لئے جاتے ہیں، صدقات وخیرات بھی بہت کرتے ہیں، تہجد بھی پڑھتے ہیں، اشراق، چاشت اور اوابین بھی پڑھتے ہیں۔ ہمارا پورا خاندان اللہ کے فضل وکرم سے دین میں بہت زیادہ آگے ہے پھر مولانا صاحب نے یہ کیسے کہہ دیا کہ ڈاڑھی منڈانے کٹانے والے فاسق ہیں؟

میں نے ان کی بات سن کر کہا کہ مولانا صاحب نے صحیح کہا ہے۔ وہ تو یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ میں مولانا صاحب کے بارے میں کہوں گا کہ وہ بڑا نالائق ہے ایسا ہے ویسا ہے ابھی میں اس کی خبر لیتا ہوں، وہ تو اس جواب کا منتظر تھا اور میں نے کہہ دیا کہ مولانا صاحب صحیح کہہ رہے ہیں ڈاڑھی منڈانے والے اور کٹانے والے فاسق ہیں، اگر کسی نے ڈاڑھی ایک مٹھی سے ذرا بھی کم کی تو وہ بھی فاسق ہے اور دوسرے فاسقوں کی طرح نہیں بلکہ سب سے بڑا فاسق ہے اس لئے کہ وہ باغی ہے، ایسا بے شرم، ایسا بے حیاء ایسا بے غیرت ہے کہ دنیا میں اعلان کر رہا ہے کہ اس کے دل میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت ہے، بھلا ایسے شخص سے زیادہ بے غیرت اور اس سے بڑا فاسق اور کون ہوسکتا ہے؟ اس کے تو ایمان ہی میں شبہہ ہے۔ میں نے اس شخص کو یہ بھی بتایا کہ آپ کو جو جو مولانا صاحب کی بات پر تعجب ہورہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے یہ مسئلہ پہلی بار سنا ہے اگر آپ دینی کتابیں دیکھتے رہتے یا علماء کرام عام مجالس میں یہ مسئلہ بیان کرتے رہتے اور بات آپ کے کانوں میں پڑتی رہتی تو پھر اگرچہ آپ عمل نہ کرتے مگر آپ کو تعجب نہ ہوتا۔ دیکھئے نماز چھوڑنے والا فاسق ہے یا نہیں؟ اسی طرح جو بدکاری کرے وہ فاسق ہے یا نہیں؟ اسی طرح جو حرام کھائے، شراب پیے، جھوٹ بولے، یہ سب فاسق ہیں سب کو معلوم ہے

سوا گران کو یہ کہہ دے کہ ایسے ایسے کام کرنے والے فاسق ہیں تو انہیں تعجب نہیں ہوتا اس لئے کہ اگرچہ یہ عمل نہیں کرتے مگر یہ بات ان کے کانوں میں پڑتی رہتی ہے، انہیں معلوم ہے۔ اسی طریقے سے اگر علماء کرام اپنی مجالس میں اپنے وعظوں میں ڈاڑھی کا مسئلہ بتاتے رہتے تو لوگوں کے کانوں میں بات پڑتی رہتی پھر خواہ کوئی ڈاڑھی منڈاتا ہی رہتا لیکن یہ جان کر اسے تعجب نہ ہوتا کہ وہ فاسق ہے۔ سو جیسے عوام کا قصور ہے کہ وہ دین سیکھتے نہیں اس سے زیادہ قصور علماء کا ہے کہ یہ بتاتے کیوں نہیں؟ یہی شکایت مغربی ملکوں کے لوگ کر رہے تھے کہ ہمیں آج تک کسی نے یہ مسئلہ بتایا ہی نہیں اگر بتا دیتے تو ہم کبھی ڈاڑھی منڈانے یا کٹانے کا حرام کام نہ کرتے۔

میں نے فون کرنے والے سے پوچھا کہ وہ مولانا صاحب کون ہیں جنہوں نے صحیح مسئلہ بتا دیا تو میں ان کی زیارت کرنا چاہتا ہوں اس نے بتایا کہ وہ آپ کے پاس آتے رہتے ہیں۔ بس میرا سارا تعجب دور ہو گیا اس لئے کہ جو یہاں دارالافتاء آتا ہے جسے یہاں کا مصالحہ لگا ہوا ہے وہ تو ایسی ہی باتیں کرے گا۔

میں وعظ میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے علاوہ عبرت کے قصے بھی بہت بتاتا ہوں۔ کتاب ''باب العبر'' بھی قصوں کا مجموعہ ہے۔ قصوں سے بڑی عبرت ملتی ہے، فرمایا:

﴿ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴾ (پ۱۳ - ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم قصے بیان کریں گے ان قصوں میں عقل والوں کے لئے بڑی عبرت ہے اور جن میں عقل نہیں انہیں تو کچھ بھی کر لو کچھ اثر نہیں پڑتا:

''السعید من وعظ بغیرہ'' (مسلم)

نیک بخت وہ شخص ہوتا ہے جو دوسروں کے حالات دیکھ کر سن کر عبرت حاصل کر لے۔ آپ لوگ دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں کہ یہاں کے وعظ کا محور یا تو قرآن مجید کی آیات ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یا پھر عبرت حاصل کرنے کے

قصے کہ دیکھئے وہ قصہ ہوگیا اور وہ قصہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ عبرت حاصل کرنے والے دل عطا فرمادیں۔

مضمون کے بار بار تکرار میں حکمت:

ابھی میں نے جو دو قصے بتائے ہیں میں ان کو اکثر دہراتا رہتا ہوں. ایک ہی قصے کو میں اتنی بار دہرانا چاہتا ہوں کہ یقین ہو جائے اور بات دل میں اتر جائے۔

ع شاید کہ اتر جائے کسی دل میں مری بات

میں یہ قصے دہراتا ہی چلا جاؤں گا، جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو دہرانا نہیں چھوڑا تو میں کیسے چھوڑ دوں، یہ سنۃ اللہ پر عمل ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے الم سے جو قرآن شروع فرمایا تو تیس پاروں میں ایک ایک بات کو کتنی کتنی بار دہرایا ہے، قرآن اگر فقہ کی کتاب ہوتا کہ اس میں جائز و ناجائز اور نماز و روزہ کے احکام ہوتے تو ایک مسئلہ بھی کبھی دوبارہ نہ آتا، ایک بار کہہ دیا کہ نماز پڑھ لو بس قصہ ختم لیکن قرآن فقہ کی کتاب نہیں۔ اسی طرح معاذ اللہ! اگر قرآن مجید کوئی تاریخ کی کتاب ہوتا تو قرآن میں جو قصے آتے ہیں ان میں سے ہر قصہ ایک ہی بار آتا دوبارہ نہ آتا۔ مگر قرآن مجید میں احکام یا قصے جو چاہیں دیکھ لیں کئی کئی بار ہیں۔ مثلاً ایک نماز ہی لے لیں کتنی بار نماز کا حکم قرآن میں ہے اور اللہ کے دشمنوں سے قتال کا حکم تو اس سے بھی زیادہ۔ اسی طرح مثال کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ لے لیں، عقل تو کہتی ہیں کہ ایک بار بتادیا ہمیں پتا چل گیا بس کافی ہے لیکن قرآن میں دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ ہر چند اوراق کے بعد موسیٰ پھر موسیٰ پھر موسیٰ۔ موسیٰ اور فرعون کا قصہ قرآن میں کتنی بار دہرایا۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا فرشتوں کا قصہ کئی بار دہرایا گیا ہے۔ ابراہیم، نوح علیہما السلام ہر ہر نبی کا قصہ کئی بار ہے۔

خاص طور پر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوموں کو جیسے جیسے تبلیغ

فرمائی اور پھر قومیں جو جو جواب دیتی تھیں اس کا تو قرآن میں خوب ذکر ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوموں کو سمجھانے کے لئے کیسی کیسی دل سوز باتیں کیں، نافرمانی پر عذاب کی وعیدیں سنائیں، ادھر قوم نے مذاق اڑایا، طرح طرح کے ظلم ڈھائے، تکلیفیں پہنچائیں بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو تباہ کر دیا، مختلف قسم کے عذاب اتارے، یہ قصے قرآن مجید میں کئی کئی جگہ پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو یہ قصے شروع فرماتے ہیں تو پھر سلسلہ چلتا ہی چلا جاتا ہے: ﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦ ، وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ، وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَـٰلِحًا ، وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ﴾ ایک ایک کر کے گنوانا شروع کر دیتے ہیں۔ قرآن ایک بار ختم کیا تو ایک ایک مضمون کئی کئی بار آ گیا پھر حکم یہ ہے کہ قرآن کو پڑھتے ہی رہو، جیسے ختم ہو پھر شروع کر دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ولا تدع قراءة القرآن علی کل حال'' (کنز العمال)

کسی حال میں بھی قراءۃ قرآن میں ناغہ ہرگز نہ ہونے دو اور فرمایا:

''تعاهدوا القران فوالذی نفسی بیده لهو اشد تفصیا من الابل فی عقلها'' (متفق علیہ)

قرآن کی تلاوت کا اور اس کی حفاظت کا بہت زیادہ اہتمام رکھو۔ جو ترجمہ جانتے ہیں وہ ترجمے کا، جو حافظ ہیں وہ اس کے حفظ کا، جو ویسے ہی تلاوت کرتے ہیں وہ اس کی تلاوت کا الغرض یہ حکم سب کو شامل ہے کہ قرآن مجید کی بہت حفاظت کرو، جو جو حصہ اللہ نے کسی کو دے دیا وہ اس کی حفاظت کرے، اس میں ناغہ نہ ہونے دے۔ قرآن مجید ایسی نازک چیز ہے ایسی نازک جیسے اونٹ کا گھٹنا باندھ کر چھوڑ دیا جائے تو ہر وقت یہ خطرہ رہتا ہے کہ چھوٹ نہ جائے بھاگ نہ جائے، قرآن کے چھوٹنے کا خطرہ ٹانگ بندھے ہوئے اونٹ کی بنسبت زیادہ ہے۔ حافظ نے اگر حفظ میں ذرا سی

بھی غفلت کی تو قرآن بھول جائے گا، عالم نے اس کے معانی و مطالب میں ذرا سی غفلت کی تو گمراہی میں جا پڑے گا، قرآن مجید جتنی بڑی دولت ہے اتنی ہی بڑی اس کی شان ہے ذرا سی کسی نے بے رغبتی کی تو اس کو اللہ تعالیٰ سزا دیتا ہے کہ میرے کلام، میرے قانون سے بے رغبتی ناشکری کی تو اب سزا بھگت۔

ہر ماہ ختم قرآن ہونا چاہیے:

یاد رکھئے! مہینے میں کم از کم ایک بار ختم قرآن کیا کریں جو اتنا بھی نہیں کرتا اس کا تو ایمان ڈانوا ڈول ہے، اس کا ایمان بیٹھا نہیں کھڑا ہے کہ ابھی گیا ابھی گیا۔ مہینے میں لازماً ایک قرآن ختم کیا کریں اس کا عہد کریں یہیں بیٹھے بیٹھے۔ اگر کسی کو کوئی عذر ہے تو بتائے کیا عذر ہے کیوں نہیں پڑھتا۔ قرآن اگر فقہ کی یا تاریخ کی کتاب ہوتی تو اس میں تکرار نہ ہوتا اور اسے بار بار پڑھنے کا حکم نہ دیا جاتا، قرآن فقہ یا تاریخ کی کتاب نہیں، یہ دل بنانے کی کتاب ہے اور دل جبھی بنتا ہے کہ ایک ایک بات کو بار بار دہرا کر دل کی گہرائیوں میں اتارا جائے، قرآن ایک ماہ میں ختم کریں تو ایک مہینے کے اند ایک ایک مضمون اور ایک ایک قصہ کئی کئی بار آ گیا، میں تو کئی مہینوں کے بعد
کو دہراتا ہوں، اللہ تعالیٰ پنی رحمت سے اس ٹوٹی پھوٹی کوشش کو قبو
قصوں کو عبرت کا اور فکر آخرت کا ذریعہ بنائیں۔

خلاصہ:

عید میں اچھے کھانے پکانے، نئے نئے کپڑے پہننے، معانقے کرنے اور عید مبارک عید مبارک کہنے کے ذریعہ خوشی کا اظہار تو کیا جاتا ہے لیکن دلوں میں سچی خوشی نہیں۔ سچی خوشی اسی وقت مل سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی ہر نافرمانی چھوڑ دیں پھر خواہ حالات کچھ بھی ہوں حالت یہ ہوگی۔

ے میں گو کہنے کو اے ہمدم اسی دنیا میں ہوں لیکن
جہاں رہتا ہوں میں وہ اور ہی ہے سرزمیں مری

ے میں دن رات جنت میں رہتا ہوں گویا
مرے باغ دل کی وہ گل کاریاں ہیں

وصل اللهم وبارك وسلم على عبدك ورسولك محمد وعلى اله وصحبه اجمعين.
والحمد لله رب العلمين.